

ماہنامہ جعل دیوبند

کافر خواہ

ایک روپیہ ۲۵ پتہ

قدیم اول
کی خصوصیت
کوڑے کا کچیرا
شیاریں خیریں
دینے بخدا
یا سختے تیار
ہیانی کے عجرا
پر قائم رکھیں
مرض اور صحت
حالوں کی
از مردی کا
تو گز خدا

دارالقیامت

ایڈیٹر: عامر غوثی (علیہ السلام)

بیکاری کتب دھانے

جن کا ال آپ بروقت ہم سے خریز لے گئی
بند پاٹ کی سڑی پاٹیتے ہم کی ہوں گے علیک تکیاں
ایت ناز کی طورات کئے ہوں۔ اور یا زعفرانی مالی ہے۔

کتابیت اور سعولت —
ایت نے بڑی ضرورت کیا ہے کہ اداہ سلطہ کرنے
ان شہزادوں کی نمازوں کی سلیمانیت ہر چون ہوئی
صریح اور تم احادیث، اصولیہ فہرست کرکے دھانے کی
فارسی، اور وہ وہ دھانے کی

یقانی گفتگوں میں ہے

مشال کے طور پر چین، اسلام، حملہ
اور اسلامی اسرائیل، تور، والمنظرون، بیلی، سیمایہ، نکاری، پشی، کریمی
ویلی، غصی، یونیکی کریمی۔ مکانی کیتھی ہوتے ہیں۔ دنالاشاعت کریمی
اور جسرا ایک اسرائیلی، فخر و خوش
بیکاری کتب نمازوں کی معلومات کے والا صادرہ

بیکاری بیکاری کے داد دھانے کے
بیکاری کتب دھانے کا بند پریلہ،
ادم، سرخ، دھان کی شریعیت۔ تکریبے
بیکاری اسلامی نمازوں کی بیانی تجھاں کے پیش
بیکاری سرخ، پیلی، قمی، فیضی، دنالاشاعت
بیکاری کیا ہے۔ دھانے کے داد دھانے کے
بیکاری کیا ہے۔ دھانے کے داد دھانے کے

بیکاری بیکاری دھانے کے داد دھانے کے

فہرست مضمومین

اگوئی

ماہ نومبر و ستمبر ۱۹۷۴ء

۳

آغاز سخن
عام عرشان

۷

جماعت اسلامی کی دعوت (اقتباس)
وں ایسا عالی درودی

۱۱

تجھی کی طاں
عام عرشان

۸۳

ایک کہانی ایک حقیقت
عام عرشان

۹۱

مسجد سخنان تک
لاؤں العرب میں

پاکستانی حضرات

سچے لکھے ہوئے پڑ پرمنی آرڈر بھیکوڑہ دیوبندیں بھجوں جو
منی آرڈر کرتے وقت دلخانہ سے ملتی ہے۔

مکتبہ سخنانیہ - مینا بازار ار
۲۲۸۰
پیر الہی سخن کا لوٹی - کراچی (پاکستان)

جھلی

میں کسی کو نہیں کہ پہنچے ہفتے میں
جس ہوتا ہے

در قیمت سات روپے
دو روپے ۶۲ پیسے

بیت دار فہری

کشکل کشکل یو سطل آرڈر
کو رکھنے والک مادہ ریکھنے

الگاں دار میں شرخ
خان ہے تو سمجھنے کا اس
برچ را کی خرداری کریں۔ یا اونی آرڈر سے ملا رفت بھجوں
یلوی کی اجازت ہے۔ اگر آئندہ خرداری باری بھی تیز
بھی اطلاع دیں خوشی کی صورت میں گلاب پرچہ دیں سے بھجا جائیں
جسے دھول کرنا آپکا اعلانی فرض ہو گاروی لی سات یعنی خطر
نے پھر کا ہو گا، منی آرڈر بھیکر آپ دیں خرچ سنج جائیں۔
پاکستانی حضرات:- ہمکے پاکستانی پتھر پر چندہ بھیکر رسید
منی آرڈر ادا پناہ اور سکنی پتھر بھجوں سالار جاری ہو جائیں۔

تو سیل نر ادھر طرف کتابت کا لیتہ

دفتر تحریکی - دیوبند صنائع سہا نامہ دوپہر

عام عرشانی

دیوبند

دیوبند

دیوبند

بے اس دیوبند سے جھسوں کا بندہ دفتریں
دیوبند سے شائع ہیں۔

اعازِ حُنْ

جملہ کو پوچھ سکتے ہیں کہ آخر کیا قیامت طویل تھی تم پر۔ یہ کوئی دلواریں حاصل ہو گئی تھیں تھماری راہ میں جھیں تم "حالات" کا سبھم و جمل نام دے کر اپنی نارساںگوں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

ہم گذن جھکا کر جواب دیں گے کہ جملہ ہٹ سڑکوں پر لیکن:-

سفیدہ جب کرنا سے ہے الگ افتاب

خدا سے کیا تم دجور ناخدا کیشی

اچھا ہی ہے کہ "حالات" کے ہانے کو جعل ہی رکھا جائے اور دو ہمیں کی لمبی کہانی سننا کر آپ کا وقت نہ بر باد کیا جائے۔

مزایا ہے کہ ڈاک غیر کا پریٹ بھرنے کے بعد بھی ڈاک کا انبار بس اتنا ہی گھٹا ہے جیسے پیاس من خون میں سے من دو من غل الگ کر لیا جائے۔ شاید قسمت کا نصیل ہی اس سلسلے میں یہ ہے کہ ہر یا کوئں چھپ جائے ہم سوالات کا یک پنڈہ ردی کر دیتے پر جبور ہوں اور پھر تے سرے نئے دان دانہ کر کے ڈھیر جمع ہوتا جائے۔

نصروں کا معاملہ الگ اکسٹل بن گیا ہے۔ وقت اگر بر ہوتا تو ہم ھنچ کر پیاس گھنٹے کارن بناتے اور آدھا دن تھوڑہ طلب کرتا ہوں کہ طالعہ میں صرف کیا کرتے ہیں لیکن وقت سے زیادہ بے رحم اور بے سروت شاید ہی کوئی چیز ہو۔ ہر گزرنے والے دن کے ساتھ کہاں اپنا پھیلاؤ رکھائی جا رہی ہیں اور ان کے ٹھیکنے والے ہماری جان کو روپیے ہیں

کوشش تو یہی تھی کہ ڈاک نہ ہر آپ کے باختوں میں ٹھیک وقت پر بسچ جائے لیکن یہ آٹھ دس دن لیٹ پڑی۔ غیرت ہے کہ فقط انہیں لیٹ ہوا اور نہ حالات تو ایسے ہی تھے کہ ایک ہمیں بھی لیٹ پر سکتا تھا۔

ویسے حالات فقط ایک ہہاڑہ ہی ہیں۔ یوں کہتے ہوئے تعالیٰ جس کام کو جس وقت کے لئے مقدر فرمادیں وہی اس کا ٹھیک وقت ہے۔ ہم نے سعی و جهد میں کی ہیں کی۔ پھر بھی چند روز کی تاخیر کا مخدود بھٹاپڑا اوس پر نہ ہمیں مشرمندی ہے نہ صدمہ۔ رنج و نہامت کا احساس آدمی کو اپنی سعی و عمل کی کوئی ہی پر ہونا چاہتے ہے ذکر نہایج پر۔ ڈائی القدر تصریح الدور اور دین، عاقیۃ الامر حسیی آیات مبینات کا ہی مطلب ہے کہ یا این کار اور مآل داجماً تو ہر حال میں اللہ درت العزت ہی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ انسان اس کے لئے مستول نہیں۔ وہ فقط کوشش تامہ کا مقابلہ ہے اسی کے لئے جواب دہ ہے۔ الحمد للہ ہم نے ڈاک غیر کو پایا تکمیل تک پہنچانے میں اپنی وقت و قدرت کی حد تک شہر برادر کو تماہی ہمیں کی اور جس درد روز کی تاخیر سے سہی ہی ہر حال آپ کے باختوں ہی میں ہے۔

یہ تو ہمیں کہہ سکتے کہ ہر خاک ہم نے سوچا تھا ٹھیک اسی کے مطابق نہ بترتیب ہا لیا ہے۔ ذہنی بحیرہ تو یہ تھی کہ الف سے یا لئک سوال دجواب ہی دیں گے ملک جمع شدہ ڈاک کا بڑا حصہ ٹھکانے الگ چائے لیکن حالات لیے ہیں آئے چلے گئے کہ ہمیں کچھ اور بھی رشائل اشاعت کرنا پڑا۔ پھر وہی حالات! آپ

انجام اس کے سوا کیا ہوگا کہ ہمیں بھی اپنی روش چھوڑ کر روشن
عمر اختیار کرنی پڑے گی۔ روشن عالم آب جانتے ہی ہیں۔
کتاب کو الٹ پڑت کے دیکھا۔ حق صدقہ کہیں کہیں سے
پڑھتا اور بصیرہ صادر کردیاں چند خفیہ بھی سب بصیرہ نکار
ہیں پڑھتے۔ ہماری نظر سے ایسے "بصیرن" بھی گزے
ہیں اور گزے کے زیر میں جھپٹنے کی تصور دیکھ کر
بصیرہ کرڈائیں کاشانہ ارفان آتا ہے۔

ہمیں اب تک ایسا خیال ہے کہ پڑھے بغیر بصیرہ کرنا
شاید بیدار یافتی کے زیر میں شامل ہو، لیکن تم اگر "کھبہ
کھوئے" کی پیشانی پر یہ فقرہ لکھوادیں:-

"بصیرہ چکار کتاب کو پڑھنے کا ذمہ رہیں"
تو اپ کی رائے میں کیسا ویرگا ہے۔ کیا پھر بھی بیدار یافتی
کا الزام ہاتھ پوکے گا؟

اور سینئے۔ جاک نمبر تو فقط آٹھ دس روڑ لیٹ ہوا
مگر جزوی کا شمارہ کم سے کم پندرہ دن متوجہ ہوتا نظر
اگر ہے۔ آخر کیسے موخرہ ہو گا جب حالات نے۔ جیساں
حالات نے ہماں خلاف سازش کی ٹھانی لی ہو۔ یہ حالات
ہی ہیں کہ جذاب و حیدر بی خان صاحب کی کتاب "تعیر
کی غلطی" ہمیں اداخیر انور میں ملی لیکن وسط نوبت سے قبل
ہم اس کے مطلع کا شرف حاصل نہ گر سکے۔ جب جوں توں
کوئی کی بر شرف حاصل ہی ہو گیا تو اب اس کا موقع ہمیں مل
رہا کہ اپنے نثارات کو کاغذ پر الفاظ کی شکل میں بھیتیں۔
تفاضل احیا کی پہلے ہی سے جاری ہیں اور خود ہمارا بھی
جی چاہتا ہے کہ ایسا خیال ہو اور ھل کر ہو گر پانچ سو میں
صفحات کی کتاب پر ھل کر ایسا خیال کا مطلب اس کے
سو اکیا ہو سکتا ہے کہ تجھی کی کم سے کم ایک شاعت تو اس پر
جھونک، ہی دیں۔ جھونک دنیا خال نہیں تھا۔ ہم نے بعض
مسائل پر کئی کئی ہمیں سرماد اسے لیکن سراور دیوار کا چمد
اگر زیادہ ہو تو سرماد اسے کئے مجھی پھر نہ کھو دلت خود رور کا
ہو گا۔ وقت برآسانی پسرا جاتا تو حالات کا "تم" بھی ن

کرتے۔ حالات جھپٹوں نے ٹاک نمبر لیٹ کرایا ہے اب
بھی گھر اداں کھڑے ہیں۔ موقع ہمیں کہی گھر اداں سے قبل
لوٹ سکے۔ مسئلہ اگر پہلا کھلکھلنا ہوتا تو ہم قبر میں بھی جاتے جانے
دوس پانچ درج تو سیاہ کری جاتے مگر مستسلسل ہیں۔ "حیدر بی
خان صاحب نے بڑی جانشنازی طریق میں طلاق اور
پڑھنے تھوڑتھوڑے ساختہ مولانا مودودی کے پوئے تصور دین ہی
کو "انطا درخت" ثابت کرنا چاہا ہے اور پھر اپنے دلائیں
شوایہ پر اپنیں آنا اصرار، آنا و ترق ہے کہ وہ ہر اس شخص
کا رد کرنے کے لئے قلم آٹھا سے ہوئے ہیں جو ان کے انکار
حالیہ کی طرف انگلی بھی اٹھانے کی جرأت کرے۔ ان "میکن"
حالات میں ہم ہرگز پسند نہیں کرتے کہ خصراً کچھ کہ کہ اپنیں
شکایت کا موضع دیں اور قارئین کو بھی شکلی باقی رہ جائے۔
ہم کتاب کا جائزہ لیں گے تو پوری طرح لیں گے۔ لفظوں پر ہی تو
مختص ہو گی۔

یہی چاری شوریدہ سبزی سے بعد یہ بھی ہمیں تھا کہ
حالات کی پرواس کے بغیر اگلے ہی شمارے کو "جاڑہ فہر"
ہمادیے کا اعلان کر دیں۔ مگر خان صاحب کی کتاب کا فی
حصہ بعض واقعات و تحدیبات سے بھی علن رکھتا ہے۔
واعقات ظاہری ہی علمی و نظری بحث کا مر ضموم ہیں۔ ہم
کوئی کوئی کر رہے ہیں کہ متعلقہ شخصیات خود ہی اپنے موقف اور
پوزیشن پر روشنی ڈالیں۔ یہ کوئی کتب باراً اور ہر قی
ہے اس کامدار ان شخصیتوں پر ہے۔ جب بھی ہمیں ضروری
معلومات ہمیں سمجھ لیں انشاء اللہ فوراً ہی تجلی میں جائزہ فہر
کا اعلان آجائے گا اور بھر اقتام اللہ محترم خان صاحب کو یہ
شکایت ہمیں ہو کی کہ نافذ حضرات ان کی بات کو توڑوڑ
کر سیش کر رہے ہیں۔

جو لوگ اس کتاب کے بالے میں ہماری رائے معلوم
کرنے کئے ہوئے ہیں اُن سے آج کی صحبت ہیں تو
ہم اتنا ہی عرض کیا جا سکتا ہے کہ مولانا مودودی کے دینی فکر
کے بالے میں جو رائے ہم دلت سے رکھتے آئے ہیں اسیں اس
کتابے کوئی تبدیلی نہیں گی۔ درج اس کا ہے کہ خان صاحب کی

رَوْبِدْعَتْ حضرت مجید الدافت تائیؒ کے فرمودات کی روشنی میں بعض ایسی بدعتات کا رد جو عمومی میں نہیں خواص ہیں بھی بقول و مردج ہو گئی ہیں۔ سوارو پر یہ "ستند نور الدلایل" فرقہ حنفی کی مشہور کتاب "حدایہ" میں متذکر ہے۔ اُردوجسٹر یا شرح ماہر اقتضوں میں جھصانی جائز ہے۔ اب تک تین جز چھپے ہیں۔ فی جز دو رپس۔ تین جز ایک راتھہ طلب کرنے والوں کو محسولہ اُک معاف

یہ کتاب ایک لیسے وقت میں قطعاً پر آئی ہے جب کہ مولانا مودودی احمد اور کے نزدیک ہیں۔ ان پر جاریون طرف سے الہام دافراً کی بیخاری ہے۔ ان کے کردھیز الاجار ہے۔ ان کے حلقوں کی طرف دہی ہا چھتیز رفارمی سے بڑھ رہے ہیں جو ہمیشہ مصلحہ برداعی حق کی طرف پڑھتے آئے ہیں ایسے نازک وقت میں یہ موقع بالکل نہیں کی جاسکتی کہ وہ میڈان کارزار سے ہٹ کر "تعبر کی عطا" بڑھتے ہیں گے اور پھر ایک ایسی بحث میں بھیں گے جو پھر کی جوئی پر بنی ہوئی کسی خالقیہ امن و هادیت ہی میں موزوں ہو سکتی ہے۔

لئے بھجو لاہاں ان کو بھی تو دچار ٹھیکرے طوفان کے جو لوگ ابھی تک ساحل طوفان کا ناظراً رہتے ہیں وحید الدین خاں صاحب نے یہیں یہ سصلح او رغماً وزاہد آدمی ہیں۔ انہوں نے تو اپنی داشت میں "تعبر کی عطا" لکھ کر خدمت دین ہی کی ہے اور اس خدمت کو داد و تحسین کا خراج ادا کرنے والا حلقہ بھی انہیں انہوں ہاتھ مل گیا ہے۔ لیکن وقت اُر رہا ہے جب بارگاہ رب العزت میں ہر شخص کی معلوم ہو جائے گا کہ اس کا نام دین کے خدمتگاروں کی فہرست میں درج ہے یا اس فہرست میں جا پڑا ہے جو دعوت حق کی راہ میں روڑ رہا تھا کہ والوں کے ناموں کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ حال یہ موقع زیادہ بالوں کا ہیں ہے۔ بسط القصیل کے لئے آنسو والے دنوں کا انتظار کیجئے۔ و باللہ التوفیق و ھنبو المستعان۔

امام غزالیؒ کی چند کتابیں اُردو لباس میں
خلق سلم پانچ روپے
یحییٰ میں سعادت پارہ روپے
الحمدۃ فی حلوقات اللہ سو اسیں روپے
تبیخ دین سارٹھ چار روپے
تغاریر امام غزالیؒ سو اسیں روپے
منہاج العابدین آٹھ روپے
النحو [ادنیا کی مشہور ترین عربی ڈاکٹری] اُردو و اسناد حضرت
الیخود کے لئے اس فلکیم ڈاکٹری کا اُردو ترجمہ کر دیا گیا ہے
یعنی عربی الفاظ کی تشریح اُردو میں۔ بے شمار خاکوں اور اشارے
کی تصویریں دن سے صریں۔ مجلد اٹھائیں روپے۔

مکاتیب زندگی [جلیں سے مولانا مودودی] مولانا اصلحتی
[انقرہ ایک ایک لفیض احمد رکھنے کے روسیں ایک لفیض
سدت خیر الانام] کتاب۔ اس کے مطالعہ سے عام تاریخی
کو حدیث کی اقسام اور مرتب در درجات وغیرہ کے لئے میں بھی
مفید معلومات حاصل ہوں گی۔ مجلد پانچ روپے۔

تذکرہ نفس [مولانا امین احسن اصلحتی] پانچ روپے
امامت عطا [سید محمد رشید رضا مصری دو روپے ۲۲ پیسے]
فیوض الحجیم [شاہ ولی اللہ] سارٹھ چار روپے
خیر کشیر // چھ روپے

قاموس القرآن [قرآنی الفاظ کی ایک لیٹے نظر
لفت۔ فہیم کتابوں کا پیغام]
الفاظ و اصطلاحات کے ذیلی مباحثہ سے منتن
اور صرف و نجو کے متعلقہ نکات سے مالا مال۔
قرآن کو کچھ کر پڑھنے کی خواہش رکھنے والوں کے
لئے غصہ غیر مستقرہ۔ مجلد آٹھ روپے۔

جماعتِ اسلامی کی دعوت

کی ہے اسی کی پیسے ریویوں میں بھاری اور سب انسانوں کی فلاح حضرت ہے اور انسانی زندگی کا پورا نظام اسی وقت صحیح جل سکتا ہے جبکہ اسے ان اصولوں پر قائم کیا جائے جو انسانوں کے خالق کی دلی ہوئی ہدایت میں ہم کو ملتے ہیں۔ ہمارے اعلیٰ علم و لفظیں سے یہ فرض خود کو تم پر عالمہ پڑھ جاتا ہے اور یہی فرض خداستہ بھی اپنے مطیع فرمان بندوں پر عالمگیر کیا ہے کہ تم اس نظام زندگی کے خلاف جنگ کر سو جو فاس اصولوں پر جل رہا ہے اور وہ صالح نظام قائم کرنے کے لئے جدوجہد کریں جو خدا تی ہدایت کے دینے ہوئے اصولوں پر بنی ہو۔

یہ کوشش ہمیں صرف اسی لئے ہے نہیں کہ فی حاصلے کے دنیا کی خیر خواہی ہم سے اس کا مقابلہ کرنی ہے۔ نہیں ہم تو اپنے بھی سخت بدخواہ ہوں گے اگر اس سی وہ جد میں پہنچ جان نہ لڑائیں گیونکہ جب اجتماعی زندگی کا سارا نظام فاس اصولوں پر جل رہا ہو، جب باطل نظریات و افکار ساری دنیا پر چھائے ہوئے ہوں جب خیالات کو ٹھللئے اور اخلاق و سیرت کو بنازے کی والمگیر طاقتیوں پر فاس نظام تعلیم گمراہ کن اور میراث، فقیر اگری صحفات اور شبیثت سے بُریزد پیدا ہو اور سنبھا کا سلطنت ہو جب رزق کے تمام وسائل پر ایک ایسے معاشی نظام کا قبضہ ہو جو حرام و حلال کی قیود سے نا آلتا ہے جب تہذین کی صورت گری کرنے اور اس کو ایک خاص راہ پر لے چلنے کی ساری طاقت ایسے تو این اور ایسی قانون ساز مشینزی کے باقاعدے ہو جو اخلاق و تہذین کے سراہ مرادہ پرست تصور و اب پرمنی ہیں اور جب قوموں کی امامت اور انتظام دنیا کی پوری زندگی کا رانیں یہ دنیوں اور حکمرانوں کے ہاتھیں

ہماری یہ جماعت جس غرض کے لئے اٹھی ہے وہ یہ سے کہ دنیا میں اور آغاز کار کے طور پر اس ملکیت میں ایک ایسی سوانحی منتظم کی جائے جو اسلام کے اصلی اصولوں پر مشور و اخلاص مبنی ساختہ خود عالم پر۔ دنیا کے مابین اپنے قول و عمل سے اس کی صحیح نمائندگی کرے اور بالآخر جہاں جہاں بھی اس کی طاقت جو پکڑ جائے وہاں کے انکار، اخلاق، تہذیب، املاشرت و میہدی اور میہدیت کے نظام کو موجودہ دیرہت اور مادہ پرستی کی نیاد اور سے امکانات کو سمجھی خدا پرستی یعنی وحدت کی میہدی پر قائم کر دے اس جماعت کو یہ لفظ ہے کہ موجودہ تہذیب اور اس کا لورا نظام زندگی جن اصولوں پر قائم ہے وہ قطعاً فاسد ہیں اور الگر دنیا کا انتظام اٹھی اصولوں پر چلنے والے طریقے ہولناک شایج ہے دوچار ہوگی۔ اس کے جو شایع اب تک تک نکل چکے ہیں وہ بھی کچھ ہولناک ہیں ہیں۔ مگر انھیں کوئی نسبت اس انجام کی ہولناکی سے نہیں ہے جس کی طرف یہ تہذیب دنیا کو لے جا رہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہم اس دنیا سے کہیں باہر نہیں جی سکے ہیں بلکہ اس کے اندر ہی سائنس سے سکھے ہیں اپنیا اگر ہم ان اصولوں کو فاسد اور بد انجام سمجھتے ہوئے بھی فکر طبقیہ سے اسی نظام کے تحت زندگی پر کئے چلے جائیں اور تہذیب حاضر کے مغربی امدوں اور مشرقی مقلدوں کی پیشوائی و سربراہ کاری کے آگے پردائے رہیں تو جس تباہی کے گریب ہیں یہ دنیا اگرے کی اسی میں اس کے ساختہ ساختہ ہم بھی جاگائے اور ہم اس انعام کے سختی ہوں گے۔ ہم پوری بصیرت کی ساختہ یہ جانشی ہیں اور اپنے علم پر لفظیں دلکھتے ہیں کہ خدا نے انسان کی رہنمائی کے لئے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے جو ہدایت نازل

ظام کے ہاتھ کا پکا ہوا شور اس اطمینان کی بناء پر رکھا جائیں مگر کہ یہ مسلمان کے ہاتھ کا پکا ہوا لہماں ہے اور اگر اس پخت و پتیر کے دران میں وحیجے کی ہر گزہش پر رکادا نہ بلند سامنے اللہ پڑھتا ہے اور اس کے پتھر ہوتے دستخان پر مسلمانوں کو کافر کے دستروں کی بہ نسبت تناول ہمدرد کی زیادہ آسانیاں اور آزادیاں پیش ہوں اور حلقی طعام کے گرد و پیش کیجا یہے لوازم بھی فراہم کر دیتے جائیں جو عام طور پر اسلامی لوازم سمجھے جاتے ہیں توہ اور بھی زیادہ سخت دھوکا دیتے دالی چیزیں۔ اس قسم کی شانتی اسلامیت الگ موجود ہو تو وہ اس حرم خوار اکتوپول کو لینے کے لئے کوئی سفارش نہیں ہے بلکہ ظاہر فرمیاں اس معاملے کو اور بھی زیادہ پر خطر نہایتی ہیں۔

لہذا اکم کسی ایسی ظاہری تبدیلی پر نہ خود ملنے پر سکتے ہیں اور نہ کسی کو ملنے ہوئے دیکھ سکتے ہیں جس میں یہ فاسد نظام توجیں کا اؤں قائم ہے اور صرف اسکے چنان واسطے ہاتھ بدل جائیں۔ ہماری نظر باخنوں پر نہیں بلکہ ان اصولوں پر ہے جن پر زندگی کا نظام چلا جاتا ہے۔ وہ اصول اگر فاسد ہوں تو تم ان کے خلاف جنگ ہاری رکھیں گے اور انہیں ہماری اصلاح اصولوں سے بدلتے کی پوشش کریں گے۔

هم جو کچھ کریں جہوں کی اور آئینی طرقوں سے کھپس گے

اس سے پہلے میں ایک تبصرہ میں اس الزام کی دادیجھ تزوید کر کھلا ہوں جو بجا ب پیور کشی اور بعض محقق کا بھیوں کے ہنگاموں کے سلسلے میں مجھ پر اور جماعت اسلامی پر تھوپا جا رہا ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ اس معاملے میں حکومت کو گمراہ کرنے کی کوششوں کا سلسلہ برقراری ہے اور عوام میں بھی بدمگانی پھیلانے کے لئے ایک ہم چل رہی ہے۔ اسیے میں تمام حقائق حکومت اور عوام کے سامنے رکھ دیا چاہتا ہوں

ہیچ جو خدا کے خوف سے اور اس کی رضاۓ بے نیاز ہیں اور اپنے کسی معاملے میں بھی یہ دریافت کرنے کی خود دست نہیں گھٹکے کہ ان کے خالی کی ہدایات اس معاملے میں کیا ہے۔ تو ایسے نھا آ کی ہر گیر گرفت میں رہتے ہوئے ہم خدا یعنی آپ کو ہی اس کے ہبے اثرات اور بادی تر نشانج سے کب چاہکے ہیں۔ یہ نظام جس ہم اسی کی طرف جا رہا ہے اسی کی طرف وہ دنیا کے ساتھ ہمیں بھی تو ٹھیٹے لئے جا رہا ہے اگر ہم اس کی حرم حمت نہ کریں اور اس کو بدلنے کی پوشش میں اپڑی چوچی طبع کا زور نہ لگائیں تو یہ ہماری آئٹ رہ نسلیوں کی دنیا خراب اور عاقبت خراب تر کے کھوڑ بکار۔ لہذا اعضا دنیا کی اصلاح ہی کے لئے نہیں بلکہ خود اپنے چاؤ کے لئے بھی یہ فرض ہم پر فائدہ پہنچا ہے اور یہ سب فرضوں سے بڑا فرض ہے کہ ہم جس نظام نزدیکی کو پوری بصیرت کے ساتھ فاسد و ہبلک جانتے ہیں اسے بدلتے کی سعی کریں اور جس نظام کے برحق اور واحد ذرعیۃ فلاح و سعادت ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اسے عملًا فاعم کرنے کی جدوجہد کریں۔

باخنوں کی نہیں بلکہ نظام کی تبدیلی

اس تبصرہ کی اساس سے آپ یہ بات پاگئے ہوں گے کہ ہمارا اصل مدعا موجودہ نظام کے چلاتے واسطے باخنوں کا بدلنا نہیں ہے بلکہ بودہ نظام کا بدلنا ہے۔ ہماری کوششوں کا مقصد دیر نہیں ہے کہ نظام توہی سے ہے اور اعضا اصول پر چلا گئے ہے مگر اس کو مغربی نر جائے مشرقی چلا گئے یا انگریز نر چلاتے ہندوستانی چلاتے یا ہندو نر چلاتے "مسلمان" چلاتے۔ ہمارے نزدیک محض باخنوں کے بدل جانے سے کوئی ترقی و افع نہیں ہوتا۔ سورہ تو پر حال سورہ ہے ہی اور اپنی ذات میں ناکائی خواہ اسے کافر با اور یہ پکائے یا مسلمان یا اور یہ بلکہ مسلمان یا اور یہ کاشور پکانا اور بھی زیادہ افسوس ناکائے اور گمراہ کن بھی۔ بہت سے بزرگان خدا حکم اپنے خاصے پر ہمہگار لوگ بھی اس

سے ان کی پالیسی ہیں بتاتا ہوں اور ان کے جماعتی کاموں کے لئے
ہدایا سیکھ جاری کرتا ہوں۔ یعنی اگر کوئی نکالتا ہے تو حقیقت
جسے خبری کی بناء پر حسن قیاسی گھوٹے دوڑا کرنے کا تھا۔
چنانک حال کے افسوسناک و اغافات کا تعقیب ہے اس امر کا
فیصلہ تو کسی خرچاند اداۃ تحقیق ہی سے ہو سکا گا کہ صداقت اور
الصفات کی خواہیں ان کی ذمہ داری میں کس کام کا کیا حصہ فساد
دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اپنی اور اپنی جماعت کی حدود میں برلا حق
انتہائی کنک پر التفاق نہ کرو گا اس میں بر بنا شے واقع ہمارا
قطعہ کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی کہوں گا کہ بر بنا شے اصول ہمارا
کوئی حصہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور اس کے وجہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ جماعت اسلامی اپنے تو اعدی رو سے کسی طالب علم کو بینا
رکن یا متفق نہیں بنتا تھی۔ کسی طالب علم کے متعلق اگر کوئی شخص کہتا
ہے کہ وہ جماعت اسلامی کا رکن یا متفق ہے تو وہ بالکل خلاف
و اقدار اُنٹھی بے شوست بات کہلتے ہے۔

۲۔ جماعت اسلامی درستگا ہوں یا طالب میں جاگر کام کرنے
سے ہمیشہ احتساب کرتی رہی ہے اور اس کی مستقل یا بیسی یہ ہے
کہ اس سے احتساب کیا جاتے۔ میں نے خود مارطاں طلبکے طلبون میں
تقریر کرنے ہوئے علامہ نیدھی کا ہے کہ طلب اپنے ملک کے معاملات سے
و اقتیمت ضرور پیدا کریں تاکہ کل موجودہ ملک کی جگہ یعنی کئی
تیار ہو سکیں۔ لیکن جب تک وہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں انھیں ہی
یا استدیے الگ رہنا چاہیتے۔ یہ بات جماعت اسلامی کے
لطشدہ اصولوں میں سے ہے اور ہم نے اپنے کسی کا رکن کو بھی
اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دی ہے۔

۳۔ میں اُنھوں اُن کا نون شکنی اور غیر آئینی طریق کار اور زیر
زمیں کام کا سخت مخالف ہوں۔ میری یہ راستے کسی سے خوف
یا کسی دفعی مصلحت کی بناء پر نہیں ہے بلکہ میں سالم اسال کے
مطابع سے اس تیجھ پر ہیجا ہوں کہ قانون کا احترام ہند پ
معاشرے کے وجود کے لئے ناگزیر ہے اور کوئی تحریک اگر اس
احترام کا یک دفعہ ضائع کر دے تو چھ خود اس کے لئے بھی تو گوں
کو قانون کا پابند بنا ساختہ دشوار بلکہ مجال ہو جاتا ہے۔ اسی
طرح زیر زمین کام اپنے اندر وہ قباخیں رکھتا ہے جن کی وجہ سے

اس المژہ کی پوری عمارت صرف دو بنیادوں پر
کھڑی کی جا رہی ہے۔ ایک یہ کہ اسلامی جمیعت طلبہ کیماخذ
میرے تعلقات ہیں۔ دوسرا یہ کہ لاہور کے بعض طلبہ
جن میں یہ نیو ریڈ سٹوڈنٹس یونیورسٹی کے صدر ناصر الدین شیخ
صاحب اور امیر و اوصدارت بارک اللہ صاحب بھی شامل
ہیں۔ ایک دوسرے میرے پاس اسے جانتے رہے ہیں۔ لیکن
قطع نظر اس سے کہ حال کے ہتھ کاموں میں مسلمانی جمیعت طلبہ
اور لاہور کے ان طالبعلموں کی ذمہ داری کیا ہے اور کیا ہمیز
وہ۔ اصل سوال یہ ہے کہ کیا کسی جماعت یا اچھا شخص
کے ساتھ کسی شخص کے تعلقات کا ہونا اس بات کے لئے
کافی ہے کہ ایک خاص واقعہ کی ذمہ داری اس پر تھوڑے یا کچھ
اس کے لئے تبریزابت کرنا ضروری ہے کہ اس واقعہ کا صدور
اس شخص کے ایام پر ہوا ہے۔ اس کا کوئی ثبوت اگر موجود نہ
ہو تو کوئی ایماندار انسان غالی قیاسات اور بدگامی نہیں فرمادے
صدار نہیں کر سکتا۔

چنانک جمیعت طلبہ اور اس کے افراد کے ساتھ میرے ردِ ایض
کا تعلق ہے، ان کی نوجیت صرف یہ ہے کہ جمیعت پاکستان
کے ان طلبہ کی جماعت ہے جو کالجوں میں جدید علوم کی تعلیم
پذیر کے ساتھ دینی و رحمانات بھی رکھتے ہیں۔ ان کی اپنی ایک
مستقل جماعت ہے جس کا بھجھ سے یا جماعت اسلامی سے
کوئی باہمی اطرافیاً بے ضابطہ تعلق نہیں ہے البتہ ملک اور
یورپ بلکہ ہزارہا دوسرے تعلیم یا فتنہ مسلمانوں کی طرح یہ
وہ بھی حصی چیزیں سے بھجھ پر یہ اعتماد رکھتے ہیں کہ میں
اسلام کی صحیح تشریع کرتا ہوں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق
 موجودہ زمانے کے بحیثیہ مسائل کا حل انھیں بتا سکتا ہوں۔
اسی بناء پر دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح یہ لوگ بھی
میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ اپنے اجتماعات میں بھی دروس
پاتقریر کے لئے بھجھ بلاتے ہیں اور میری کتابیں بھی
پڑھتے رہے ہیں۔ ان کا تعلق جماعت اسلامی کے ساتھ نہیں
بلکہ میری ذات کے ساتھ ہے اور میری ذات کے ساتھ بھی
اس تعلق کی نوجیت یہ نہیں ہے کہ ایک جماعت کی جیشیت

سے بھائی خدا باتیں منسوب کرنے کی جو کوشش کر رہے ہیں اسکی شالیں مسئلہ سامنے آ رہی ہیں۔ ذلیل میں اس سلسلے کی ایک اور شاخ ملا حظ فرمائیے مصطفیٰ خود علی تصوری کی طرف سے یہ وضاحت ہے، فرمبر کے اخبارات میں اے پی پی کے حوالے سے شائع ہوئی ہے)

"پرشل ہوا ہی پارٹی کے جزوں سیکرٹری مصطفیٰ محمد علی تصوری نے بعض اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر کی تردید کی ہے کہ ان کی قیام گاہ پر گذشتہ پر کوئی جلسہ ہوا۔ جس میں مولانا محمد علی، میان ممتاز دلستانہ، مولانا عبد السلام نیازی اور چودھری فضل احمدی شریک ہوتے اور اس جلسے میں خورہ خوش کے بعد لاہور کے طلبہ کو ملکی تعاون کا پیغام دلایا گیا۔ مصطفیٰ خود علی تصوری نے اپنے اس تردیدی میان میں کہا کہ خیر میں جن ملکوں کے نام نہ لگتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی اچھا مل یا کہ شریک ہوئے محققہمین رکھا تھا ہی اس انتشار میں یہ مذکورہ افراد اور جملے۔"

زبدۃ manusک مکمل و مدلل

[انر۔ عالم ربانی مولانا]

مع اضافات مفیدہ و کثیرہ۔ جس میں جملہ مسائل حج کو اور دوزبان میں نہایت تفصیل سے مع جو ایجات کتب ترتیب یا گیا ہے اور بالآخر تردید کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور میں اس سے زیادہ مستند کتاب سائل حج بریو جو ہدیہ ہے۔ عمده مفید کافی قیمت جلد آٹھہ روپے

شہادۃ القرآن

[ان کے زندہ آسمان پر احتمالے جانے کے روشن دلائیں۔ مجلد چار روپے پھرستے۔]

الجمال و الکمال

[راہنما للعلیین کے شہر آفاق میولت

قاضی محمد سیمان منصور پوری کی تفسیر

سورہ یوسف جو ایمان اور دعویٰ میں سے ہریں ہے۔

معماری ایڈیشن جلد چھے روپے۔

مکتبہ تحریکی دیوبند (پی۔ پی)

اس طریقے پر کام کرنے والے آخر کار خود ان لوگوں سے ہی پڑھ کر معاشرے کے لئے محیثت بن جلتے ہیں جن کو ہٹانے کے لئے وہ طریقے اختیار کرتے ہیں۔ اپنی وجہ سے میرا عقیدہ ہے کہ قانون شکنی اور خفیہ کام قطبی فاطح ہے۔ میں نے ہمیشہ جو کچھ کیا ہے علائمی کیا ہے اور آئیں و قانون کے حدود کے اندرہ کر کیا ہے۔ حقیقت کو جن قوانین کا ہیں کہ یہ خلاف ہوں ان کو بھی میں نے آئینی اور جمیوری طریقوں سے بدلوانے کی کوشش کی ہے مگر بھی ان کی خلاف درزی نہیں کی ہے۔ ۳۔ یہی عقیدہ جماعت اسلامی کا بھی ہے۔ اس کے دستور کی دفعہ میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ ہم ایضاً اخراج اور طریقے کبھی مستعمال نہیں کریں گے جو صداقت دیانت کے خلاف ہوں یا جن سے فساد فی الارض رونما ہو۔ ہم جو کچھ کریں گے جمیوری اور آئینی طریقوں سے کریں گے اور خفیہ طریقوں نہیں بلکہ حشم ہلا اور علائمی کریں گے۔ جماعت اسلامی کا ہر فرد اس دستور کی پابندی کا خلاف اٹھا کر اس کا رکن نہیں ہے اور یہ جماعت ان لوگوں پر عمل نہیں ہے جو ایک ہیز کا خلف اٹھا کر اس کو توڑتے ہوں۔ جماعت کا کوئی ادی اس خلف کی خلاف درزی کرے تو دوسروں سے پہلے خود جماعت اسکی غیرے گی۔

بعض ہدایات نے ایک بیان پر طے احترامات کے ہیں جو میری طرف منسوب کر کے ایک بخ رسال ایکنسٹی ٹریور کو شائع کرایا تھا۔ لیکن داعر یہ ہے کہ میں نے سو سے اسیکسی کو کوئی بیان ہی نہیں دیا بلکہ بیان دیتے ہے انکار کیا تھا۔ مگر اس نے اس انکار کو بیان قرار دیکر شائع کرایا۔ میرے بیان دینے سے انکار کی وجہہ تھی کہ جب اس فہیمہ میں جو کو ملتوت کرنے کی علائمی کوشش کی جا رہی ہو تو میں جو کچھ بھی کہوں گا اسے خواہ خواہ توڑوڑ کر اپنے مطلب پر ڈھال لیا جائے گا۔

موجودہ شور و غل اور الرزم وہی ان تراشی کی جسم کے ذریعہ مختلف عناصر جماعت اسلامی اور امیر جماعت اسلامی

تحلی کی طاک

یکا تھا۔ ہر حال میں میرا صلی سوال بیش خدمت ہے۔

میرا سوال یہ ہے کہ مجاہد جماعت اسلامی اس بات کا رونا کیوں رہتی ہے کہ مسلمان اور علماء بے عمل ہوتے جا رہے ہیں۔ اس سوال کی تجویز کوئی خود محسوس کرتا ہوں میرا سوال یہ تھا کہ اگر جماعت اسلامی کے رہنماؤں اور کارکنوں سے یہ سوال کیا جائے کہ اسلام کے عروجی اور سیاسی تنظیم سے تو تمام علمائے کرام و ائمۃ ہیں بلکہ مدرسوں میں جو فقہ پڑھاتی جاتی ہے۔ اس کا فائدہ ہی یہ ہے۔ اسکی وجہ سے وہ تمام اسلامی فوایین اور اس کے نظام معاشرت سے واثق ہو جائے ہیں اور اس کے بعد اپنے طور سے اس بات کی تقدیر و تحریر دلوں طرح سے تنبیخ کر سکتے ہیں اور اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں وہ نہیں کرتا ہے پھر ان میں اور جماعت اسلامی میں کیا فرق ہے؟ جواب ملتا ہے کہ یہ سب بچھوٹی۔ ملائے کرام اسلام کے سیاسی و عروجی نظام کا مطابعہ تو کرتے ہیں لیکن کوئی عملی جدوجہد نہیں کرتے اور ہم اس کے قیام کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

اس یہیں سے میری الجھنی شروع ہوتی ہے۔ سمجھوں نہیں آتا کہ علماء بھی تو وہی جماعت اسلامی والا کام کر رہے ہیں۔ یعنی اسلام کو زندگی کے ہر شعبہ میں رہنا تابت کرنا۔ رہنا بھنا۔ پھر آخر ان یہ کیوں "عافیت کو شعلہ" کا لفظ صادق آتا ہے۔ جماعت اسلامی والے اگر اقامتو دین کی را ہوں میں کتابوں کے ذریعے بڑھ سکتے ہیں تو

جماعت اسلامی اور علمائے کرام

از محمد اسعد اسرائیلی - سنبھل (درہاد آباد)

تحلی محرم اسلام علیکم در حمدہ اللہ مجھے آپ کی عدیم الفرصة کا علم ہے۔ مدیر عام طور پر عدیم الفرصة ہی ہوتے ہیں تو تحلی جیسے کثیر الاشاعت ہر یوں کے مدیر محترم کی مصروفیات جان لینا کچھ سکل نہیں اس نے میری معروضات ضرور آپ کے قبیل وفت میں خلل انداز ہوں گی، لیکن ہم جیسے کوتاہ نظر ہمی خل جانوں میں آپ سے رہنا ہی نہیں تو کس سے نہیں؟ سنبھل کا تحلی ملا۔ "تحلی کی طاک" کے ذمیں میں سب سے پہلے آپ نے ناجیزی کے ایک سوال کا جواب دیا ہے۔ اسے پڑھ کر میرے ذہن میں فوراً آپ کو ایک معروضہ لکھنؤ کی تحریک پیدا ہوئی تھی، لیکن نہ لکھ سکا۔ لیکن اب دیکھا تو ۲۵ ستمبر کے "دھوٹ" میں بھی اس کو نقل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ کو کچھ معروضات لکھ رہا ہوں۔

اگر میرا سوال وہی فرض کر لیا جائے جس کا جواب آپ نے دیا ہے تو یہ شک ہے جواب نہایت صفحہ اور آپ کی نشکری سلامتی کا آئینہ دار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ میرا سوال وہ نہیں سے ہے جو آپ خیال فرما کر ہے ہیں۔ میں اپنی علیحدی کا اعتراف کر کر میں نے اپنے سوال میں نہایت افضلی کر دیا ہے جس کی وجہ سے میرا مذہب عازیز اور اُس نہیں ہے، لیکن یہ سب کچھ بھلی کی شنگ دامانی کے پیش نظر

کرد ہی ہے۔ میں یہ بوجھنا چاہتا ہوں کہ دو دوں میں کو نا فرق ہے ۹ میں نے اپنا نک حکومت آئندہ کا ذکر نہیں کر دیا بلکہ بھلی ہیں مطروح سے اس کا بیان ہے اگرچہ انصرار کی وجہ سے تمہیر نہیں آسکی! حکومت آئندہ کا الفاظ میں نے اعتراض نہیں پول اخفاک بلکہ صرف سوال کی وضاحت کئے تھے۔

اب سوچتے الگ سوال وہ ہیو جو عرض کیا تو بھی ان جملوں میں اس کا جواب کس طرح مل سکتا ہے؟

"جماعت اسلامی یا کوئی بھی فرد اگر مسلمانوں کی عدمی عملی اور ان کے تسلیم و تعظیم پر اتفاق ہاتا ہے تو اس کا مطلب آپ یہ کہے سمجھ لیا کہ وہ حکومت آئندہ کے فرق میں رود رہا ہے۔"

اسی طرح آپ کا جو دوسرا نمبر ہے۔ اس سے بھی کیا تشکیل ہو سکتی ہے۔ تیسرا نمبر جو آپنے ڈالا ہے اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ علماء بھی تو یہی کام کر رہے ہیں پھر جماعت کی تشکیل کا اس کے علاوہ دوسرا لفظ کیا ہے؟

اس کے علاوہ چند باتیں اور بھی ہیں۔ میں نے اپنے سوال میں یہ عرض کیا تھا جہاں تک نظم و اضفایاط لعلت ہے۔ مہد و سلطان میں بہتری جماعتیں ہیں پھر آج کل کی جماعتوں کیوں بنائی جاتی ہیں۔ بہت زیادہ انصرار کی وجہ سے یہ بات زیادہ واضح نہیں ہو سکی۔ دوسری بات یہ کہی تھی کہ اس جماعت سے نظم کے علاوہ جو دوسرا فائدہ ہو رہا ہے وہ تو علماء بھی کر رہے ہیں پھر اسی کے سر سہرا کیوں بنا دھردا ہے؟

"اسلامی اجتماعیت کی روح" کے الفاظ شاید میرے لئے تو میں میں جو رسانیں و مسائل کا حوالہ لکھ دیا ہے وہ سوال دیجی ہے جو عرض کیا۔ آپ ذرا غور کریں گے تو بھی لیگے کریں گی اب رہا ہوں۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں گہ کہ میں تو دوسرے بھی چھاپ رہے ہیں۔ جسے تدوسرے بھی کر رہے ہیں پھر اقتدار دین کی کوشش کا سہرا صرف جماعت اسلامی کے سر پر کیوں بندھتا ہے؟

آپنے مدد ڈال کر جواب دیا ہے اس سے متعلز عرض ہے کہ وہ سوال میں نے مولا نامہ جزو دی کے الفاظ اور آپنے طرز عمل کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا تھا۔ سوچتا

آخر علماء کیوں ان کے سماں ہیں؟ آپ بھی گئے ہوں گے کہ میرا سوال صرف ایک ایسا توجیہ کا خال فرمایا ہے۔ اسی لئے اس کو غیر معمول محسوس کیا ہے اور اس کے کمی مکملے کر دیتے ہیں۔ حالانکہ دراصل وہ ایک ہی سوال ہے۔

در اصل آپ نے بھی جماعت کا کوئی مختلف ذہن کر لیا ہے۔ حالانکہ میں آپ کو یقین دناتا ہوں کہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ میں جماعت سے اس عنکبوتی حقیقہ ہوں جس سے آگے شاید کوئی حد نہیں ہوتی۔ وہ سوال صرف ایک واقعی ذہنی خلجان تھا، کوئی اعتراض نہیں تھا۔ میرے دل میں جماعت کی معنوی کا تہبیت احتراز ہے اور آپ کو بھی میں احتراز ہی کی لفڑوں سے دیکھا ہوں بلکہ وقت اُن قاتا آپ پر کئے جانے والے اعتراضات کا دفعہ کرتا رہتا ہوں اور جماعت کی حمایت کی وجہ سے تو میرا ہر وقت اپنے خالف ماحول سے ماباقی ہے۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ بھختی بت قدم رکھے۔ شاید میں نے حکومت اسلامی کی کوشش کو جو کو اسی میں لکھا ہے تو اس کی وجہ سے آپ اُسے کوئی طنز بچھے ہیں اور اسی وجہ سے حکومت آئندہ کے لفظ کی طرف سے مجھے مطمئن کرنا چاہ رہے ہیں۔ حالانکہ مجھے نہ جماعت کے نام پر اعتراض ہے نہ حکومت اسلامی کے لفظ پر۔ نہ جماعت کی تباہی کے چھاپنے پر۔ آپ یقین رکھیں کہ میں اصطلاحات کے چکر میں بالکل اُنچھا پڑا ہیں، بلکہ اس کے کام کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بہترین طریقہ لکھتا ہوں۔ میں کتابوں کو بھی اقامۃ الدین کی راہ ہوں یہی صور و معاویں لکھتا ہوں۔ میرا اصل سوال دیجی ہے جو عرض کیا۔ آپ ذرا غور کریں گے تو بھی لیگے کریں گی اب رہا ہوں۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں گہ کہ میں تو دوسرے بھی چھاپ رہے ہیں۔ جسے تدوسرے بھی کر رہے ہیں پھر اقتدار دین کی کوشش کا سہرا صرف جماعت اسلامی کے سر پر کیوں بندھتا ہے؟

میں نے بھی سوال نہیں کیا کہ جماعت اسلامی یہ کہی ہے کہ علمائے کرام بے عمل ہیں، بلکہ یہ کہا ہے کہ وہ یہ کہی ہے کہ علمائے کرام اقامۃ الدین کے لئے کوئی کام نہیں کر رہے۔ جماعت اسلامی

تو نہ کھتی کہ دماغ پر تھوڑا ساز و زد ال کر آپ خود ہی اس کا
بواہ نہ رہا سکتا۔ ہر اخیال ہے آپ کے درس نظامی کے کسی
مدرسے میں تعلیم نہیں پائی ہے ورنہ یہ تصور ہی آپ کے دماغ میں
پیدا ہیں ہر سکتا تھا کہ اسلام کے میساں ہی وغیراً نظم
نئے مسئلہ میں جماعت اسلامی اور اس کے مختلف علماء
ایک ہی پوزیشن میں ہیں۔ اللہ اللہ کیجئے۔ میں یور ادرس
نظامی پڑھاتے ہیں اور اس تھرہ آفیں مدرسے میں پڑھا ہے
جسے دنیا "دارالعلوم دیوبیندا" کے نام نامی سے یاد
کرتی ہے۔ بہرے اثر اساتذہ بھی ایش اپنے وقت کے
خاص ہیں۔ ان کی دینداری، صاحب الحجت، اور علمی استعداد
پر انھیں نہیں اعتماد حاصل کیا، لیکن مجھے یہ بھی میں کوئی باک
نہیں کہ علم اسلام پر کے تمام شعبوں میں سارے علمائے
کا شعبیہ قیام و سر شعہ سے حصے کوئی حقوقی ایمت اس
قصاص اور اس فضیلے کے نتالین کی زندگی بارگاہ میں حاصل
نہیں ہے۔ یہاں پر طرح کی ہی اور فرمی تھیں انہوں نو روشنیوں
میں۔ فاتح خلف الامم، آمین بالحمد، فتح یہاں، معجزہ علی
انھیں اور اسی فرع کے شمار مسائل پر فقاہت کے دریا یہا
دیئے جاتے ہیں۔ وہ منطق اور فلسفہ بھی یہاں خاص توجہ پر ڈھایا
جاتا ہے جس کی عربی تھی ہر جمیں ہو جکی۔ علوم حدیث، علوم صرف و نحو،
علوم فقیریہ بھی یہاں خوب خوب موجود ہیں، لیکن اسلام کو ایک
سیاسی و غیر ای نظام، ایک سازہ خریک، ایک ہرگز اقلابی
پیغام کی حیثیت سے پیش کرنے، اس کے خود خال نکھارنے،
اس کی کوئی واضح تصویر طلباء کے دماغوں میں آنے اور اسکی
خاطر عمل ہو جو، کہ ادھیر پیدا کرنے کا وہ لونگی ارادہ اور تصویر
بھی یہاں دور دور نہیں پایا جاتا۔ غیر ای وسیاسی نظام کی جزویات
کا تذکرہ الگ بھی اس بات میں آئے گا بھی تو محض ذہنی و صحنی طور
پر اور ایک ایسی کہانی کی حیثیت سے جو صرف منظر اور سر
ڈھننے کے لئے ہے علی دنیا اور حال کے مسائل سے اس کا کوئی
زندہ تعلق نہیں۔ زبان سے مجھ بھی کہا جائے، لیکن ذہن ہی بن گیا
ہے کہ تران و حدیث میں وارد شدہ وہ تمام توانیں جو کسی مسلمانی
حکومت ہی میں کار آمد ہو سکتے ہیں۔ دراصل ایسے قوامیں یہ

ہوں کہ آپ نے کسی جماعت کو اختیار کیوں نہیں کیا۔ کیا
آپ مولانا مودودی کے الفاظ میں "جاہلی زندگی"
میں بتلا ہیں؟ اگر آپ کے بقول جماعت میں شامل ہونا
احساس اجتماعیت کا مظہر ہے تو مولانا مودودی بظہر
الفہدی زندگی لگز اسے داہنے کو جاہلی زندگی میں بتلا
کیوں کہہ رہے ہیں اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود جماعت
میں شامل نہ ہونا ہی جاہلی زندگی میں رہنا ہے شکریہ کہ
جماعت میں شامل ہونے سے احساس اجتماعیت کا
ثبوت مل جاتا ہے۔

* حضرت عمر فراہ کا قول نقل کرنے میں واقعی نفس ہوا
در اصل میں نے اپنی پادا شست ہی سے لکھ دیا تھا۔ پہلا
اپ کی یاد رہا تی پر مشکور ہوں۔

اگر آپ میرے اس معروضہ کی تفصیل کر کے ایک با
چھ تجھی کی ڈاک "میں جواب دینے کی زحمت گوارا فتاہیں
لوگوں و مشکور ہوں گا۔ اس کے علاوہ بھی پچھے بالوں کی ہر
اپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں۔"

وہیں درین صاحب نے جماعت سے استغفار کی
کے بعد الفرقان لکھوں میں دو مضمون لکھے اجلاس کے
بعد اب ان کی سعیم کتاب تغیر کی علمی منظر عام پر آگئی ہے،
ایسے اس کا فرض کیوں نہیں؟ مجھے آپ کی ذہانت اور
تفقی پر پورا طینان ہے۔ اگر بھی آپ نے اس پر کچھ لکھا
تو شکوک و شہزاد کی تمام گریہیں کھول دیتے والا ہو جائے۔
دانش احمد اللہ) برمان کے اداریوں کا بوجواب آپ نے دیا
تھا وہ یقیناً ایک یادگار کارکارا نام رہتے ہیں۔ بہر حال میں چاہتا
ہوں کہ آپ اس پر قلم اٹھائیں۔ دراصل جب تک تجھی
میں کچھ نہیں آتا، اداھر اداھر کے مضامین سے نہ کا حفظ
لشی فرمی جوئی ہے فرمی بھرتا ہے۔ فی الواقع تجھی تاریخوں
میں ایک چراغ ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ سچی اور دھایا
کی آنحضرت میں سینہ تلنے جلتا رہے۔

اجواب علی:
سوال کی جو شکل اب آپ نے پیش کی ہے وہ بھائی

یہ کہ عزت و اقتدار کی ہر مندا اسلام ہی کے قدموں میں لا گا لیکر۔
یہاں آج بھی کیا کسی جنید وقت اور علامہ زمان کو تم
اس درد سے نظر پرداختے ہوئے کہ اسلام مغلوب و مفروہ ہے۔
کیا کسی آنکھ میں آنسو فقط اس نے بھی مجھ میں نظر آیا اسلام کی
متکلموں میں کیا بھوکھ کو آگیا تھا۔ دوزخ کے طریقہ جنت کی طلب
میں پیشانوں کو داخماۓ سود اور ان کو ذکر و شیخ سے منور
کر لینا اور بات ہے۔ لیکن نفس اسلام کی محبت کو رُگ دیتے
میں اس طرح سکولینا جس طرح اپنی جان اور مال اور خلافداد کی
محبت نہیں میں سماں ہوتی ہوتی ہے بالکل دوسرا بات۔

حاشا! کلا اس دامستاں سرائی کا مقصود کسی پر انہم
تراثا نہیں۔ طرز و تعریف سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں۔
یہ تو وہ حقائق ہیں جنہیں کوئی بھی ذہنی اور ہوشمند طالب علم
ہر عربی درسگاہ میں اور ہر صاحب الراست علماء و علماء کی
اکثر و مشترک مجلسیں ہیں انشکاف دیکھ سکتا ہے۔ بعض اساتذہ و
صلحاء تو ذہنی و رہنمایت کے اس ارزش نقطہ تک پہنچ چکے
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فزادت و سرایا اور سیاسی و
عمرانی سرگرمیوں کا منصب ثبوت سے کوئی داخلی او مقصدی
رضتھر تھا ہی نہیں وہ تو مدد زائد ہیں جنہیں نقطہ عالم پر ہی کی
محبوبی کا غیرہ کھننا چاہئے اور خلافت راندہ بھی دین سے
کوئی طبعی اور جو ہری رابطہ نہیں رکھتی بلکہ جیساً باشد حشو رواں
ہیں سے ہے۔ اس زبردست اور تفاضل تصور کے لئے قرآن صفت
میں بلائے کوئی بنیاد نہ ہو، لیکن جب آدمی اپنی خواہشات اور
خود رانی کو تفاہی بنانے پر تک جاتا ہے تو ہم نیمادیں تو نہ اڑو
خود گھوڑ لیتا ہے۔

بتائیے۔ انداز فکر الگریہ یا اس سے مذاہلتا ہو تو کسی
طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس میانچہ جماعت اسلامی کے انداز فکر
میں صریح تھا لفت نہیں ہے۔

جہاں تک صرف علم کا سوال ہے ہم نہیں کہتے کہ اسلامی
لظام سیاست کے باسے میں جماعت اسلامی کو دوسروں
سے کچھ زیادہ علم حاصل ہے۔ علم تو شاید تھا لفت علماء ہی کے اس
زیادہ ہوتیں کن فقط علم سے کیا ہوتا ہے۔ آپ کو ہزار علم ہوتے کہ

کہ اگر آسمان ہی سے اسلامی حکومت مسلمانوں کی جھوٹی میں آپ ہے
تو وہ ان سے کامیابیں ورنہ اسلامی اقتدار کے لئے عملی حدود جدید
اور اسلامی معاشرہ برپا کرنے کی کوشش دینی فلسفہ پر گز نہیں
ہے۔ فلسفہ تو درکار اگر تو میثیر علماء کے نزدیک تو اسی کوشش
ایک مکروہ نہم کا کام متصور ہوتی ہے جس سے کسی اللہ والے کو
واسطہ نہیں رکھنا چاہتے۔ زبانیں گوہ ابھی تک صاف صاف
کہنے میں بھیک حجوس کر رہی ہیں کہ دین و سیاست دلائل تھیں
ہیں لیکن جہا ہوا اگر علماء و اساتذہ کے تکوپ و اذہان میں۔ یہی
تصور ہے کہ سیاست تو فقط دینا داری ہے اور دین تمام کا استم
سبع و مصلی اور یکسری بسیاری مطالبات ہی میں جو دو دھر
لقطوں میں یوں کہیے کہ جذبے اور شکر و احسان کی تہام پہنچائیوں
پر گھوڑ گھٹ دیں کی طرح دین کا ایسا تصویرستولی ہو چکا ہے جس کے
مزاج و طبیعت کے تعارف کے لئے شاید خانقاہ بہریت سے بہتر
کوئی لفظ نہیں۔ خدا کے نصل سے رسول کی محبت، مجاہد کی عقیدت
نماز و روزے کی لگان اور فضائل اعمال کا شفعت علماء کے دائرے
میں خاصی مقدار میں موجود ہے۔ اپنی دنیا اور آخرت سنوارنے
کا حکم، اپنے اہل و عیال کے آرام و راحت کا داعیہ، اپنے اراد
گرد کی عفو نوں سے استکراہ، اپنی مساجد، اپنے اوقاف، اپنی
درگاہوں، اپنی درسگاہوں اور اپنے قومی و ملکی حقوق کا خیال
احساس بھی ہر دن ہوئے۔ لیکن وہ انہیں جو ہر خال خال
بھی نہیں ملتا ہے تا پہنچ لی جیسی بصیرت پیش میں اور وہی بھی کی
نزدیکیوں میں ایک تپیدہ و میت ناپ روح کی طرح جاری میں باری
دیکھتی ہے۔ یہ جو ہر کیا تھا۔ اسلام کا گم۔ صرف اسلام کا گم
جان دیالیاں بآپ اور اہل و عیال کی محبت کو شناوی پہنچ
میں ڈال دینے والا وہ جزوں جس کے سلی روایں میں ان بندگان
اسلام کا ہر جذبہ، ہر احسان، ہر خیال و تصویر شکل کی طرح ہے
گا اھنا۔ وہ دیوارے تھے تو اسلام کے۔ وہ جیتنے اور مرتے تھے تو اسلام
کے تھے۔ اسلام کے تین مقداریں پر یہی سی خراش بھی پہنچنے تو
وہ اس طرح ترتب اٹھتے تھے جسے ایک شفیق بآپ اکلوتے بیٹے
کو جو روح دیکھ کر ترتب اٹھاتا ہے۔ انہیں سودا ہتا تو پر کا اسلام
کا کلہ بلت ہو، اسلام غالب و معزز رہے۔ انہیں لگنی بھی تو

آدمی اسے توڑ مردگر پسند مظلوبہ سا نچے میں ڈھال لیتے
ضرورت تھی کہ تمام بندگاں اسلام اس حد و تبدیل نکا
سا تھا دستے، ان کی ہنوانی کرتے اور منکر و عمل میں کوئی
خانی پاتے تو اس کی بھی اصلاح کرتے جاتے۔ پھر آذنش
بھوتی حق اور ہل مکراتے، آزادیں طوق دسلسل کی
بھنسکاروں نے ٹھکھڑی ہوتیں، شردار کے ھکڑے جلتے
عزم و ثبات آنمازے جاتے، ابتلاء کی بھٹی میں محنت کی
متاع تیاری جاتی کہ بھیں کتنا اس میں تابنا پسے اور کتنا
سوں۔ وَ لَفِتُوا شَكْرَمُونَشَعِيْرَ مِنَ الْجَنُوْفَ وَ الْقَفَرَ
وَ مِنَ الْأَمْوَالِ وَ الْأَنْصَرِ وَ الْخَرَافَ تَبَعَ كَمِيلُجَمِيرُ
نمایخ بر آمد ہوئے۔ ہی بھیشہ ہوتا آیا ہے ہی بھیشہ ہوتا
رسے گا۔ خدا کا سب سے بزرگ یہ رسولؐ بھی زبردگار
آزادیوں کی گھاٹیوں سے گذے بغیر منازل کا مرانی
تک نہیں رنج سکا بھر بھلا کوئی اور منہستہ کھیلے راہ حق
میں کیسے آئے بیڑھ سکے گا۔ لئے ہی ایسا مام ایسے گزے
ہیں کہ زندگی بھروسہ شردار چھیلے رہے، زخم پر زخم کھا
رہے، لیکن مدد و دعے جد افراد کے سوائیں نے ان کی
دعوت پر لبیک نہیں کہا۔ لبیک کہنا تو کجا بھیں اذمیں
دیں، ان کا نداق اڑایا، ان بر عصر حاتم تک کر دیا۔
پچھے ایسی ہی روشن ہماری قوم کے اکثر بیشتر ازاد نے
اس دعوت اور بھر کے ایسے میں اختیاری ہے جسے
جماعت اسلامی نے کر اٹھی ہے۔ یہ دعوت نئی نہیں۔
اول سے آج تک اپیاء اور سل اور صلحاء و مجدر دین اسی
دعوت کو لبیک اٹھتے رہے ہیں اور اس کا استقبال بھیشہ
عناد و خاصت اور اہم اور امیری سے کیا گیا ہے۔
بھر بھلکیا کوئی دریدہ جن یہ کے گاہ کے تصور و ارادہ انہی
اور صلحیں تھے جن کی جد و جہد کوئی القلب نہ لاسکی یا یہ
کہنا سوریوں ہو گا کہ قصور و ارادہ ہیں جنہیں نے دعوت
حق کا ساتھ نہیں دیا، جنہیں نے حق کو تعاون دینے کے
عین اس کا راستہ رکھا، جن کے دل دماغ اور زبان و
قلم الزام تراشیوں دروغ باقیوں اور تفرقة اندر زیوں ہی

ہواں جہاں کن گن گیو زدن سے ترتیب پاتا ہے لیکن جب تک
آپ تما پر نے ہیسا کر کے انھیں صحیح طور پر جوڑیں نہیں کیا تھیں
علم سے ہوائی سفر طے ہو جائے گا۔ علم کو خوب علم ہے کہ اس نے
حکومت کیا چیز ہے۔ اسلامی معاشرہ کے کہتے ہیں۔ میا سرت
اسلامیہ کے اجزاء میکا ہیں۔ لیکن وہ اس کا کوئی ارادہ نہیں
رکھتے کہ اینیٹ اور پھر کی دینا میں بھی اس طمی اڑماش
کریں۔ ارادہ تو درگنا رہو یہ تو قبیل ہو چکے ہیں کہ ٹھوس
معنوں میں خلیل اسلام کی کوشش کرنا کوئی دینی کام ہے۔
زبان سے جب وہ کہتے ہیں کہ "اسلام زندگی کے ہر شعبے میں
رہنمائی کرتا ہے" تو وہ اصل یہ ایک رہنمایا جملہ ہوتا ہے
یہ ایک ایسا دعویٰ ہوتا ہے جس کے لئے ان کے اعمال و اطیاف
میں کوئی شہادت نہیں۔ حالی زبانی تجمع خرچ ایک سوئی
میں دھالک بھی نہیں ڈال سکتا۔ ہم رئے جاتیں کہ اسلام یوں
ہے اور اسلام وہ ہے لیکن دنیا حالات، قسمت اور
مشیخت سب سب ہماری اس شیوه بیانی پر قائم ہے
جاتیں گے۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ جماعت اسلامی ہی نے اقتدار
دین اور خلیل اسلام کو نصب العین فرار دیکھ کوشا تیربارا ہے
کا پہاڑ ڈھانے ہیں۔ کس براہی کو ختم کیا ہے اور قوم و
کوئی منصف کو قوت میں بدلا ہے؟
ہم کہیں گے کہ اعتراض کرنے والے کو خدا سے ڈرنا
چاہتے۔ انسان فقط اپنی طاقت کی حد تک مختلف ہے۔
حضرت سماں شہید بظاہر ایسے مقصد میں ناکام دیکھ رہا
کو چاہتے ہوئے۔ طاغوت کا غلبہ ہوں کا توں رہا۔ لیکن کیا
کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کی شہادت بیکار گئی اور ان کے جہاد
کی کوئی قیمت نہیں۔

جماعت اسلامی کے نام پر چٹ مٹھی بھرا دمی عمل
سے اس دعوے کی شہادت پیش کرنے اٹھتے ہیں کہ اسلام
زندگی کے ہر شعبے میں نصرف رہنمائی بلکہ تہذیبی ہے
جس کی رہنمائی فلاح دمر بندی کی طرف سے جا سکتی ہے۔
اب یہ زندگی میر دنیا، دو بالشت کی تو تھیں تھی کہ یہ مٹھی بھر

نظام اس کے تزدیک اس مقصد کو عظیٰ کے وسائل میانی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے برخلاف علمائے عہدِ حاضر کی تقدیر پاپری قوم (الاما شام اللہ) اس مقصد کو عظیٰ تو کیا سرے سے مقصد ہی نہیں مانتی بلکہ حصوں جنت کی الفرادی کوششیں اور سور و تصویر کے حصوں کی خاطر لگائی جائے والی روحاں جسنوں ہی کو مقصد، نصب العین اور حوصل دین قرار دیتی ہے۔

کیا اب بھی آپ سوال کریں گے کہ علماء کو "عافیت کوش" یعنی کہا جاتا ہے اور جماعتِ اسلامی سے دہ کیوں جراہ ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جب بیانِ اسلوب فکرِ دل جائے تو علم و معلومات کا ایک ہی خراز اور لام کا ایک ہی سلسلہ نظری مختلف شاخوں پرچار میں پشوی احکام کے تأخذ و مصادرد و نوں گروہوں کے بیان ایک ہی ہیں، وہ ائمہ اور ائمہ بھی ایک ہی نہیں جس کے تفقہ اور اجتہادِ درودوں کو اعتماد ہے، لیکن گناہوں داخلی اور خارجی عوائل کے باعثِ خداونکے فکری زراویے مختلف ہو گئے ہیں اور اسی لئے وہ ایک دوسرے سے قریب نہیں ملتے قصورِ شاید کچھ جماعتِ اسلامی کا بھی ہو، لیکن صالح اور حلال کی پوزیشن صریح طور پر فسریت ناتی ہی نے اختیار کر رکھی

۴۔ آپ کہتے ہیں کہ جلسے تو دوسرا بھی کر رہے ہیں البتہ تو دوسرا بھی چھاپ ہے ہیں پھر ان میں اور جماعت میں کیا فرق رہا؟ — پھر کوئی اقامتِ دین کی کوشش کا سہرا جماعت ہی کے سراندھا جاتا ہے؟

اس سوال کا جواب الگرچہ اور پر کی تقدیر میں آج کا لیکن چند مثالوں سے ہی اسے سمجھنے کی رسمت فرمائیں جیسے پھر اسی بذریعہ دلیل سے بمعنی جائے ہیں۔ چند کو مقصد سفر ہے کہ ایک سی تقریب میں شرکت کریں گے اور اس کے بعد غلیظ کلب میں فلاں والا تی رفاقتہ کا عربیان دانشیں سمر گے۔ چند کی نیت یہ ہے کہ وہاں کے بعض تاجریوں سے کاشا باری معاملات طے کر کے اپنی تجارت کو فروغ دیں گے۔ چند اس لئے

میں منہماں کر رہے ہیں۔ اسلام کو غالب و مقدور کرنا معمولی کام تو کبھی نہیں تھا لیکن اب پیشکل میں مشکل ترین تھا جا رہا ہے۔ باطل اتنا قوی، آتنا چالاک اور اس درجہ غالب و حادی پوچھا ہے کہ اقامتِ دین کے رُخ پر ایک قدم چلنا جسے شیر لانے سے کم نہیں۔ شاید اسی لئے بڑے بڑے علماء و صلحاء تک میں سوچنے کا خانقاہی دھنگ زیادہ سے زیادہ مقبول ہوتا جا رہا ہے اور یہ سرماں سریا طلیخال دل و دماغ میں خوبی بخچے کر دچکا ہے کہ سیاست و اقتصادِ حضن کو اس سے سیلان کر زیادہ سے زیادہ اتنی ہی جد و جھوک لینی پڑیے مک حکومت و ترتیب نظامِ عبادت میں محلہ رہنے والے امور اس سے دور و بی طبقی رہیں۔

ہم سے بچھنے تو جماعتِ اسلامی کے وجود کا یہی قانون کھکھ نہیں ہے تا اس نے ایک طرف مغربی افکار کی جماعت کے آجے عقل فاسد لال کے بند باندھے ہیں، علم و حربیت کی دیواریں ڈھائی ہیں، تہذیب نوی کی جگہ کاتی ہوئی طلتوں کا چلخ تبول کیا ہے اور دوسری طرف رہنماں نواز خانقاہ پرست اور یک دُخْنِ تصوف کے آنس سیلاں کے آگے پیٹے بناتے ہیں جسے شریعت قبوری کے حاملین اور بہامیت کے مبلغین یوری امت پر ھصل دینا حاصل ہے۔ احادی سلطمنتِ جماعتِ اسلامی کو مجھ تھی نہ کئی سیکھ مگر اس کے دم سے اسلام کا ایک جامع اور کامل تصور نہ رہا ہی باتی رہ جائے تو یہی اتنا بڑا نکام ہے کہ سوائے خدا کے کسی میں اس کی محاذ ادا کرنیکی استطاعت نہیں۔

اس طول بیانی کا لبس بیاب یہ تکلا کہ جماعتِ اسلامی اور مذاہمین کے مابین فرق علم و معلومات کا ہیں اور ای نظر کا ہے، مقصد اور منہماں سے بگاہ کا ہے، ذہنیت اور فکری رُخ کا ہے۔ جماعتِ اسلامی مقصد قرار دیتی ہے دین کے ہمہ جنتی علیہ و نفاذ کو اور عبادت و اخلاق کا پورا

کرد یا لیگا تھا۔ پھر سکنڈ کلاس کی نرم و لگداز کوچ پر اس تراحت فرمائے ہوتے ان کا ذہن بس اس تک ودد میں سرگردان رہا تھا کہ کن کن آیات و احادیث اور کرامات العالیین اور ناطق و نیکات کوں پر وائز اور اسلوب سے پیش کرنا یعنی تاکہ جمیع مسحور و مخرب ہو کر رہ جائے اور دنیا یا حقین کیلئے کر جو ہے سے بہتر خطیب و داعظ ملک بھریں کوئی نہیں ہے۔ یہ خانہ تو ان کے دل میں ایک بار بھی نہیں آیا کہ فی الاصل وہ امر ارض اور مقام سد کیا ہیں جیھوں نے قوم و ملت کو فسانہ عبرت بنا کر رکھ دیا ہے اور ان کا معا الجمیکس نوع کی تعلیم و تبلیغ سے ممکن ہے۔ وہ فقط اس تجھیں میں کم ہے کہ کس طرح لذت شستہ سال سے بھی بڑھ چڑھ کر عصیدتوں کا درجع اس سال حاصل ہوا اور کسی پھرے دار تفتریری اس بار کی جائے کہ لوگ تمام دوسرے مقررتوں کو بھجوں جائیں۔ دوسرے صاحب حضرت کلاس میں دھکے ہکھتے آئے تھے

دوسرے صاحب تھرڈ کامزیں دھکے ہلتے آتے تھے
اور اپنے دیہات سے ریلوے اسٹیشن تک انھیں پیدل بھی چلنا
پڑا تھا۔ پھر راستے پھر صرف ایک ہی فکر و خیال ان کے قلب
ذہن پر مسلط رہا کہ قوم و ملت کے روز افزوں امراض اور
خلفت داعم طاقت کا درمان کیا ہو۔ لیکن اسے سلامتی کی رو
بر لایا جائے اور کن تعلیمات پر زور دیا جائے کہ امدادِ مسلمین کی
ماہفہ اخلاقی حالت ہے۔ اسی ذہنی شبِ ذات اور جماعتی
میں شامِ راستہ کٹ گیا اور انھیں یہ تک احساس کرنے کی
ذہنی چیلٹ نہ مل سکی کہ حکمرانی اور سخت سیستم نے ان کے
یدن کو چسکا دیا ہے۔ پھر وہ تقریر کرنے کھڑے ہوتے تو عظیم
الشان پنڈال کی نظر افراد سماوں اور سلیقے سے فضکے
ہوتے ہے شمار ہر قیمتی متفقون کی چلکھا ہٹ ان کے اندر ابھاس
کیفت کی اپریں پیدا کرنے کے عوض اس درد انگیز احساس
کو پیدا کر گئی کہ طیب طاپ اور آرائش پر یہ ہے شمار امراض
وہ قوم کر رہی ہے جس کے شمار حکمرانی ترین کام مرکب
کی قفلت کے باعث گردے ٹھے ہیں۔ جس کے تھوں کئے
ہوئے ملکیں اپنی مادری زبان کی ایک یونیورسٹی بھی ہیں
جس کی نئی پوریا توحا ہیں کی تعداد میں احتیا فکر رہی ہے
باہر اس کے داخلوں میں علم کے نام سے وہ متعفن تاریکیاں

چلے ہیں کہ وہاں کسی ملائیں ایکسیں غریبوں کے لئے ہمپتیاں
قام کر دانے اور فلاں بنیم خلنے کی گرفتی ہوئی حالت کو نہیں مانتا
ہے۔ چند کمیش نظر ان ہمیہت زندوں کی امداد ہے جنہیں بھی
بچھوڑ دے ہوتے زلزلے نے تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔
(ب) ظاہر ہے سفر کرنے کے عمل و عمل میں تو یہ رب برابر
ہیں۔ فاصلہ بھی کیاں اور ذریعہ سفر بھی ایک ہی ہے۔ دوران سفر
میں ان کے متناقل بھی کوئی بیناد میں فرق نہیں رکھتے۔ میکسین
سے مکولات خرید کر کھانا جائے اور شرپت پینا، یا تین کر کے
اور کتابیں پڑھ کر وقت کا چڑنا۔ ان متناقل میں ان کے مابین
کوئی تفاوت نہیں، بلکن کہاں صوری ہرگز دیکھانی کے
باوجود دوستی ہوش کہہ سکتا ہے کہ ان سبکے سفر کی اخلاقی
قدروں میں اور معنوی پرختگی کے میں ۹

دوسرا مثال یعنی ایک شہر و اعظم پانچ سویں کا سفر کر کے کسی عقیدم اشان جل نہ بیرت میں شریک ہوتا ہے اور اپنی مرضع خطابت سے دھرم چادر یا ہے۔ آیات و احادیث لطائف و معارف اور طلاقت سائی سے بھر لور و اعظم پر لوگ جسم جسم اُٹھتے ہیں۔ داد و اہ اور زندہ بادی موسلا دھار بارش ہو جاتی ہے۔

دوسرا داعل فقط سوئیں سے آیا ہے۔ وہ زیادہ مشہور بھی نہیں اور اس کی خطابت میں اتنا زور، الیسی روانی، اسرار جو دل کشی اور اس آن بان کی جاذبیت بھی نہیں۔ جمع میں ضرور لیتا ہے مگر بھرپور نہیں پاتا۔

اب فرمائیے کام تو دلوں و اخظوں نے ایک ہی کیلے ہے
معنی مجمع سے خطاب اور اپنے خیالات کا بلاخہ مگر کیا آپ
ہمیں کے کھدا رسمی بدهوں ایک ہی جیسے انعام کے ہیں۔
یہی بات ہے کہ ظاہر کر کے اعتماد سے تو آپ اول الذکر کو
ماایاں و قیمت دیں گے اور حاضرین جلسہ بھی اول الذکر یہی کی
شان میں پیش از بیش قصراندیڑھیں گے۔

لیکن ذرا بہب اس دنوں کے اندر وہی میں بھی جھاٹک
کر دیکھئے۔ پہلے بزرگ اس وقت عاذم سفر ہوئے تھے جس
سنتھاں کرنے والوں کی طرف سے انھیں خاطر خواہ نہ اس سفر ہے

کیا تھا اور اس کے ذریعہ کسی اہم اسلامی قدر کا تحفظ لیا گیا۔ فوجی تعلیم و تربیت اس نشکر کے سپاہی بھی حوال کرتے ہیں جسے اس منقصہ سے ترتیب دیا گیا ہو کہ ٹرے سی ملک پر قبضہ کر کے اس کی دولت پر ہاتھ صاف کیا جائے اور یہی فوجی تعلیم و تربیت اس فوج کے سپاہی بھی حوال کر سکتے ہیں جو اس لئے بنائی گئی ہو کہ ٹھیک سنت بھوی کی روشنی میں ملک و ملت کی ایسا بانی کمرے اور بدینہت دمبوں کو ایک قائم آگے نہ پڑھنے دے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے ہے کہ ان دونوں طرح کے سپاہیوں کی حیثیت آخرت میں ایک ہی حصی ہو گی؟

بات بھی ضرور ہو گئی لیکن مجھے امید ہے کہ آپ کی اور دوسرے بہت سے حضرات کی اچھی فتح ہو گئی ہو گئی۔ اب جماعت میں ہیری عدم مشرکت کے بلے میں بھی سن بجھے الحکم لیڈ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو جماعت اسلامی کا رکن بننے سے اس لئے ہبڑاتے ہوں کہ حکومت اور اپنا سے وطن کی نگاہ میں یہ جماعت مبغوض و مردود ہے اور جب چلے اس کے شرکاء کو مقدمہ جاتے بغیر بھی جزوں میں ڈالا جائیں گے۔ جسمانی اقتدار سے میں ایک نہایت مکروہ انسان ہوں لیکن جس خدا پر مجھے بھروسہ ہے وہ انسان قوی اور مقدر ہے کہ اس کی نصرت و عنايت لے توں کامل نے مجھے مستقبل کی خطرات اور زندان و سلاسل کی صحوتوں پر خور کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

بس بھی اور لگ پیٹ سے سحری بات یہ ہے کہ جماعت کا رکن بننے کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہے مجھ کم تھیب کو وہ کما حفظ حاصل نہیں ہیں۔ ہر شخص اپنی رہائی کو خود پر ہر کچھ ملکا ہے۔ میں اپنے کو ان اعلیٰ ذہنی و عملی صلاحیتوں میں کوتاه پاتا ہوں جن کے بغیر جماعت میں شامل ہونا اس کے اونچے معیار کو دافع رہتا ہے۔

لیکن یہ آپ نے غلط سمجھا کہ شامل نہ ہونے کے باعث مجھ سے اس "جاہلی زندگی" کا اطلاق ہو جائے تھا جس کی مضرتوں سے مولا نامودودی نے بارہ آگاہ کیا ہے۔

اُتاری جاری ہیں جو دین و اخلاق کی ایک کمن کو ازدرا کی طرح نگل جاتیں گی تقریر کے دوران الحنوں نے وجہ انگلز طائف اور لشہر آمیز کرامتیں بھی نہیں دھرا تین بلکہ درمنی کے سوزیں ڈوبی ہوئی چند سادہ باتیں سادہ انداز میں ہیں اور فقط اس پر زور دیا کہ باتیں یہاں سے اور تحفظیں سجائے کے عوض اُن سیدھی سادھی صراحتوں اور صفات و سادہ بھلائیوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرو جن کا تھیں علم ہے اور جن پر عمل پیرا ہونے بغیر یہ جلسے، یہ مرض و عطا، یہ درود و نعمت کے مبلغے، یہ حث رسولؐ کے نعمے، یہ اولیاء و عالیاء کے تذکرے اور یہ صاری ہاؤ ہر وقت اور وقت کی برمادی کے سوا چھپتیں۔

فرماتی ہے کیا کوئی بھی حقیقت شناس انسان کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں واعظین میں ظاہرہ کے اختیار سے مقام و مرتبے کی وجہ تریب کیجھ میں آرہی تھی وہی عند اللہ تھی مقبول ہو گی؟ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ پہلے واعظ کی تمام مطرائق ایمان اور تہذیب مقبولیت بارگاہ ایزدی میں ایک مشتمی جو کی قیمت بھی نہیں رکھتیں جب کہ دوسرے واعظ کا ہر سو اس میزان آخرت میں اشتارم اللہ لعل وجہ اہر کے بانوں سے تلقنہ والا ہے۔

یہی معاملہ تحریر و تصنیف کا ہے۔ وکیاں میں علمی و طنزی اختیار سے چاہے کیسان ہوں لیکن عند اللہ تران کی قدر و قیمت اس جذبہ و احترام کی مبنیاں پر متعین ہو گئی جو قلم پر کھڑے کا حکم ہتا ہے۔ ایک تصنیف خواہ علم و فن کے میزان میں لکھتی ہی بھاری بھرم ہو، دنیا سے چلے گئنا ہی سما رہے۔ یہاں تک کہ خواہ وہ میرت بھوی یا صاحبہ و اتفاقیار کے تذکرے کاری پر مشتمل کیوں نہ ہو، لیکن وہ بارگاہ ایزدی میں تی معتقد و بہت نہیں رکھتی اگر اس کو تصنیف کرتے ہوئے مصنف کے ذہن میں صرف شہرت اضافہ مالی منفعت یا صرف داد و تھیں کی حرص اور خود کو بہترین مصنفوں میں کرنے کا دادا یعنی کار فرما رہا ہے۔ اس کے برخلاف وہ تصنیف عند اللہ تھرے امام کی مسقی مجھ سے گی جو اس لئے وجوہیں آئی ہو کہ مصنف نے دین و ملت کے لئے اسے مفہوم جمال

محدث اہل کی بھی سمجھتے۔ جذبہ خواہیں کے اعتبار سے میں بھی بھی
لوگوں میں ہوں جو لا اسلام الہ بالجماعۃ پر اذمان کھتے
ہوئے بلاءہماں یہ اعلان کرتے ہیں اور کہتے رہیں گے
کہ اسلام کو زندگی کے ہر شے میں سرا فرازد بھتنا اور دنیا پر اسے
دیکھ قوت نافذہ کی حیثیت سے بھیہ دینا ہماری زندگی کا منہج
ہے اہمان ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مطلوب صلاحیتوں کی کی کے
باعث ہیں اس اہمان کی خاطر جدوجہد کرنے والے میدانی
دمتوں کا شرک نہ بن سکوں، لیکن جس طرح کھیت میں مختت
کرنے والا اکان اور کارخانوں میں پسیہ بہائیہ والا مزدور بھی
باواسطِ فوجی بیش قدموں کو تقویت عطا کرتا ہے اسی طرح
میری زندگی بھی ان قلیٰ کوششوں کے لئے وقف ہے جماعت
اسلامی کی۔ بلکہ یوں کہتے اسلام کی دعوت کسی نہ کسی نوع کی
برداشتچاکی ہیں۔ وہ باورچی بھی تو آخر خادم قوم وطن ہی ہے
جو فوجوں کے لئے کھانا پکارتا ہے۔ میں اپنے کو اس کا شکنی تو ہیں
پاہا کہ آخرت کی فہرست میں میرے نام کو مجاہدین اسلام کے
ساتھ لکھ جانے کی سعادت تھیں بوسکے گی تیکن یہ موقع ضرور
رکھتا ہوں کہ میرا رحیم و کبیر رب مجھے ان محبتوں اور خاکردوں
کی فہرست میں شامل فرمائے گا جو معاوضہ کی پرداز کے بغیر مجاہدین
کا فضل اٹھاتے اور ان کی راہوں کے چھار تھوڑے رصاف کرنے
کی خدمات انجام دیتے ہیں۔

جواب وحد الدین خاں صاحب کی کتاب کا گھومنہ

بعض رسائل میں چھپ چکا ہے۔ میں شاہزادت اس کے منتظر
ہیں کہ میں اس پر اظہار خیال کروں۔ اظہار خیال تو اشارہ اللہ
ضد وہ ہو گا، لیکن کتاب دیکھنے کے بعد۔ خود مصروف نے بھی
لیٹھ خط میں رقم فرمایا تھا کہ کتاب پر میں سے اُتے ہی برائے
تبصرہ ارسال کی جائے گی۔ نادم تحریر ہے مجھے نہیں ملے ہے۔
اہم ہے کہ مل جائے گی کسی وجہ سے خالص مصنف نے کا ارادہ
ترک ہی کر دیا ہے تو پھر پتے طور پر کہیں سے حاصل کرنی ہو گئے۔
میں ابھی تک کوئی موافق یا مخالف نہیں قائم نہیں کر سکا ہوں۔
کتاب حکم ہے اگر مطالعہ کے بعد تفصیلی اظہار خیال ضروری

آپ متعلقہ مقامات کو غور سے دیکھیں، مولانا کامشایر سرگز
نہیں ہے کہ ہر اس شخص کی زندگی "جلہی زندگی" ہے جو باقاعدہ
کسی جماعت کا رکن نہیں ہے۔ مولانا کامشایر یہ سے کہ
الفرادیت میں گم مت ہو جاؤ بلکہ اس حیثیت کا احساس کرنا
چاہیکہ مقصودی جماعت اور ایک مامور اہمت کا فائزہ
ہوئے کے ناطے تھیں حاصل ہے۔ یہ احساس لازماً یقیناً
کرتا ہے کہ ذاتی والفردی معاملات میں شرعاً کی پوری
پیروی کرنے کے علاوہ اسلام کے اجتماعی وغیر اجتماعی
ہمکوں پر بھی توجہ دو اور طاغوت کی زردستی پر صبر و
قاعدت کرنے کے عوض یعنی دیہد جاری رہنکو اسلام کو
بلاادستی حاصل ہو۔ بالادستی سے مراد فقط سیاسی غلبہ نہیں
بلکہ جہد سے حاصل کن الفرادی اور اجتماعی دائرہ میں
جو بھی مراحل آتے ہیں مجب میں اسلام ہی کو حاکم، قاضی،
مقدار اور محنت نہیں نازدیماً یقینی بالادستی ہے۔ یعنی
جن منظم ہوتی چاہتی ہے کیونکہ تنظیم کے بغیر محنت کا بڑا حجم
ضائع ہو جاتا ہے اور تنظیم ہی کا دوسرا نام جماعت ہے
میں یا کوئی بھی شخص اگر جماعت کی باقاعدہ تحریک سے
گریزان رہتا ہے تو ہے یہ یقیناً اپنی بات، لیکن اسے
"چاہلیت" سے غیرہ نہ کر سکیں گے اگر یہ شخص اپنے طور پر
غلہ اسلام کے کارکنوں کی تقویت نے دے رہا ہو اور الفرادیت
میں گم ہوئے کی بجائے اسلام کے جامع تصور کی خدمت
کر رہا ہو۔

یوں بھی سوچتے کہ جو ان توفیج میں بھرپور کر لیئے
جلستے کا اہل نہیں ہوتا۔ حالیہ فوجی بھرپور میں بنشکل جنبد
نے صدر خوان اسی سے نکل ہے ہیں تھیں میراں جنگ میں جایا
جا سکتا ہے باقی کا حال یہ ہے کہ اگر انھیں بھرپور دیکھیں
وغایں بھرپور اسی سے تجہیانی نا اپنیتوں کے باعث اپنا
ہی بیڑا عنقر گر کر رکھدیں۔ پھر کہ انھیں آپ
محبتان وطن کی فہرست سے خالص کر دیں تھے
ہرگز نہیں وطن کے خداویں بھی ہیں لیکن اپنے کا
اہل ہونا نہ ہونا اور بات ہے۔ ٹھیک ایسی ہی مشان

موقع محل سے لیے ہو گوں کے حقاب کی اصلاح کی بھی پوشش کرتے رہیں۔ آپ سے اس معاملہ میں فصلی و صاحبِ جواب کی درخواست ہے۔

الجواب :-

تجھی میں اس طرح کے احمد کی دینی حیثیت پر بارہ تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا جا چکتے ہیں۔ اس وقت تو بحث و نظر کا دروازہ ٹھوٹے بغیر ہم اتنا ہی کہیں گے کہ ہنر گوں کے ہم اپنے سالانہ ہنگامہ آرائیاں اور فاتح خوانیاں سراسر بریعت ہیں اور ان کی نسبت سے لفظ و نصمان کے تماں تصورات جاہلانہ لیج کی تو ہم پرستی اور ضعیفۃ الاعقادی کے ذہر پریغت ہیں۔ ایسی تقریبات میں شامل ہونا کسی کے لئے جائز نہیں تھا اس سلسلے کے گھاؤں کو حل میں اُتارنا درست ہے۔ اگر عرب و افریقہ دینے ہیں تو دیا کرو۔ جو شخص دیانت کے ساتھ یہ سمجھ لے کر خلاں کام میں شرکت کرتا ہے اور پھر اس سے دامن گش رہنے کے سلسلے میں اسے طرز و طعن کی اذیت برداشت کرنی پڑے تو یہ اذیت اس کے حق میں سر والی آخرت بن جائے گی اور ہر طمعہ برخراش انتقام اللہ کفارۃ سیمات کا کام فی کا۔ لیکن اگر وہ طرز و طعن سے اُڑ کر اپنے ضمیر پر سیاہی پھیر دیتا ہے تو عزیز و افریقا چلے گئے ہی خوش ہو جائیں لیکن اس حرکت کے لئے اُس دن اسے اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونا ہو گا جس دن کے لئے پہلے ہی اللہ نے اطلاع دیدی ہے کوہم لیفڑ المُرْءُ مِنْ أَخْيَرِهِ وَأَمْمَهُ وَأَيْمَهُ وَصَاحِبَتِهِ وَجَنَّبَهُ مُكْلِلُ الْمُرْءِ وَمُنْهَمُ بُوكُرِدِشَانُ يُعْنِيهِ ہے (جس دن اُدمی اپنے بھائی اپنے ماں پاپ، اپنی بیوی کوں سے گریزان ہو گا۔ ہر شخص خود اپنے ہی حال میں اس الگزار ہو گا) اسی اور طرف توجہ دینے کی تاب و جہالت ہی نہ ہو گی)۔ یا جس دن کے لئے اللہ نے تنبیر کی ہے کہ اماماً مَنْ لَطَخَ دَأْقَرَ أَخْيَلَنَ اللَّهُ مِنَ الْمَيَا فَإِنَّ الْجِنِّيَّمَ هُوَ الْمَهَادِیُ (جس شخص نے نافرمانی کی اور دنیا کے تیچھے دربارہ اس کاٹھکا اس دن جنم ہی ہو گا) تو ہماری ہم سے نہ کوئی موضع باقہ نہ آتے گا۔ ہم تیرے کے لیے بعض دین پر احباب کا اس باریں بخال ہے کہ اگر ہم اس طرح سے عزیز و رشته داروں سے لکھتے ہے تو پھر اصلاح حال کا کوئی موقع باقہ نہ آتے گا۔ ہم تیرے کے لیے بعض دین پر احباب کا اس باریں بخال ہے کہ ایسی دعوتوں میں شرکیت تو ہو اگریں ساتھ ہی ماندہ

علوم ہو تو جملی کی ایک پوری اشاعت بھی اس پر و قفت کر دینے میں مجھے تائل نہ ہو گا۔ وال توفیق الہ باللہ و ہو ماستعان۔

بدعات و توهہات

سوال :- از مریہزادہ علی۔ محیوب نگر۔ آندرہارڈیش دکن اس طرف اکثر مسلمان شیخ عبد القادر حلال فی غیر کے نام سے فاتحہ کر کے ھلاسے ھلاتے ہیں۔ یہ تقریب گیارہوں شریف کے نام سے موسم کی جاتی ہے۔ اگر عقیدہ سے کی کی درستی کے ساتھ تحقیق العمال قوایب کی نیت سے کسی بزرگ یادی اللہ کے نام پر فاتحہ کی جائی رکھانا کھلا بیا جائے اور اس دعوت میں عزیز و اقارب، دوست اجاتے ساتھ غرام کو بھی شامل کیا جائے تو ایسی دعوت میں شرکت جائز ہوگی یا نہ ہے؟

درستی شکل ایسی تقریب کی یہ ہے جس میں علمائیں کی اکثریت شرکت ہے وہ یہ کہ اس تقریب کی نہایت اہمیت سے ہر ماں اسی ماہ (جمع الشانی) میں انجام دتے ہیں کسی سال نااغر کرنا نہیں چاہئے۔ تصویر یہ ہوتا ہے کہ الگ گاہوں شریف کی فاتحہ کی جائے تو نقمان ہرگاہ اور کوئی مصیت آجائے گی اور اگر کی جائے تو قوایب کے ساتھ شرکت ہو گی اور نقمان سے نج جائیں گے۔ معاشری سنکل کی صورت میں بھی متوفی دیگر یہ فاتحہ کی جاتی ہے۔ تو سول یہ ہے کہ اس خیال و عقیدے کے ساتھ جو حصہ گاہوں کو کر کے دعوت طعام شے تو اس میں شرکت کی جائے یا نہیں؟

ان ہر دو مندرجہ صورتوں میں یہ خیال بھی سخت پر لیٹاں کئے ہوئے ہیں کہ داعی الگ فریبی رشتہ دار ہیوں اور شرکت نہ کریں تو قسم قسم کے طبع دتے جاتے ہیں الگ مسلسل یعمل رہا تو رشتہ سے کمٹ جانے کا بھی اندیشہ ہے۔ بعض دین پر احباب کا اس باریں بخال ہے کہ اگر ہم اس طرح سے عزیز و رشته داروں سے لکھتے ہے تو پھر اصلاح حال کا کوئی موقع باقہ نہ آتے گا۔ ہم تیرے کے لیے بعض دین پر احباب کا اس باریں بخال ہے کہ ایسی دعوتوں میں شرکیت تو ہو اگریں ساتھ ہی ماندہ

اچھا ہم آپ کے خدا کو معین ملنے لیتے ہیں ذرا آپ بھی ہمارے بعض دلیوی دیوتاؤں کو ہٹھوڑی سی عزت بخش دیں۔ تجویز طریقہ پرچسپ اور آج کل کی اصطلاح میں روادارانہ بلکہ قدر اخلاق لاذتھی۔ حضور مسیح سکتے تھے کہ الگ بین نے کو روا جواب دیدیا تو یہ خیرہ سر بالکل ہی تغییر ہو جائیں گے اور ان کے عناویں بڑا رہی کا استعمال ابلاغ و تبلیغ کے یہے سہیروں کا تھا بھی ختم کر دے گا۔ لہذا اکیا جسح ہے الگ اصلاح کے موقع کا تحفظ کرنے کے لئے دل سے نہیں فقط ظاہر اسی کے طور پر ہی ہی نرجی اور پچک کا مظاہرہ کر دیا جائے۔ مگر ایسا نہیں سمجھا گیا بلکہ اللہ کی ہدایت پر حوصلات اور دلوں کی جواب دیدیں اسے سوراخِ الکفر وَنَ میں پڑھ لیجئے۔

خوب سمجھ لیجئے۔ مشیخ جلالیؒ نے ایجاد یہ اولیاء کے نام کی سالانہ تقریبات، یہ مشریعیت قبوری کی تہہ در تہہ اور ذہل ذہل رسیں الگ پر بعاثت ہی ہیں یعنی نوایا جا چرسیں اور قرون اوپر میں ان کا سایہ تک ہیں ملتا، لیکن اتنی بُری عمل اور تحریر کی کسوٹی پر پر نہ پہلے بھی بھری اُتری ہے نہ آئندہ بھی بھری اُترے گی۔ آپ کا جی چاہے تو تحریر کے دیکھ لیں۔ شرکت کرنے کی صورت میں دوسروں کی اصلاح تو کیا ہوتی خود آپ کے دل سے ان بدعتات کی کراہت کم ہوتی ہیں جلتے گی اور آپ کا ضمیر خواہی نہ خواہی مفہومت کے غرض پر ہوئے گا۔ کیا اسوہ رسولؐ یا تعالیٰ صاحبِ فرشتہ میں ایک بھی ایسی مثال ہے کہ خود گناہ میں ملیٹ ہو کر اس گناہ کو مٹائی کوشش کی گئی ہو۔ ہمارے علم میں تو نہیں۔ الگ تذکرہ دریں پسند میں علم میں ہو تو ہمیں ضرور مطلع کیا جائے۔

ایک بات اپنے یہی بھی دیکھی ہے کہ الگ عقد کی درستی کے ساتھ تھی بزرگ کے نام کی فاتحگی جلتے تو اس کے مکانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ ہم جواب دیں گے کہ عقیدی

کو رہائے کا ایسی تقریبات میں شرکت کریں جن کے گناہ ہوتے پر آپ اگاہ ہو سکے ہیں کیا یہ لوگ آخرت کے سخت محاصلے میں آپ کی کوئی مدد کر سکیں گے؟ یہ تو کیا خود شیخ عبد القادر جيلانيؒ بھی۔ جن کے نام پر بادعت پھیلانی جا رہی ہے وہاں کام نہ آسکیں گے بلکہ دیسی صورت حال پیدا ہو گی جس کا حال اس آیت میں بیان ہوا ہے اذ تَبَدَّلَ الدِّينُ أَتَيْعُونَا مِنْ الَّذِينَ أَتَسْعَى إِذَا دَرَأَ الْعَذَابَ وَقَطَعَتْ يَمِّنُ الْأَسْبَابِ رَجِيبٌ بزرگ حضرات اُن لوگوں سے بھری اللہ تھے اور بیزار ہونے کا اعلان کریں گے جنہوں نے ان کی پیشی اور عقیدت ہندی کے نام پر ضلطان کار و اعمال تراش شے تھے اور یہ خوش نبی میں بتا لوگ اس دن عذاب سے دوچار ہو گئے اور وہ سارے وسائل کچھ دھلے کی طرح ٹوٹ چکھے ہوں گے جنہیں انہوں نے اپنی جہالت سے قوی ذریعہ نجات تصویر کر رکھا تھا شرکت کرنے رہتا چاہئے، نظری اقتدار سے تو خشمہ ہے لیکن بعض دین پسی حضرات کی یہ راستے کو اصلاح کی خاطر عمل اور تحریر کی کسوٹی پر پر نہ پہلے بھی بھری اُتری ہے نہ آئندہ بھی بھری اُترے گی۔ آپ کا جی چاہے تو تحریر کے دیکھ لیں۔ شرکت کرنے کی صورت میں دوسروں کی اصلاح تو کیا ہوتی خود آپ کے دل سے ان بدعتات کی کراہت کم ہوتی ہیں جلتے گی اور آپ کا ضمیر خواہی نہ خواہی مفہومت کے غرض پر ہوئے گا۔ کیا اسوہ رسولؐ یا تعالیٰ صاحبِ فرشتہ میں ایک بھی ایسی مثال ہے کہ خود گناہ میں ملیٹ ہو کر اس گناہ کو مٹائی کوشش کی گئی ہو۔ ہمارے علم میں تو نہیں۔ الگ تذکرہ دریں پسند میں علم میں ہو تو ہمیں ضرور مطلع کیا جائے۔

رہا یہ کہ عدم شرکت کے باعث اصلاح کا موقع ہاتھ سے جاتا ہے گا تو یہ محض فریب نفس ہے۔ اصلاح کے لئے اور بھی صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں، لیکن ایسی صورتیں زیادی سمجھی میں نیچی توہہ حال آپ یا میں ٹھیکیں اور قبول کر لیں مجھے گئے ہیں۔ اہمیات اک کا فریبہ صرف یہ تھا کہ شرکت کے دائرے میں رہ کر بھی اصلاح کی حدود چھوڑ کریں کیا آپ کو نہیں معلوم کر کفار عربی عاجز ہو گئے تھے بھی اللہ کے رسولؐ کو پیش کردی ہی تھی۔

نکھل گی رہو دے ہے۔ سیاست کو نہ صرف یہ کہ دین میں کوئی اہم مقام حاصل نہیں بلکہ وہ دنیاداری کا ساغل ہے اور اس تقویٰ کو اس کے ساتھ نہ کئے تو وہ رہنا پڑتا ہے۔

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جن زبانوں میں سیاست اور قدرت کی الگ طور اسلام کے ہاتھوں میں نہیں رہی بلکہ طابعی تو اپنی کاسکاری رہا انہوں نہیں تھیں بلکہ طبے طبے صلحاء و شیوخ منصہ شہود پر جلوہ گہرائے اور ان میں سے اکثر ایسے بخی جھوپوں نے سیاست سے کوئی راستہ نہیں رکھا۔ تو کیا ان کی ذاتی عظمت کو اس لئے ناقص اور دافدار تر از دیا جائے گا کہ وہ سیاست سے کفارہ کش ہے۔ یا ایک ایسے زبانے میں پیدا ہوتے جب اسلام سیاسی درخواست مذہب یا مردہ تھا؟ برائے کرم آپ قادرے لفہیں سے واضح فرمائیں کہ سیاست کا انعام دین میں آخر ہے کیا اور اس پر ضمیون پر غور و فکر کا کو نہ اسلام کی روح سے مطابقت رکھتا ہے؟ یا ایک میں ہی نہیں ہے شمار اور لوگ بھی۔ جو حقیقتہ ۴ دین اور سیاست کو ایک بھی خانے میں رکھتے ہیں واضح طور پر اور اک نہیں رکھنے کر دین اور سیاست کے بھی روابط تھم کہ میں۔

الجوابات:-

ہمارا خیال ہے کہ دین اور سیاست کے دربط کو تسبیح کی مثال سے سمجھنا چاہیے۔ سچے ہے چیزوں سے شیتی ہے۔ دانے اور دھاگہ۔ دانے خواہ لکڑی کے ہوں یا خشیت کیسی بھی شے کے وہ بہر حال دھاگے سے جو اور د رکھتے ہیں۔ ان کی ساخت، ان کے اجزاء تکنیکی، ان کی شکل و میمت، ان کا سب کچھ دھاگے سے بالکل الگ ہے۔ پھر بھی یہ دھاگہ ان کے نظم و انضباط اور شیرازہ بندی کے لئے اتنی ناگزیر رہیت رکھتا ہے کہ جس نہ پہنچانے پر مقصود و چور سے حاری ہو جائیں اور سچے نام کی کوئی جیز دوجو ہیں نہ آئے۔

اسی طرح اصطلاحی عبارات پانیجی تھکل دجود ایک

کی درستی رہی کہاں جب غیر اللہ کے نام کا کھانا لکھا گیا۔ صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ خدا و استلطان کا کھانا تقسیم کیا جائے اور پھر جسے جائیداد میں کے ذریعہ اس کا ثواب بخش دیا جائے ایسے موقع پر اگر زائد کھانا عزیز و اقرب میں کھانا لے جی پکالیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکن یہ حواریخ ہو گیا ہے کہ ”فلان بزرگ کی فاتحہ کا کھانا“ بھی شرک و بعد عن کی جڑ ہے۔ خیر خیرات صرف اللہ کے نام پر درست ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ پو سکتا ہے کہ تم کو کھانا لپٹے مرحوم پاپ پا استادیا سخی بھی بزرگ کی طرف سے پیکاکر خیرات کر دیں تھے خیرات ہر ہی چالی ہیں اللہ ہی کے نام پر فاتحہ کا مقدس نام جب بھی غیر اللہ سے مسوب کیا جائے جو بات لگانہ کے دائرے میں جائیجی۔ والعلم عند اللہ

دین میں سیاست کا انعام

سوال :- از حجہ خزان۔ کراچی رائیٹنگ میں خطکی تجھیں، عقیدے کی حیثیت میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ اسلام دین و سیاست کی تفسیر کا بعد ادار نہیں بلکن اس کا مطلب ٹھاکر مطلب اور کوئی واضح مفہوم میں تایید نہیں ہے علم و فهم کی کوتاہی کے باعث نہیں بھکر پایا ہوں۔ کہی طرح کی بھیں ذہن میں پہ ہوتی ہیں مثلاً کہ جن اعمال پر اصطلاح ایجاد عبادت کا اطلاق ہوتا ہے وہ۔ اور جن سرگرمیوں کو سیاسی سرگرمیاں کہا جاتا ہے وہ۔ ایک دوسرے سے صریحاً جدا اور انگ انج میں۔ تو کیا دین و سیاست کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہو گا کہ کوئی بھی عبادت کا مل نہیں جب تک عبادت کرنے والا سبب میں بھی حصہ نہ لے؟

یا مثلاً کہ اکثر مشترک علماء زبان سے چلے ہے اس تھیڈے کی صریح تردید نہ کریں لیکن تمہیں صحیح الفاظ میں وہ سیاست کو دین سے جدا ہی فرادری نہیں اور ان کا عمل زبان حال سے پکار کر کہتا ہے کہ تمام دین فقط عبادات یا زیادہ سے زیادہ چن بمعاشرتی اصلاحات

امروں ہے۔ وہ اعلان کلکٹرِ الحج کی ایک جسم تحریک ہے، اس کا نام بھائی وظیفہ حیات یہ ہے کہ انسانی معاشرے کو اسلام کے ساتھ میں ڈھانٹنے کی خیر منقطع جدوجہد جاری رکھے۔ وہ یہ بھی کہ جیسے کہ اس دنیا میں ایک مردور کی حیثیت سے بھیجا گیا ہے جسے اپنا کام اوقت اور وقت و صلاحیت اور بالمعروف اور نفع عن اہل کوئی میں صرف کر دیتی ہے۔ اس کے اوقات کا دن میں صرف آٹھ یادس گھنٹے نہیں ہیں بلکہ یہ پوری زندگی ہی اس کے لئے کام کا وقت ہے اور وہ کسی بھی سانس اپنی ذہنی سے بری الذمہ نہیں۔

کہنے کو ایک چڑھا من وعظ، ایک پھردار خطبہ اور ارشاد و تبلیغ کے ایک بھی پروردگار میں بھی امور بالمعروف اور بخوبی عن اہل کوئی تقاضے نہیں ہو جاتے ہیں لیکن جو لوگ ایک حکیمتِ الْعُسَانِ ان شَرْفِ سُدُّیِ حِسْنِیِ تَرَانِی تنبیمات اور امداد حیثیت مانند حملوا الجنة وَ لَمَا يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مُهَاجِرِينَ لِتَعْلِمُوا الْفَيَمْرِیَتْ جیسی آیات بلیغ کو چھلانگیں چکے ہیں وہ یہی موقع کر سکتے ہیں کہ یہی طبقی طریقے اپنے فراغت سے غفلت برداشت کر بھی اور ام سے اُخْرَیِ تعبتوں سے مشتع قرار پایا جائیں گے اور اسلام کو عالیٰ و نافذ کرنے کی جدوجہد سے جان چرکر بھی ہمیں جنت ہاتھوں ہاتھ لے گی۔

سیاست آج کل کے مفہوم میں تو ایک بازی گری ایک حرص و ہوا کا ہیں، ایک گھناؤ-ناشغل اور ایک آئے ظلم و استبداد بن کر رہ گئی ہے لیکن اسلامی سیاست حققت میں ایک زبردست مجاہدہ، ایک سخت ترین آزمائش اور ایک انتہائی صبر اور افریضہ ہے جو دعوه ایمان کو زبردگزار عمل جرأتی سے گزارتا ہے۔ اس کی بھی ہیں ہوشیں کا پورا وجہ بلکہ کیا آدمی یہ مگان کرتا ہے کہ وہ شریبے ہمارے کی الج آزاد چھوڑ دیا جائے گا تھا کیا تم اس خوش بھی میں ہٹلا ہیز کریں یونہی آسانی سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی یہ امتحان تو تم خود بھی ہیز کر کون تم میں بجاہر ہے اور کس حد تک سختیوں اور صعبتوں میں ثابت قدم رہ سکتا ہے۔

جدا گاہر حیثیت، ایک افرادی ہمیولی اور شخصی بھی ہے۔ وہ اپنی ذاتی حیثیت میں کسی اور شے کی تھاج نہیں لیکن ان کے مطلوب نظم و انضباط، شریازہ بندی اور اثر آفرینی کیلئے اسلامی سیاست کا اثرت متفہم طبقی طور پر ضروری ہے۔ ایک ہر بوطہ منظم ملت کا وجد ہی تصور ہے میں اگر سارے کی ڈوزنے اس کے افراد کو ایک دشمن سے سر بوطہ اپنالک ہمیں کیا ہے۔ تسبیح کا دورا الگ روٹ جاتے اور داشت بھر جاتیں یا دوسرا سے پر دیا ہی نہ جائے تو ماڈی سطح پر ہم ہرگز ہمیں کہہ سکتے کہ دلوں کی ذاتی حیثیت میں کوئی نفس آگیا۔ داشتے تو وہی داشتے جو وہ ہیں اور ان کی ساخت یا اجزاء اور ترکیبی یا صورت وہیں تھیں جو ابر پرست و ماقع نہ ہو گا، لیکن یہ ضرور کہا جائے گا کہ وہ اپنے مقصد و جد کو یورا کرنے سے عاری نہیں۔ ان میں وہ انضباط پریدا نہ ہو سکا جو اپنی پریت کے تعلق سے تسبیح کہلاتا ہے۔ ان سراسر غیر منظم اور تتر پر دلوں کو ہیوا کا ایک جھونکا اور ہلکا اما ایک دھیکہ جس سرخ چالی ہے الٹ پلٹ دے گا۔

اسی طرح سیاسی اثر و قوت سے خود ہونے کی صورت میں کسی بھی مصطلو عبادت، مثلاً نماز، روزہ اور زکوہ وغیرہ کے باشے میں یہ تو ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں لذت کوئی نفس پیدا ہوگی۔ لیکن یہ ضرور کہا جائے گا کہ ان ہی شاخے دھانگے کے دلوں میں ہے جو نکے تو اس نے کئے تھے کہ انھیں ایک نشستے میں پر دکر تسبیح کی تکلیف بھی ہوئے۔ سے خود ہونے کے باعث ان کا معرفت بچھ کھی نہ رہا۔ زیادہ سے زیادہ اپنے کر سکتے ہیں کہیں کہیں کے دلوں پا یا چور کی گھلیوں کی طرح انھیں دلیقت خواہی نہیں کس تھام کر لیں گے ان اس سے ان کا مقصد و جد تو پورا نہ ہو اور صنعت گری تو صنانج نہ ہو ہی گئی۔

اب غور اس پر کہیجے کہ خود ملت مسلمہ کا مقصد و جد آخر ہے کیا۔ ہم نے تو علم و فہم کی ساری صلاحیتیں صرف کوئی مقصد و جد بھا جائے کر دہ خالیتے کائنات کے ایک مخلوق کی حیثیت سے طائفی قبول کے ساتھ مسل جگ پر

مگر یہ حراصل آغاز ہی میں ہنسیں آگئے۔ عرصت تک آپ سیاست کی زلفیں سنوارتے رہے ہیں تب کہیں جاکر حرب و ضرب کی نوبت آئی ہے۔ حرب و ضرب خدا کی راہ میں اگر مقیول ترین عمل ہے تو سیاستِ اسلامیہ میں عملی تعلق اور شغف کیونکہ مقیول نہ ہو گا جب کہ حرب و ضرب کی منزل ہی سیاست کے راستے سے آتی ہے۔

اسلام سے شکست کھانے والی اقوام کی سب سے طرفی کوشش ہی رہی ہے کہ مسلمانوں میں دین و رہنمائی کے جدا جدا ہوئے کا تصور عام کر دیں۔ انھیں یقین دلائی کر مسیحی و خانقاہ کے مقام پر مارچنے سے نکل کر سیاست کی تھفہ فضایں آتا دنیاداری کی بات ہے جو ایل ٹرک کو زیر ہمیں دیتی۔ یہ قمیں کامیاب ہوئیں اور آج ایچھے اچھے ذہنی فہم، میدار مغزا اور فرشتہ سیرت علماء و صلحاء کو آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اصول اور نیوہ دین سیاست کی تحریق کا قول ہمیں کرتے یہیں سیاست سے انھیں چڑھتے ہے۔ اس لفظ ہی کو انھوں نے دین کے حق میں گالی بنتا ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتے ہیں گویا کہ کذب دغدغہ جلد و فریب، حق و تنفسانہت اور ظلم و طفیانے کے چورڑا اہل سیاست ہو جو میں گھس آئے ہیں وہ سیاست سے الگ کرنی چڑھنیں بلکہ سیاست نام ہی انھی اونٹا

حیثیت کا ہے۔ جب سوچنے کا ذہنک یہ پرتو سیاست
آپسے آپ ایک نایک ترین شہنشاہی حاصل کر
سیاست بھائی خدا آنک در حق سادہ ہے جس پر آپ
اچھی اور بُری ہر طرح تی ہمہ رین لگا سکتے ہیں۔ سیاست
کے رذائل کی ذمہ داری خود سیاست پر ہٹنے سے سیاست
چلانے والوں پر ہے۔ سیاست چلانے والے اگر نفس
اتما رہ کے عالم اور خواہشات کے بناءے ہیں تو ان کی
سیاست اخلاقی طبقتوں کا محض ہوتی ہی جائیں اسیں
سیاست بھاری کا کیا فیصلہ۔ سیاست کو وہ بھی بخوبی جسے
آئائے دو خواہیں اور ان کے خلاف ائے راثرین سے

پنچھلتا ہے اور حکومت کے چھوٹے سے چھوٹے خور دینی ذریت
بھی ایمان کے کندن سے الگ نظر آتے ہیں۔ حیثیت جاہ۔
حدائق پناہ ایسا ہے باریک اور تواریخ سے تیزیں صراط
طری دشوار گذار ہے، لیکن ذرا تائیخ کے غرفے سے چنانک
کرد یکھو تو لوب انسانی کا سب سے بڑا فاتح محمد علی صلی اللہ
علیہ وسلم اور اس کے بیٹا معاذ ساختی ہے کس سے جگری اور
کمال ایمان کے ساتھ اس پل صراط گو طے کر سکتے ہیں۔ اسلام
ہم سے یہی تقاضا کرتا ہے کہ امت مسلمہ کو الگ تسبیح کی تسلی دینی
ہے اس کے مقصد و جو کو پورا کرنا ہے تو فقط سجدہ خانقاہ
کے نہای خانوں میں مشکلے رہنے سے کام نہیں چلے گا۔ حقیقی
امر بالمعروف اور نهى عن الممنکر کی تکمیل راہ آئندہ
تکمیل کی خاردار حجہاڑیوں اور حجراحتوں کی بیانیں اور ویگاہ
حطاںوں سے ہی کر گزرتی ہے۔ اس راہ کے شدائدر سے
فہرست کرو اسی اعلیٰ عالمِ اسلام اور ان کے ساتھی رضوان اللہ
علیہم السلام تک پیکار اُٹھے ہیں کہ اللہ کی بدوکب آئے گی۔

کیا تم اس خوش نبی میں بنتا کیوں
 آرہم سے داخل جدت ہر جا فکرے
 حالانکہ ابھی تم پر وہ استلائیں
 ہنسن گذریں جو تم سے پہلوں پر
 گزد چلی ہیں کہ سختی اور تخلیف
 نے انھیں دی چا اور وہ جھر جھڑا
 طالے گئے۔ یہاں تک کہ اپنے
 وقت کار سوں اور رسکھا صاحب
 اسمان ساختی پکار لیتھے کہ کب
 آئیں المشرکی مدد۔

حداکی راہ میں حرب و قتال کا جو لین ترین مقام
دین ہیں ہے وہ محتاج بیان نہیں لیکن حرب و قتال کا
مرحلہ سیاست کی گھاٹیوں سے کذبے بغیر نہیں آیا کرتا
ہے اسے آفیشل الڈ علیہ وسلم کی حریتی و عسکری سرگرمیاں
اعظتہ تھیں ایسا تک کراس خلاصہ کائنات میدلان
والجن نے خود بھی ہتھیار سمجھائے اور زخم کھلتے ہیں،

عطائیں گیا۔ رضی اللہ عنہم و رضوان علیہ۔ ڈیک
لئے خوشی کریں۔

بات صرف صحابہ تک می رہنیں۔ بعد میں جن بندرگان حق نے اقامہت دین کی راہ میں سر و حرکی بازی لگائی تھی ان کے باشے میں بھی اللہ اور رسول کے ارشادات یہی تصور دیتے ہیں کہ آخرت کی میران میں ان کے اعمال کا طبع اور ان ہے۔ اقامۃ دین کی کوئی راہ سیاست سے بکردار میں کش رہ کر ہیں گزر سکتی۔ دعو، تبلیغ، اسفار، رسالت ہر ایسے کے یا کوئی متأفل یہ سب سیاست اسلامیہ ہی کے اجزاء میں ہیں۔ لبڑ جس نے انہی اجزاء کو مقصد قرار دے لیا اور اسلام کے غلبہ و نفاذ کے مقصود اعلیٰ سے اپناز ہتھی رشتہ مقطوع رکھا اس کی مثال اس شخص کی ہی ہے جو ترے تو بنا تاہے مگر ان پر زوں کو جوڑ کر میشن بنانے کا قصد نہیں رکھتا ظاہر ہے ایسا شخص کتنے ہی خوشما اور حمدہ پر زے بنالے لیکن وہ مرات ہرگز خال نہ پر سیکن گے جو ایک مکمل میشن سے حاصل ہوتے ہیں۔ خدا کے یہاں اعمال کی قدر و قیمت تصدیقیت کے اقتدار سے ہے۔ خدا کے یہاں اعمال کی قدر و قیمت نافذ کرنے کی قیمت ہی نہیں نہ مغلوبیت اسلام سے لے جگہ میں کوئی گھکھی ہے تو بھروسہ ہر ایسے کے سارے ہیں گلے دعو، تبلیغ کے سارے غلطے اور عبادت و ریاضت کے تمام مقاصد سے مظاہر ہوں دوہ جیسے ہیں جن میں سے کھن نکال لیا کیا ہو۔ کھن نکال پوچھ دوہ۔ سرشاری سے ہم اور آپ تو دھوکا کھا سکتے ہیں لیکن وہ علیم و خبیر آقا دھوکا نہیں کھا سکتا جو ہر شے کو اس کی آخری جنہیں تک جانتا ہے۔

تبیح کی مثال الگرچہ قسم مرادیں کوتاہ ہیں ہی لیکن ایک اور مثال سے اس حقیقت کو سمجھیں کہ یہ سب کی باگ ڈور اگر اسلام کے ہاتھ میں نہ رہے تو ہماری

بڑا تھا۔ یہ کیا اس سے بھی بیزادی و نفرت کا انتہاء کیا جائے گا۔

اویس داغوں کے سانچے گلے گئے، فنکر کے زادی تے تبدیل ہو گئے ہی وحی ہے کہ ہم اسلام کی مغلوبیت پر نہ صرف غمکن نہیں بلکہ اس مغلوبیت کا احساس ہی معمور ہے اور جو لوگ اس سے ہی کی نشانہ ہی کر کے چور و عمل کی دعوت دیتے ہیں اسیں مر جا گئے کے عرض پچاپاڑ لئے کا جذبہ ہر طرف ہاگا ہے۔ فیا حضرت۔

مطاعونی اقتدار اسے زماں کے جن بزرگوں کا آپنے ذکر کیا ان کا مسئلہ بھی تبیح کی مثال سے حل ہو گیا۔ سیاست سے کنارہ کش رہنے افغانیہ ہاں پر صبر و قیامت اقتدار کے رکھنے کے باعث ان کی ذاتی خلقت اور انکی عبادات میں تو بالذات کوئی نقص دا چون ہیں ہو ا جیسا کہ تبیح کے داسنے الگر لعل ویاقت کے ہیں تو ڈورا روٹ جانے کے بعد بھی ان کی قیمت باز اپنی لعل ویاقت ہی کی اٹھتی ہی۔ وہ صنائل کے ہیں تو صنعت ہی کے رہنے جائیں گے۔ لیکن معنوی اقتدار سے ان بزرگوں کے اعمال صاحبوں وہ وزن نہیں پایا جا سکتا جو اقتدار دین اور احلام سے کلمہ الحق کی راہ میں شدائد بھیسلے والوں کے اعمال میں پایا جاتا رہا ہے۔ یہ ہم نہیں سمجھتے قیمت آن و منت کہتے ہیں۔ کیا قرآن و سنت ہی سے نہیں تباہ ہے کہ قرآن اول کے جن جاہدین نے اسلام کو سیاست و حکومت کے دائرہ میں جاری و ساری کروں کی خاطر اپنے مال مثال، اپنا عیش و آرام، اپنی جان اپنے سب چھوڑا تو لگادیا تھا ان کا ایک سجدہ والہانہ ہماری زندگی بھر کی عبادتوں سے اور ان کا خدا اگر راہ میں خرچ کیا ہوا تو بر ایسوں اہلے بھاڑ بر ایسوں نے کے ڈھیر سے معنوی قدر و قیمت میں بڑھ جوڑھ کر رکھا۔ خدا کے یہاں ان کے ایک ایک قطرہ لہو کی قیمت رحمت و افعام کے پیش ہوا خزانے طے پلتے اور ان کی سیاسی و حربی مرجگریوں کو اعلیٰ ترین عبادت کا درجہ

لیکن ہم نے تو عموماً مکمل جگہ بھی دیکھا ہے کہ کچھ دیر پھر اجاتا ہے۔ یہی بات مسلمانوں کی آسانی کے نقطہ نظر سے درست ہے معلوم ہوتی ہے۔ برادرِ حرم آپ مشرعی نقطہ نظر واضح فرمائیں تاکہ آئے والے رمضان میں یہ اختلاف کوئی نہ یہ صورت اختیار نہ کرے۔

الجواب علیٰ :-

ہمینہ نہیں معلوم کہ اس جنسیتے میں امام شافعی کا قول کیا ہے لیکن امام شافعی کا مسلک جو صحیح ہو اس کی پیروی الحکی کا اتباع کرنے والوں پر ضروری ہے احتات اس کے مکلف نہیں ہیں۔

ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ آذانِ مغرب کے بالکل متصن جماعتِ شروع کرنا از فرض ہے نہ واجب۔ چون رحمتیں اگر آذان و جماعت کے درمیان حائل بھی ہو جائیں تو کسی شوف یا واجب کے نزد کا لگانا لازم نہ ائے گا۔ اب افطار کے سلسلے میں چند لوگوں کی تاریکر دینا ایسا مشکل نہیں کہ اس پر محنت و تکرار کا دروازہ ٹھوول دیا جائے۔

مسجدیں متعدد لوگ آذان سے قبل آجائتے ہیں اور تھوڑی بہت افطار کی بھی ہرگز جاتی ہے۔ جملہ حاضرین اگر دوران آذان میں افطار سے فارغ بھی ہو جائیں تو ہر حال خود مذوق کے لئے چند ساعتیں ضرور درکار ہیں۔ کیا حرج ہے الگ آذان اور جماعت میں دو تین منٹ کا فصل ہی ہو جائے۔ ہاں اس فصل کو برکتِ طرح پھیلنا نہیں چاہئے۔ پریٹ تو بھرنا نہیں کے بعد ہی انتہا۔

حنفیوں کے نام پر انکوٹھے چونما

سوال علیٰ :- از الشدتا۔ سیالکوٹ۔

اکثر اجتماعات جمع اور دینوی قسم کے اجتماعات میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی زبان پر آتا ہے تو لوگ دونوں ہاتھوں کے انگریٹھے چوم کر ہاتھوں پر رکھتے ہیں اور بعض اپنی زبان سے اس کے ساتھی یہ کلمہ بھی ادا کرتے ہیں "قرۃۃ عینی پاک یا رسول اللہ" بڑے

خداوتوں میں معنوی اختیار سے کن قسم کا ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ دور جانشی ضرورت نہیں۔ آپ کا اپناءبدن ایک ہے تین ہاتھ ہے۔ فرض کیجئے آپ نارمل حالات میں اپنے ہاتھوں سے ایک انچہ موٹی سلاخ دہری کر دیتے ہیں۔ ایک ھنڈتھپھاڑا چلا سکتے ہیں۔ میں یہ گروہوں ایک لشست میں میں ڈالنے کی سکت رکھتے ہیں۔ اب ایک دن آپ کا پیر کری دھاردار جزے اس پر می طرح لٹا کر ہو کی تو بندھکی اور آپ نڈھاں ہو کر لستر پر کرے۔ کیا اس حالت میں بھی آپکے ہاتھوں کی وقعت کارکردگی وی رہے گی جو معمولاً تھی؟۔ بظاہر تو دونوں ہاتھ جوں کے ہوں ہیں ان کی ساخت، ان کی وضع، ان کے طول و عرض اور قطروں صفات میں کوئی فرق و تفاوت نہیں ہوا۔ وہ زخمی بھی نہیں ہوتے وہ ٹھیک دیکھے ہی ہیں جیسے کل تھے مگر جو آپ یہی دین گے کبھی الیت موجودہ وہ بھرپور کارکردگی کی الیت سے عاری ہو گئے ہیں۔

بس اسی طرح خداوتوں کے معنوی ضعف دوست کا معاملہ ہے۔ معاشرت و سیاست پر غلبہ طاغوت ہی کا ہر ترب بھی ہماری جماداتیں اور صفات ظاہری اور ہمیت ہے یہی کے اختیار سے وہ ٹھیک دیکھی ہی رہتی ہیں جسی کہ اسلامی فلپری و اقتدار کے باوجود میں ہو سکتی ہیں۔ مگر ان کی تاثیر اور قوتی عالم میں دیباہی ضعف پیدا ہو جاتے گا جیسا کہ ہاتھوں میں پیدا ہوئے۔ اسلامی سیاست روح تو نہیں سمجھ کر اس کے بغیر ایمان نہ دہی ہی نہ رہ سکے۔ لیکن یہ ضرور ہے جو جسم سے خارج ہو جائے تو اسی طبقاً خود تحریک ہتا ہے۔

رمضان کا ایک مسئلہ

سوال علیٰ :- از شیر صفا۔ شری ورد من (چہاراشٹر)

یہاں بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان میں آذانِ غرب کے بعد افطار کے لئے کچھ دیر پھر ناماں امام شافعی کے نزدیک مست نہیں ہے بلکہ اور دلوں کی طرح رمضان میں بھی آذان کے متصن بعد ہی جماعتِ شروع ہو جانی چاہئے۔ اس پر انھیں خاصاً اصرار بھی ہے۔

میں سایہ تک ہو جو دنیں کسی بھی بزرگ ہستی کا نام شنیدے
یا لپٹتے ہر — حتیٰ کہ خدا نے عز و جل کا نام لینے اور شنیدے
تیر کوئی مسلمان انگریز ٹھکنے نہیں جو متاحا لانکہ اس سے باطرکر
تعظیم و تکریم کا سختی کون ہرگا تو آئے آئی معلوم ہو گیا
کہ یہ طبع زاد طریق بدعوت ہوا اسرار پا چکر ہی حجج ہے بعثت
حرج نہ کھا لیں یعنی بدعوت ہوا اسرار پا چکر ہی حجج ہے بعثت
اس لئے کہ اس کا نصرف التراجم کیا جاتا ہے بلکہ جو اس
پر عامل ہے ہو اسے بد عقیدہ اور قابل ملزمت خیال کیا
جاتا ہے۔

خدراجانے وہ کون بزرگ ہوں گے جن کا حوالہ
بدعوت پس حضرات دیتے ہیں ہمیں تو مخلف کے نشانہ سے
علماء و صلحاء میں کسی کی سند ملی نہیں۔ یوں علاقائی سطح
کے علماء کا حوالہ الگران لوگوں نے کافی بھر لیا ہے تو علاقائی
سطح کے بعض "بزرگ" اور درودیں "زخمگان" اور جرس
سے بھی شغل فرمائے رہے ہیں۔

المختصر انگریز چوتھے من ایجاد ہندہ ہے۔ کل کو یہ
لوگ حضور کا نام مقدس لیئے والوں کے ہوتے چھٹے
کا بھی سلسلہ مشروع کر دیں تو میں یا آپ کا کر سکتے ہیں۔
علم و فہم کی بات تو یہ ہے کہ حضور صرکانا مائن سنکر درود فیضی
(صلی اللہ علیہ وسلم) اور جہل و ایجاد کی کوئی حدیث نہیں ہے۔

فضائل ذکر

سوال ۱: — اذابن وکیل۔ اعظم گڑھ۔

آج کل ہوا ناذکر یا صاحب شیخ الحدیث دامت برکاتہم
کی کتاب "فضائل ذکر" زیر مطالعہ تبلیغی جماعت کے
تبلیغی نصاب میں اس کتاب کو خاص مقام حاصل ہے اس
کتاب کے ذریعہ خود تبلیغی جماعت نیز تمام مسلمانوں کی دینی
تعلیم و تربیت کا کام لیا جاتا ہے اس کتاب کو طبقہ سے
عام طور پر تاشیہ بننا ہے کہ غالباً دین اسلام کی صحیح ترجیحی
اس کتاب کے ذریعہ نہیں ہو رہی ہے میں شے کی بناء پر
میں کوئی راستے قائم نہیں کر سکتا۔ میں ایک کم علم ادنی

بڑے علماء تک بے خود کرتے ہیں اور اپنے عمل کی خاموشی
زبان سے اس کی تلقین فرماتے ہیں۔ جب ان کے اس فعل کا
اصل مصدر و مأخذ دریافت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ
محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انہمار کے طور پر کہتے ہیں
فلان بزرگ نے ایسا کیا فلاں نے ایسا کیا کے حالات کے
دقتر کھول دیتے ہیں۔ لک ب دست کی روشنی میں اس سئے
کے متعلق روہنائی فرمائیں۔

اجواب:

اسی ایک بدعوت کی بات نہیں صد بادعتیں سی
زاور ٹنڈر کا توغمہ ہیں کہ فلاں بزرگ نے یوں کیا اور فلاں
بزرگ نے یوں کیا۔ بے شک بزرگوں کے اعمال واقعوں نے
ہدایت ہو اکرتے ہیں اور سعادت اسی میں ہے کہ اولاد
صاحبین کی پیروی کی جاتے، یکن و لایت و صاحبیت کے
سب سے بڑے امام اور بعد از خدا ائمہ خوبیوں کے بخط و ملحوظ
آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی فریان برداری سب
پرقدم ہے اور ہرگز کوئی کام مرکب و تواب کا میو جب
نہیں ہو سکتا اگر حضور صرف اہ اہمی دایی نے اسے اٹھ ولناہ
مقترار دیا ہو۔

محبت و عقیدت ظاہر کرنے کے لئے اگر انگوٹھا چشم
کر آنکھوں سے ملنا ہمارے معاشرے میں ایک معلوم و معروف
رسم کے طور پر موجود ہوتا تو بے شک ہم مستور طریق کو یاد
نہ کہتے کیونکہ بدعوت کا اطلاق دینی امور میں ہوتا ہے نہ کہ
دنیا و می آداب و رسوم میں۔ بخلاف حضور علیہ المصطفیٰ و السلام
سے طریقہ کر کوئی تعظیم دشکنی کا سخت ہو سکتا ہے۔ یہی سمجھا
جاتا کہ انگوٹھا چشم کر آنکھوں سے لگانا چونکہ محبت و عقیدت
کی علامت کے طور پر راجح ہے اور دو اچ الگ کسی حکم مشرعي
سے مگر اتنا نہ ہو تو اسے اسلام نے مباح فرما دیا ہے۔ اہنہا
حضرتؐ کے ذکر پر تو یہ علامت مشدود مدرک ساختہ ظاہر ہوئی
ہی چاہئے۔

لیکن ہم کہتے ہیں — اور خود ہم انگریز ٹھکنے والے
بھی دیکھتے ہیں کہ ایسے کسی دو اچ اور طور طریق کا معاشرے

ہوں اس لئے کسی صاحب علم کی طرف رجوع کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اس کتاب میں بحاجات فتوہت ہیں، میں کیا کیا چیزیں نقل کر دیں، لیں چن منشائیں درج کرتا ہوں راس کے بعد ساری سے متعدد اقتباسات نقل کئے ہیں۔

جیسیں بخوبی طوالت حذف کیا جاتا ہے)

الحوالہ :-

شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد ذکری ایضاً کی بعض کتابیں جمع نہیں دیکھی ہیں۔ ان کے علم و قضل، تزہد و درع اور علی باللہ کے کیا تھے۔ وہ سلف صاحبین کی یادگار اور اپنے خاص رنگ کے اہم زمانہ ہیں۔ ہم جیسے ہے اپنا عنوان کا منصب ہیں کہ ان کے باقی میں زبانِ نقد دراز کریں۔

لیکن اس فرضیہ جواب دیکی خاطر جسے ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے بس اتنا ہی عنصیر کیلئے کہ حدود حضرت مسلمی فی جماعت سے والبستر ہیں اور اس جماعت کا طریق کارا در لصب العین جس لیغ کا مزاج و ذہن تیسا رکتا ہے اس کے لئے حدود کی کتابیں کارا تر اور موثر ثابت ہو رہی ہیں۔

آپنے مُسنا ہو گا محدثین نے ہزاروں نہیں لاکھوں روایات میں سے فقط جن ہزاروں نہیں اپنے مصنفات میں جمع کیں اور باقی کو اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ قابل اعتدال نہیں ہیں۔ اب اتنا بڑا فال توڑ جبرہ ہوا میں تو تخلیل نہیں ہو سکتا تھا۔ لامحال دوسرے لوگوں نے اپنے پیٹے ظرف اور ضرورت کے مطابق اسے استعمال کیا اور مسلمانوں میں تصحیح و تفسیر روایات کے ساتھ مکروہ اور ممنوع روایاتیں بھی حدیث کے نام سے خارج قبول ہمالی کرنی رہیں۔ سوچیں کا ڈھنگ بعض اچھے بزرگوں نکل کا یہ بن گیا کہ جس طرح و عظاویں کے لئے طبعزاد قسطے کہاں کا سنا کوئی بری بات نہیں اسی طرح ایسی خدیر بھی نشر کرنا پچھہ بُری بات نہیں جو علم و فن کی کسوی طب پر چلے رہا۔ رانگ ہوں لیکن شستہ والا ایکیں نکر نیکی

کی طرف مائل ہو جائے۔ چنانچہ بے شمار ناقابل اعتماد و ایتیں ایسے ہی بزرگوں کی بھیانی ہوتی ہیں جن کے اخلاق و تقویٰ کی قسم کھاتی جا سکتی ہے اور جو واقعہ اخلاق و عبادات کے زندہ پیسکر ہے۔

شیخ الحدیث مذکور، علم الحدیث کے بھی شناور ہیں۔

اپنیں رجال کے فن اور حجج و تعلیل کی نیزاں کوئی پرستادہ نہ عبور حاصل ہے اس کے باوجود ان کی تحریروں میں الگ ضعیف موضع اور یہ بیان دیروں ایتیں نہ راوی کے ساتھ ملتی ہیں تو اس کی وجہ وہی طرز فکر ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔ وہ دین ایسی صالحیت اور خدا پرستی کا جو تصویر رکھتے ہیں اس کے نزدیکیں تمام مددیات اکسیر سے کم نہیں ہیں جن میں کشف و کرامت کے جو ہی ہوں، خواب اور کرنٹے جلوہ طراز ہوں اور نکلشفل کی پر امن راہ سے فردوس کی منزل تک پہنچایا گیا ہو۔

عامل جواب یہ بھی ہے کہ اسلام کا جو تصویر خود آپ کی سماں میں تصحیح تر ہے آپ اسی کے مطابق جید و عمل کئے جائیں۔ دوسرے لوگ اسے تصویر کے مطابق کام کرتے رہیں گے لیکن اسے کچھ حلال نہیں۔ دلوں میں الگ اخلاقیں پیدا ہو جائے تو کوئی ان اخلاقیات کے باوجود ایکی مقصودی اعلیٰ کے لئے ہم سب پھر نکل جاؤ ضرور کر سکتے ہیں۔ دادا اللہ الموقن۔

ایک آیت پر شبہ

سوال :- از عبد الرحمن بحسادی - احمد آباد۔
قرآن کریم کے ایک ایک لفظی صورت پر یہ مجب مسلمانوں کا یہاں ہے۔ عام اس سلسلہ اس کی عکسیوں اور مصلحتوں کو جھیں یا نہ۔ جھیں قرآن نے ہمیں کی صفت ہی بھی بتائی ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں یوْمَنَوْلَهُ الْغَيْبِ لیکن جیسا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ وصیاناً یقُلْ تَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ (سورہ بقرہ و کو۴) ۱۳۵ ایمان و اسلام کے نامی نہیں ہے بلکہ مزید اطمینان تکب حلال ہوئے یہ ممکن قدری ہے کہ اس طرح قرآن حکیم کی سورہ لفہمان کے آخر کی آخریں جن پاچ باتوں کے متعلق علم کی غیر اللہ

رہتی ہی ہیں۔ اگر بعض دیرینہ فارسیں بھی تجھی سے طلبہ حداکہ انہیں پرہنس ہو سکتے ہیں تو ایسے تم اپنے ہی خلوص کی کی اور اپنے ہی طریق عمل کا شخص سعیم کرنے اللہ سے مزید اثر و اصابت کی دعا کرس گے۔

اس تہذیب کے بعد اپنے شہر کا جواب منئے:-

سورة الفاطم کے احتمام پر حجج کما الگایت وہ یہ ہے:-

إِنَّ اللَّهَ عِنْدُهُ عِلْمٌ
يَعْلَمُ أَنَّكُمْ كُوْلَمْ
كَبِيرٌ فَلَا يَعْلَمُ الْعِيْتَ
الشَّاغِفَةَ وَيَعْلَمُ الْمُعْتَ
دَيْعَلَمُ مَا فِي الْأَرْضِ حَامِ
وَمَا تَأْتِيُنَّ بِنَفْسٍ مَّا
ذَاتَكُسْبُ غَدَادَ وَمَا
شَدَرَ فِي لَفْسٍ سَاءِيَ
أَرْضٌ شَمُوتُ اِنَّ
اللَّهَ عَلِيمٌ فَخَيْرُهُ
رَحْمَةٌ وَلَا سُوءٌ

ہمارا خیال ہے کہ جو غیر منطقی انداز نظر آپ نے اختیار کیا ہے اس کی رو سے تو فقط دو بانوں ہی پر ہیں آپ کو چار بانوں پر یکسان بالجھن پیدا ہوئی چلائے ہیں ایک علم قیامت کے علاوہ چاروں ہی چیزیں آتیں ہیں جیسی کہ ہوئی ہیں کہ ان کے بالے میں ویسی ہی تشكیل ظاہری جا سکتی ہے جیسی آپنے دو کے بالے میں کی ہے۔ آج کیا ہم میں سے ہر حصہ اتنے والے کل اور پرسوں کے لئے چھسہ ادا نے کچھ پر وکر ہم نہیں رکھتا۔ ہم میں سے بعض تو مستقبل کے لئے ایک بلما جوڑا خاک بنانے کر رکھتے ہیں۔ حکومتیں بلان بناتی ہیں۔ ادارے منصوبے ترتیب دیتے ہیں۔ پھر سریں سب رو بکار بھی آتا ہے۔ کبھی عین میں پر وکر ہم کے مطابق کبھی مخطوط سے فرق کے مانند۔ تو باوقس اور صاف الدرجام کی طرح آپ کو مادری نفس مَادَ اتسکب غَدَادَ پر بھی شبہ وارد کرنا چاہئے تھا۔

اور جو تھی یات۔ یعنی کون کہاں مرے گا۔ یہ بھی متعدد سورتوں میں تشكیل کامور دفتر اپا سکتی ہے۔

سے نفع کی گئی ہے، لیکن ہماری آنکھوں میں خاک پڑے جو کو تو دو یا تین بظاہر اس کے بر عکس نظر آتی ہیں۔ جیسا کہ یا رش کے متعلق اخبارات میں پیش گئیاں شائع ہوتی ہیں وہ صحیح ہوئی ہیں (اگرچہ شاذ و نادر ہی) اور دوسرے یہ کہ بعض لوگ قیاس اور چند مخصوص دوہات سے بتاتے ہیں کہ حاملہ کے ہم میں لٹا کا ہے یا الٹی حالت کی بہت کم صحیح ثابت ہوتا ہے۔ اس میں بظاہر جو تھا انداز نظر آ رہا ہے اسے دور فرمائیے۔ بھجہ قرآن کی صفات پر یا ہمان ہے پھر وہی ہمیں کی خاطر المعنیات والدار ہم کا ہر ارشاد ہمارے حجود عقول و ادراک سمجھ سکیں۔

اجوابات:-

چہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے آپ تجھی کے دیرینہ قاری ہیں۔ پھر بھی اگر اس طرح کی معقولی الحسنوں کو خود ہی محو کرے سے خور و فکر سے رفع کرنے کی طہیت آپ میں پیدا ہیں ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تجھی میں سے تم آپ کی حد تک لپٹنے کا رہیں ناکار درہ۔ ہم نے تجھی کو شروع ہی سے منقول و معقول کا ایسا بھجوں بنانے کی طہی کی ہے جو قارئین کے اندر منتظر تدبیر کی روشن صلاحیتوں کو شوہد نمایا اور وہ رفتہ رفتہ خود ہی اس کے اہل ہر حماقیں کیش آمدہ سائل میں عاقلانہ انداز نظر اختریا کر سکیں۔ چہاں تک ہمیں معلوم ہے ہماری سعی کلیہ تو ناکام نہیں رہی۔ بیشتر لوگ ایسے ہیں جو اگرچہ دینی علوم کے کسی باطنی اصطلاح سے بہرہ ور نہیں، لیکن تجھی کے سبق مطالعے اسکے ذمہن کا ایک ایسا سچی تیار کردیا ہے جو صحیح کو غلط سے اور حق کو باطل سے محیث کر لینے میں بڑا احساس سے۔ وہ بیشتر مسائل میں اپنی ہی بصیرت پر مستقیم تباہ تک پہنچ جاتے ہیں اور باطل و مسواد و تصورات کو تبیین نہ کرنے میں ان کے قلب دلاغ کی دہی حالت پہنچنی سے جو بھی ہضم نہ کرنے کے معاملہ میں صحت مدد مددے کی ہوتی ہے۔

پھر بھی انسان کی مسامی تو بہر حال ناقص ناتام

اب آپ کو معلوم ہے کہ کسی سبب و علت کا مشاہدہ کر لئے کے بعد اس کے نتیجے کا اور اس کر لینا علم غیب نہیں کہتا بلکہ اسے بغیر مراتب مشاہدہ، تحریک، ایساں، تحریر اور سامنے نہیں کہتے۔

مثلاً ایک چھٹے پر پانی کی کیستی چڑھتے دکھلے کہہ سکتے ہیں کہ جن منطق بعده سکتی ہیں سے بھایا ترقیتی۔ کسان کو زمین پر ہل چلاتے یہ دکھلے کر قریب سکتے ہیں کہ دو ماہ بعد ہمارا یہ میت نہ رکھے گا۔ قمری دو تاریخ کو آپ عوامی کہہ سکتے ہیں کہ چودہ گی رات کو خوب چاندی ہو گئی جنوری میں آپ اطلاع دے سکتے ہیں کہ مہیٰ جون کی چھٹیوں میں آپ کا بھائی طڑک رکھے گا۔ ہمیں قبل آپ بتا سکتے ہیں کہ انکے فلاں فلاں ہمیں ہوں یہ جاڑا بڑے گا۔

ان سب صورتوں میں یقیناً آپ ایسی باتیں بتا رہے ہیں جو حال کی نسبت سے "غیب" ہیں اور اکثر ویشنران میں آپ سچے ہی ثابت ہوں گے، لیکن کیا ہمیں "پیش کوئی" لہاچاۓ گا؟ کیا ان پر علم غیب کا اطلاق ہو سکتا ہے؟

ظاہر ہے کہ نہیں اور سچر گز نہیں۔ اثر نے عقل فہم، حواس، دیدان اور شور دیتے ہی اسی لئے ہیں کہ انسان علت سے معلوم، سبب سے معلوم اور موثر سے آثر کا علم حاصل کرے۔ ایسے علم مرغیب دانی کا اطلاق نہیں ہوتا، اور سورۃلقمان یا کسی بھی سورۃ و آیت میں ایسے علم کی نفعی نہیں کی گئی ہے۔

آپ ارش اور دریگر ہمیں پیش کوئی ہوں کی بابت، غور تریجے۔ یہ "پیش کوئی" دراصل اس لئے کہلاتی ہیں کہ اس باب و علی کے مسلموں کو ہماری تھی آنکھ اتنے فاصلے سے نہیں دیکھیا تھی حتیٰ فاصلے سے بعض آلات کی آنکھ دیکھ لیتی ہے۔ "زادِ رُکَّا" کا نام آپ نے سنایا گا۔ یہ بہت دور سے طوفان کے آثار و علامت دیکھ لیتی ہے اور اسی کی جنس سے ایک ایسا آل بھی ایجاد ہو جکا ہے جو ہماری جہازوں کو سیے شمار فاصلے سے دیکھ لیتا ہے۔

مشنادق یا سلطان یا کسی بھی جہلک مرض کے ایک مرعنی کو اپنے یہاں کے کسی خراطی ہسپتال میں اپڑتا رکھتے دیکھ کر اپنے پیش کوئی کر سکتے ہیں کہ یہ سماں سے شر ہساوں ہی میں انتقال کرے گا۔ یا ایک اسے شخص کے باسے میں جس نے قسم طہاری ہو کر میں اپنے شہر سے باہر قدم نہیں نکالوں چاہا آپ فیصلہ شے سکتے ہیں کہ یہ ہمیں رکھ پ جائے گا۔ پھر یہ فیصلہ اور اول الذکر پیش کوئی اکثر حالات میں درست بھی ثابت ہو گی تو کیا چاروں ہی امور۔ آپ کے انداز نظر سے اعتراض کا ہدف نہیں ہو سکتے ۹

محترم اپنے آیت کو صحیح۔ اس آیت کی شان نزول حدیث میں یہ مذکور ہوئی ہے کہ ایک سائل نے اکھی پاچ باتوں کے باسے میں سوال لیا تھا جن کا ذکرہ اس آیت میں ہوا۔ اہنہا یہ نہ سمجھنا چاہتے کہ لب پر پاچ ہی چیزوں ایسی ہیں جن کا علم انسان کی گرفت سے باہر ہے یا تمام چیزوں اس کے دامنة علم میں ہیں۔ نہیں۔ ان کے علاوہ بھی یہ شمار عجیبات ہیں جن تک انسان کی رسانی ممکن نہیں۔ البتہ ان پاچ کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ حدیث میں اکھیں مقام صحیح الغب کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم کو اپنے ساتھ تحفوص فرماتا ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان اس باب و آثار کا مشاہدہ کرنے بغیر ان کے بلکہ میں کوئی یقینی پیش کوئی نہیں کر سکتا۔

آپ کے ساتھ ہے کہ کائنات کے تمام حادثات و داعقات اس بات علی کی طور پر بندر ہے ہر سے ہیں۔ موت مرض، بارش، آندھی، طوفان، زلزلہ، گرمی سردی، کون سی چیز ہے جس کے لئے قدرتی اس باب و علی کے مسلم پیدا نہیں ہرمائے۔ جتنی کہ جن حادث کو تم اتفاق پر محروم کرتے ہیں وہ بھی اصل سبب و علت ہی کے ایک متحرک مسلم کا طبعی و قدرتی تنجیم ہو اکرتے ہیں جن کی تہرات کے نتائج پانے کے باعث ہم اکھیں "اتفاق" کا نام دیتے ہیں

اب آپ کو معلوم ہے کہ کسی سبب و علت کا مشاہدہ کر لئے کے بعد اس کے نتیجے کا اور اس کر لینا علم غیب نہیں کہتا بلکہ اسے بغیر مراتب مشاہدہ، تحریک، ایساں، تحریر اور سامنے نہیں کہتے۔

مثلاً ایک چھٹے پر پانی کی کیستی چڑھتے دکھلے کہہ سکتے ہیں کہ جن منطق بعده سکتی ہیں سے بھایا ترقیتی۔ کسان کو زمین پر ہل چلاتے یہ دکھلے کر قریب سکتے ہیں کہ دو ماہ بعد ہماری طاقت اور اسے گاہ تحریک دو تاریخ کو آپ عوامی کر سکتے ہیں کہ چودہ گی رات کو خوب چاندی پر گی جنوری میں آپ اطلاع دے سکتے ہیں کہ مہیٰ جون کی چھٹیوں میں آپ کا بھائی طکرائے گا۔ ہمیں قبل آپ بتا سکتے ہیں کہ انکے فلاں فلاں ہمیں ہوں یہ جاڑا بڑے گا۔

ان سب صورتوں میں یقیناً آپ ایسی باتیں بتا رہے ہیں جو حال کی نسبت سے "غیب" ہیں اور اکثر وہ پیشتر ان میں آپ سچے ہی ثابت ہوں گے، لیکن کیا ہمیں "پیش گئی" تکہا جائے گا؟ کیا ان پر علم غیب کا اطلاق ہو سکتا ہے؟

ظاہر ہے کہ نہیں اور سچر گز نہیں۔ اثرب نے عقل فہم، حواس، دیدان اور شعور دیتے ہی اسی لئے ہیں کہ انسان علت سے معلوم، سبب سے معلوم اور موثر سے آثر کا علم حاصل کرے۔ ایسے علم مرغیب دانی کا اطلاق نہیں ہوتا، اور سورۃلقمان یا کسی بھی سورۃ و آیت میں ایسے علم کی نفعی نہیں کی گئی ہے۔

اب ارش اور دیگر ہمیں پیش گئیوں کی بات، غور تریجے۔ یہ "پیش گئیاں" دراصل اس لئے کہلاتی ہیں کہ اس باب و علی کے مسلمین کو ہماری تکمیل کے انتہے فاصلے سے نہیں دیکھا جاتی حتیٰ فاصلے سے بعض آلات کی آنکھ دیکھ لیتی ہے۔ "زادِ رُک آنکھ" کا نام آپ نے سنایا گا۔ یہ بہت دور سے طوفان کے آثار و علامت دیکھ لیتی ہے اور اسی کی جنس سے ایک ایسا آنکھی ایجاد ہو جکا ہے جو ہماری جہازوں کو سیے شمار فاصلے سے دیکھ لیتا ہے۔

مشنادق یا سلطان یا کسی بھی جہلک مرض کے ایک مرعنی کو اپنے یہاں کے کسی خراطی ہسپتال میں اپڑتا رکھتے دیکھ کر اپنے پیش گئی کر سکتے ہیں کہ یہاں کے شرکھساوں ہی میں انتقال کرے گا۔ یا ایک اسے شخص کے باسے میں جس نے قسم طبی ہو کر میں اپنے شہر سے باہر قدم نہیں نکالوں چاہ آپ فیصلہ شے سکتے ہیں کہ یہاں ہر کھپ جائے گا۔ پھر یہ فیصلہ اور اول الذکر پیش گئی اکثر حالات میں درست بھی ثابت ہو گی تو کیا چاروں ہی امور۔ آپ کے انداز نظر سے اعتراض کا ہدف نہیں ہو سکتے ۹

محض اپنے آیت کو صحیح۔ اس آیت کی شان نزول حدیث میں یہ مذکور ہوئی ہے کہ ایک سائل نے اکھی پاچ باتوں کے باسے میں سوال لیا تھا جن کا ذکرہ اس آیت میں ہوا۔ اہنہا یہ نہ سمجھنا چاہتے کہ لب پر پاچ ہی چیزوں ایسی ہیں جن کا علم انسان کی گرفت سے باہر ہے یا تام پیش ہیں اس کے دامہ علم میں ہیں۔ نہیں۔ ان کے علاوہ بھی یہ شمار عجیبات ہیں جن تک انسان کی رسانی ممکن نہیں۔ البتہ ان پاچ کو یہ اہم تر حاصل ہے کہ حدیث میں اکھیں مقام صحیح الغب کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم کو اپنے ساتھ تحفہ صرف راتی ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان اس باب و آثار کا مشاہدہ کرنے بغیر ان کے بلکہ میں کوئی یقینی پیش گئی نہیں کر سکتا۔

آپ کے ساتھ ہے کہ کائنات کے تمام حادثات و دوائع اس بات علی کی طور پر بندھے ہوئے ہیں۔ موت، مرض، بارش، آندھی، طوفان، زلزلہ، گرمی سردی، کون سی چیز ہے جس کے لئے قدرتی اس باب و علی کے مسلم پیدا نہیں ہرمائے۔ جتنی کہ جن حادث کو تم اتفاق پر محظوظ کرتے ہیں وہ بھی اصل سبب و علت ہی کے ایک متخل سلسلے کا طبعی و قطري نتیجہ ہو اکرتے ہیں جن کی تہرات کے نتیج پانے کے باعث ہم اکھیں "اتفاق" کا نام دیتے ہیں

ایسی ہی وہ جاتی ہے بیسے ہم اور آپ ہوا میں نبی حموس کو کہ کے "فیضی" اطلاع دیتے ہیں کہ تمہیں بارش پوری ہے یا کائے کائے بادل دیکھ لے کہ دتے ہیں کہ بارش آئے والی ہے۔ لیکن اگر یہ اخباری پیش گوتیاں صدقی صدر درست بھی ثابت ہوا کہ تین تباہی آیت قرآن کے لئے ان میں کوئی پیش نہ پوتا گیونکہ اس کا مطلب صرف یہ ہوتا کہ بارش ہونے کے قطعی اسباب و عمل کا مشاہدہ کرنے والے آلات پتھر ہونے کے ہیں۔ قرآن یہ نہیں کہہ رہا کہ انسان کی بھی اسی وجہ میں بارش ہو گئے نہ ہو زیکا یعنی خصلہ نہیں دے سکتا۔ اس سے تو سورۃ الحمان میں صرف اتنا اہل ہے کہ اللہ ہی بارش نازل فرماتا ہے۔ تفسیر کا سہارا لے کر فرموم یہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ بارش کب کہاں کتنی ہو گی یہ اللہ ہی کے علم میں ہے۔ یہ تو اس نے نہیں کہا کہ جب اللہ کسی قطعہ ارض پر بارش برداشت کا خصلہ کرنے کے بعد مسلسل اسباب کو حرکت میں لے آئے اس وقت بھی کوئی انسان ان اسbab کا مشاہدہ کر کے اور اسرا در عالم دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتا کہ بارش ہو گی یا نہیں ہو گی اور ہو گی تو زیادہ یا کم۔

کائنات میں بعض قوانین طبعی یا یہ ہیں جو واضح ہی ہیں اور اُنہیں۔ مثل جاندار سورج کا نظام حرکت۔ موجودوں کا القابض۔ آگ۔ یا انی ۔ ہوا وغیرہ کے بعض خاص۔ ایک شخص پورے سال کے لئے پیش گوتی کر سکتا ہے کہ کس کس دن کے بچکرے منٹ پر سورج طلوع اور غروب ہو گا۔ یا وہ ہزار بار دعویٰ کر سکتا ہے کہ پانی کو آگ پر چڑھا دیجے لازماً بھاپ اڑیجی۔

لیکن بعض قوانین غیر واضح اور بحیرہ بھی ہیں۔ ان کا علم وادر آگ ہر ایک کے بس کاروگ نہیں۔ اب اگر بعض لوگ محنت کر کے ان میں سے بعض کا علم ختم کر لیں اور ان کی بنیاد پر ان شایخ کا مشکل اعلان کر دیں جو قدرت نے ان قوانین سے والستہ کئے ہیں تو عاجی بے خبری کے تعلق سے تو یہ شک یہ اعلان "پیش گوتی" قرار پائیں گے۔

ثیرہ دوسری وجہ ان کا نام "پیش گوتی" رکھنے کی یہ ہے کہ ہم عام لوگ طبعی متعارف اور عناصر کے فعل و انفعال کی مشق سے واقف نہیں ہیں۔ لہذا اجنبیاں فن آلات کی مدد سے آثار و اسباب کا مشاہدہ فرمائ کر معلمہ اور متوقع شایخ کا اعلان کرتے ہیں تو یہیں یہ "پیش گوتی" ہی نظر آتی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ پیش گوتی یہیں سی ہی ہے جیسے آپ چڑھے میں آگ روشن ہوتے دیکھر "پیش گوتی" فرمادیں کہ چڑھے پر چڑھا ہوا یا نیک پھر دیر بعد بھاپ بن کر اڑے گا۔

دوسری تاہم چڑھوں کی طرح بارش بھی اسbab و عمل کے ایک سلسلے سے مرتو ہے۔ ہم عام لوگ بھی جو طبعیات کے قوانین اور عناصر کے فعل و عمل کی مائن سے باخبر نہیں۔ اتنا ترجمتے ہیں کہ بارش یا کامی آسمان سے نہیں پھٹ پڑتی بلکہ بادل آتے ہیں اور بادل بھی دفعتہ تھنایں پیدا نہیں ہو جاتے بلکہ ہوا میں اکھیں دوڑ سے آڑاکللاتی ہیں اور ہوا میں بھی بعض اور قوانین طبعی کے تالع ہیں۔ اب جو لوگ باقاعدہ طبعیات کا عالم حصل کرتے ہیں اکھیں تو کہیں زیادہ لگرے آثار و عمل کا علم ہونا ہی چاہتے۔ وہ بحریات اور الامات انی مدرسے آثار و عمل کا پتہ لگاتے ہیں اور پھر انہی کے مطابق متوقع شایخ کا اعلان کر دیتے ہیں۔ ان میں اور ہم میں بس ایسا ہی فرق ہے جیسے تیرداستے ہمیں بیٹھا ہوا درآسمان صاف نظر آتے تو وہ نہیں کہہ سکتا کہ عنقریب بارش ہو گی لیکن بکر جو ایک کھلے میدان میں ہے اور دیکھ رہا ہے کافی پر کائے بادل منڈلا رہے ہیں اور بھی ہوئی ہو اتریزی سے چل رہی ہے کہہ سکتا ہے کہ تجھ دی بعد بارش ہو جائے گی یہ کھٹک لغوی معنوں میں تو پیش گوتی ہے، لیکن قدر آن اس کی نفعی نہیں کہ تا لگنہ اصل پیش گوتی نہیں ہے بلکہ سب سے صعب اور عملت سے مطلعوں کا یقان سے۔ اب تسلیم کرتے ہیں کہ بارش سے متعلق اخباروں کی پیش گوتیاں ہمیشہ درست ثابت نہیں ہوتیں پھر قوانین کی خیانت بس

کہیں گے جو پہلے کہہ چکے۔ یعنی حملہ آدمی کو اس خداوند قران
ذہنی کے ذریعے آثار و علامت کے تو سلطے میں ہو وہ رعلم
غیر اہم لایا ہے تر قرآن اس کی فہمی کرتا ہے۔ قرآن غیر اللہ کے
لئے فہمی کرتا ہے علم غیر کی اور علم غیر کہتے ہیں قوائے
ذہنی اور سلسلہ اسابکے بغیر کسی شے کے علم و ادراک کو۔
بعض ایسے علم جو حصیں کشف و الہام سے مسحوب کیا جاتا ہے وہ
بھی بعض قوائے جسمانی ہی کا توسط لئے ہوتے ہوئے ہیں۔ یہ
الگ بات ہے کہ ان پر اسرار اور تحقیقی ترقاوائے کا ہمیں علم
نہ ہو، مگر امتنیں الہام و کشف، جادو، سحر نرم یہ رب انسان
کی تحقیق صلاحیتوں ہی کے طور پر یہ اس فرق یہ ہے کہ ان صلاحیتوں
کو ترقی دینے کے بعض ذرائع شریعت میں مباحث ہیں اور بعض
حرام۔

حضرت کی حیثیت

سوال ۴۔ (ایضاً)

حضرت کی حیثیت اگر ہوئے، پہلی یادوں کے علاوہ کسی
دھات کی ہوتودہ پہنچا مرد کے لئے کہلے ہے۔ میں جانتا ہوں
کہ ”تجھی“ کے قبیلی صفات کو ایسے طبق قسم کے سوالات میں خالع
کرنا ٹھیک نہیں ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ یہ شکل پڑھی ایسیست
پاگیا ہے۔ اس سلسلے میں دارالعلوم دیوبن سے دریافت کرنے پر
معلوم ہوا کہ سونے کے علاوہ جائز ہے۔ لیکن احمد آباد کے
دارالعلوم شاہزاد عالم کا فتویٰ ہے کہ ”مشعر“ ممنوع ہے۔ اور اسی
دارالعلوم کا دوسرا فتویٰ یہ ہے کہ ”احکام شریعت حصہ دوم
صفویہ“ کی بحارت یہ ہے کہ حضرت اکیزیز خانزادی کی حضرت کو
حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزوں ممنوع کی گئی ہیں انکو
پہنچنے کا خارج اور امامت مکروہ تحریکی ہے۔ اس سلسلے میں پہنچنے
تھیں سے مشروف کیجئے اگر مناسب صحیحیں تو نقد کی مشہور کتاب
شامی جلدیم فصل للبس بھی دیکھ لیجئے۔

ایجاد:

حدیث میں صرف انکو ٹھیک کے باقی میں تو آیا ہے کہ
عورت کو سونے چاندی کی اور مرد کو چاندی کے سو اکسی دھات

لیکن اصل اس کی حیثیت وہی ہوگی جو آپ کے اس قول کی بڑی
ستی ہے کہ فلاں ہیجنے میں دن ھٹھنا مترخ ہو جائے گا اور
فلاں تاریخ کو چاندی پوری آب و تابے پکے گا۔

حال برکت ممکنی میں گوشیاں تو قدرت کے پیداوارہ اتنا
وہ اسابد دیکھ کر ہی کی جاتی ہیں اور یہ ہمیشہ درست ہی ثابت
ہوں تب بھی ان کا ادنیٰ تعلق اس علم سے نہیں جبکی تحقیق
قرآن نے کی ہے بلکہ اس نظر و تدبیر اور عقل و استدلال سے
ہے جس کی دعوت خود قرآن بار بار دیتا ہے۔ گھر حس صورت
میں یہ ہمیشہ درست بھی ثابت نہیں ہوتیں تو کہناں چاہیے
کہ انسان باوجود عدم ترقی کے ابھی تک اس منزل میں بھی پہنچ
پہنچا کر کوئی موٹے وائیں فطرت اور اسابد عمل کے مسلسل
کا ٹھیک ٹھیک ادراک کر سکے۔ وہ آثار و علامت سے بھی
ہمیشہ تحقیقی تاخیج نہیں حاصل کر سکتا تو آثار و علامت کے بغیر
یوں تک جان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کب کہاں کس مقدار میں وہ
بر سلسلے گا اور کب کہاں بار لوں کی مریل میں کے باوجود یہاںی
زمیں ایک ایک طریقہ آب کو نہیں گی۔ سب صحائفہ ملک اعظم
شاہنشہ۔

شکم اور کے سلسلہ پر اب کچھ کہنا شاید تحسیں حاصل ہی ہو۔
تحقیقی اور قیاس کو اللہ نے منع نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ تھاوار ایسا
ہمیشہ غلط نہ لے گا۔ زید کہہ دے کہ فلاں عورت کے بطن میں
لڑکا ہے اور بھر کہنے کے لڑکے کے لازماً ایک ایک کا
قیاس درست ہی نہ لے گا۔ پھر ایک تیر اسی آدمی یوں کہا رہے
کہ نہ لڑکا ہے نہ لڑکی بلکہ سات پا یا چھلکی کی شکل کا مرضیہ گوشت
ہے تو یہ قیاس بھی درست نہیں کیا جائے۔ آخران قاں میں راتیوں
کا انتہ آئی بیان سے کیا تعلق۔ قرآن علم یقین کا تذکرہ کر رہا ہے
آپ خود مانتے ہیں کہ نافی البطن کے بالائی میں پیش گوئی بہت
کم درست ثابت ہوتی ہے پھر بھلا علم۔ اور وہ بھی عالم
یقین کا سوال ہی کہاں پیدا ہوا۔ یہیں تو انسا بھی عالم ہے
کہ ساریں اپنی تمام تر ترقوں کے باوجود آج تک ایسا لہیں
ہیا سکی جو پیٹ کا حال بتائے کہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ لیکن الگ ازاں
علامت کے بل پر کوئی بتاہی نہیں اور اس کا ہنڑا درست نکلے تو یہی

بلکہ بڑے تھوڑے و داعظ وہ پیر وہ استاد اور وہ صفت ہیں جنہیں دین و مذہب کا سچا عالم اور رہنماء حکمران مسلمان ان کے سچے پتھے ہیں۔ ان کے دامغون میں شیطان نے اپنا ملخ اٹا رہا۔ اور انھوں نے اپنے کالے دامغ عالم کی طبوط ہیوں میں آتا رہتے۔ سیدنا شاہ عبدالقدوس جیلانی ہیوں با وہ دیگر اولیاء اللہ

جن کے ناموں کی آخری طرح طرح کی بدعتیں گھٹلی گئی ہیں، فتح بفتح جھوٹ پھیلادیتے گئے ہیں اور گوناگون خرافات و غوث کو دین سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ یہ سب بزرگ و اعظم بزرگ ہے، انھوں نے دنیا کو اپنے اپنے انداز میں صرف الیسی ہی تعلیمات دین جو تھا مصلحت توحید کے مطابق اور قرآن و سنت کی بدایات کے موافق تھیں لیکن جس طرح حضرت عینی میرہ السلام کو نصرانیوں کی ضعف الاعتقادی اور ذہنی جی نے نہود بالشنداد کا بیٹا بنا لیا اسی طرح بہت سچے فہم اور توہم پرست مسلمانوں نے ان بندگوں کو کچھ سے کچھ بیاڑا۔ شیطان بے حد جا لائے۔ وہ ایسا دا جہر تکب زمین چھاتا ہے کہ اچھے رجھے ہو شتم اس میں چھنس جلتے ہیں۔ جن لوگوں کو وہ دیکھتا ہے کہ محل محیثیت تو وہ اختیار نہیں کر سکتے اور ان کا دینی مزارِ حق و حجتوں کی طرف مائل نہیں ہو سکتا ان کے لئے وہ دین ہی کی راہ سے طریقہ دشکل کی گمراہیوں کا جال بھاتا ہے اور اکثر کو جھاٹن لیتا ہے۔

اویس ارشدی علو آمیر عقیدت رسول اللہ کی شرک آؤں محبت اور مقدس شکل و پیش کے گراہ کن مشاقل و انکلاد اسی سلسلے تو حامہ مسلمین میں قبول عامِ حلال کر کے کہ ایکیں برسمتی سے بعض زہاد و صاحبین کی پشت پناہی حاصل ہو گئی۔ اب اگر اپنی نظر اس پروردگار کرستے ہیں تو انہیں خواہد فی خواہد عالم تو اس لئے وہ بابت اور دیوبندیت کی گاہی دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک تو فلسطین اعمال و اکار کا یہ سارا ملندہ عین ہیں ہی ہے اور بہت سے خواص اس لئے آنکھیں نکلتے ہیں کہ یہی من طہرت دین ان کے لئے دولت و جاہ کا شاہ دروازہ ہے اسی کی حقیقت بھل گئی تو دکانوں کی ساری روشنی ختم ہو جائے گی۔

بجزیہ الاسرار ہماری نظر سے نہیں لگری بلکہ لگتے ہیں جن کے دم سے اس طرح کی گمراہیوں کو روشنی حاصل ہو رہی ہے۔

گیارہوں منائی جاتی ہے سُطْرُ هُرْ قُرْآن خواتی ہوتی ہے دعویٰ میں تھوڑہ ہوتی ہیں۔ مٹھائیاں وغیرہ قسم کی تھیں اور اسی تھوڑے حصوں نیف و بیکت کی توقع کرتے ہیں اور حضرت شیخ کی کرامات ذوق و شوق سے تھیں ہیں اور آنے غفار سے انکار کرنے والوں کو وہابی دیوبندی وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں اور ان کو اولین اکرم کا دشن تصویر کرتے ہیں ایک ہم لوی صاحب نے اپنی تقریب میں مندرجہ بالآخری کی کرامات کا شدت سے انکار کیا اور اس قصہ کو جھوٹ اور من گھرست بتایا اور حضرات اولیاء کرام کے سچے فالخ دحالت کوہمنے سنائے اور ان کی بڑی بیات پر عمل پسرا ہمئے کی طرف توجہ دلاتی حضرت مولانا کی یہ باتیں بہت لوگوں کو ناگوار لگ رہیں۔

(۱) سوال یہ ہے کہ کیا یہ روایت واقعہ غلط ہے؟
(۲) کیا ایک مرتبہ مرنے کے بعد آدمی دوبارہ دنیا میں نہیں ہو کر باقاعدہ زندگی کی طرح رہ سکتا ہے اور پھر اس پر دوبارہ بیوت طاری ہو سکتی ہے۔
(۳) داعیین اس کرامت کے لئے بھجتہ الاسرار کا حوالہ دیتے ہیں۔

(۴) بھجتہ الاسرار میں یہ کرامت منقول ہے یا نہیں۔
(۵) سند کے ساتھ ہے بالغین کے اور منصب تبریز ہے یا نہیں۔
(۶) خود بجزیہ الاسرار کے متعلق میں نہیں وہور خیں کی تباہی ہے ہر بانی فرما کر اپنے قلمِ حقیقت رقم سے اس پر مفصل و ذیل دیں۔

الجواب ۹۔

جہاں تک علم و تہانت اور اسلامی اندیش نظر کا تعلق ہے وہ تمام سالانہ تقریبات جن کی کوئی تعلیم قرآن و سنت سے نہیں ملتی بہت وضاحت ہیں اور کرامتوں کے اکثر افاضوں کا من گھرست ہونا اتنا ہی خلا ہر سو باہر ہے جتنا دن کاروشن اور رات کا تاریک ہوتا۔

لیکن اصل جرم اس باب میں وہ بجا ہے عام مسلمان نہیں ہیں جن کے دم سے اس طرح کی گمراہیوں کو روشنی حاصل ہو رہی ہے۔

سعاشرے میں زنا نہایت سخت جرم ہے۔ اس کا ارتکاب اگر ہو جائے تو پیدا ہونے والا ولد الزنا اگرچہ اسی طرح بے قصور ہو گا جس طرح قاتل نیز کے لواحقین بے قصور رہے، بلکن زمان خسروان کا بھی کچھ نہ کوئی حصہ اسی طرح ملے گا جس طرح زید کے لواحقین کو ملا ہے۔

فرض کیجئے آپ ایک شریف اور نیک نام آدمی ہیں۔ نبائید باستحکم ہیں۔ آپ کی ہونہار اور خوب رو و لطفی کیلئے ایک سلسلے طبقے کی ملکی اُتی ہے جو خود تو مشریع ہے، کسی عیب جرم کا دارخ و سوانی اُس کے دامن کردار پر نہیں، لیکن اس کا باپ جیب تراشی کی سزا میں جل کاٹ چکتا ہے اور فسک کے انعاموں سے وہ پھٹا ہے۔ آپ انکار کر دیتے ہیں کہ میں ایک حبیب کترے پھٹاں کے گھرانی لوٹکی کیوں بیا ہوں میں اس پر کہتا ہوں کہ اس ملکی کوشک اکار آپ سے اسلامی علمی کے خلاف کیا تو اسماں سے کچھ آپ پر کیا گئے گی اُتھا پیدھ جھلکا کریں گے کہ تم بکار اس کرنے ہو، میں کیوں دینہ دداشتہ اپنی لوٹکی کو جنم میں جھوکوں اور رسوائی الگ بول لوں۔

بجا سریا۔ لیکن ذرا دلچسپی تو فرمائیے جن دعیوں کی وجہ سے آپ اس شادی کے خواہ شمرد اڑکے کو کسے جواب کی سزا ملے ہیں ان میں کسی ایک کے لئے بھی وہ غیریں کی حد تک ختم رہے؟ جہاں کسی کاتعلق ہے تو وہ محالہ ایک پھٹاں باپ کے قصہ سے سید بیانی شیخ بن کر پیدا ہوئی تھی تو ہمیں رکھتا تھا اور جہاں تک باپ کی جب تراشی کاتعلق ہے اس میں بھی اس کا کوئی مشرکت نہیں تھی۔ پھر کیوں آپ زنکار کر کے اس کا دل توڑ رہے ہیں؟

آپ کا جواب ہو گا کہ اسلام نے مجھے پیترے ہہر داد طھونڈنے کا حق دیا ہے اور اس کا بھی حق ہے کہ اپنی سماجی عرب برقرار رکھنے کے لئے کسی مکر اور رسوائھ استے میں اپنی لوٹکی نہ بیا ہوں۔

تو ہم ولد الزنا کی بات بھی اسی سر قیاس کر لیجئے۔ اسلام نے قانون ہیں بنایا ہے کہ کوئی مسلمان الگ ولد الزنا سے اپنی لوٹکی بیا نہ گا تو نکاح نہیں مانا جائے گا۔ زیر

اصطلاح جس مگاہ کہا جاتا ہے پیغمبر ہی ایسی ہے کہ اس کا بیان اس کے بھرپور اثرات ناگزیر ہے مگاہ ہیں تک بھی ضروری پہنچتے ہیں۔ پھر مکالمہ اسلامی قانون یادیں کا کوئی بھی قانون اس بات کے لئے کیسے سمجھ مذمت قرار پاسکتا ہے کہ جو سرزنش اس نے جھوٹوں کو دی ہیں ان کی وجہ سے جھوڑ کے بیگناہ لواحقین کو بھی بالواسطہ نقصان پہنچ گیا ہے۔

اس تقریب کو غوب ذہن شیں کرنا کہ بعد نہیں کہ اسلام نے دل الدن اس کے لئے ہرگز کوئی سزا مقرر نہیں کی۔ وہ تشریعی قانون کے دائرے میں دیساہی ایک فرد ہے جسیں دمکھ حال زادے تکال و طلاق، تحفظ عاجان و مال، بین دین اور دیگر جملہ مسائل میں اس کی آئینی پوزیشن میں سرموق کوئی دسروق نہیں۔ میں اگر اس سے اپنی لوٹکی سیاہ دوں گا تو نکاح اسی طرح درست ہو گا جس طرح کسی حالی زادے سے۔ میں اگر اس سے قرض لوں گا تو اس کی ادائی اُتی ہی ضروری ہو گی جتنی کسی حالی زادے کے قرض گی۔ اس کے بعد جہد ترقی اور روزگار کے تمام درد اسے آئینی طور پر کیاں ہلکے ہوئے ہیں، کسی بھی معلمانے میں اسلامی عدالت اسے اس پیداواری الفاف سے محروم نہیں کر سکتی کہ وہ ولد الزنا ہے۔ نیز آخرت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ اس کے تمام اعمالی نیک و بد کے ساتھ حق تعالیٰ ہی سلیک فرماتیں گے جو اور دوں کے ساتھ فرمائتے ہیں۔ اس کے کچھ علی نیک کا وزن اس لئے کم تھیں کیا جائے گا کہ وہ زنا کا تمہرہ ہے اور اس کے کسی گناہ کی سزا میں شدت اس دلیل سے ہمیں بر قی جائیے گی کہ اس کے والدین زانی تھے۔

اس طرح وہ اعراض تو ختم ہوا کہ اسلام ایک ناگزیر مگاہ کو سزا شرے رہا ہے۔ اب ہمیں وہ ہدایات بخوبیہ اس سلسلے میں پیش فرماتے ہیں تو ان کی جیتیت مزاکی نہیں ہے بلکہ وہ ان قدر تی اور طبعی اثرات سے متعلق ہیں جو ایک اسلامی معافائز میں زنا میں ہولناک جرم سے ظہور میں آئے ہیں چاہتیں۔

آپ دیکھا کر نیز کی مثال میں مر نکب جرم صرف زینی کھا لیکن اس کی پھاشی جو ایک شخصیت مزاکی ہے مگر اسی طبقہ کے لئے بھی ہو جب نقصان بن گئی۔ اسی طرح ایک حقیقی اسلامی

بے شک پشتہ بکروار والدین کے گناہ میں کوئی مشکلت نہیں رکھتا بلکن جن قلوب و اذماں میں فعل زنا کی فسرا روا صحنی نفرت و کراہت حاکم ہیں ہو گی انکا اس ولد الزنا سے سماجی روایط استوار کرنے میں خدا طہر نہ اتنا ہی فتدی اور طبعی ہو گا جتنی یہ بات کہ آئی نے ایک جیب کترے پھمان کے لٹکے سے اپنی لڑکی کا نکاح منظور نہیں کیا۔ پھر فقہاء جو اسلامی امر طبعی کے سلسلہ میں کچھ ہدایات و ضوابط میں فرمائے ہیں تو ان کا لفظ بھی ظاہر و باہر ہی ہے۔ جب لوگ یہ دیکھیں گے کہ جرم زنا کی سزا صرف زانیوں ہی کے حجم و جان تنکی وجہی بلکہ اس کا اتر ولد الزنا پر بھی یہ طریقہ معاشرے میں اسے کوئی مقام عزت لصیب نہیں تو یہ درس عبرت بجالستے خود ایکستقل رکاوٹ بنئے گا از نکاب زنا کی راہ میں۔ آخر کون والدین یہ پسند کریں گے کہ ان کی اولاد دلت و نفرت کی ھتوکروں میں زندگی لذت اور اس اسماج اسے حقارت و استکراہ کے سوا کچھ نہ دے اسلام جرام کی راہ میں ہر جملہ رکاوٹ دلانا ہمارے وہ چاہتا ہے کہ گناہ مسلمان کی نظریں واقعہ آیا ہلت بن کر رہ جائے۔ ایسی چیزوں کو رہ جانے جس کی طرف اس کا میلان ہی نہ ہو اور اکٹھا ذنادار ہو ہی جائے تو معاشرے کی ترجیحی نظریں ہی اس کے لئے بھرپور بزرگین جاتیں۔ زمانہ در اوس سے نہم اسلامی یا اسلامی عیار اسلامی معاشروں میں سالمیتے رہنے کے باعث اسلامی معاشرے کا صحیح تصور ہم ایسے دل و دماغ میں آتی ہی نہیں رہا ہے۔ اس نصویر کو زندہ کرنا ہو تو تیرہ کو سال پچھے بیٹھ جائے۔ آپ دیکھیں گے کہ زنا ہو تو تیرہ کو اور قمار خیس کے کیرہ گناہ لا دو تو کی بات ہیں فقط اتنی سی بات بھی ایک مسلمان کو معاشرے کی نفرت و بیزاری کا ہدف بنادینے کے لئے کافی تھی کہ وہ خماز کے لئے مسجدیں نہیں۔ ایسا اس نے دار الحکم ہونڈا اپنی سے بیادہ خدا پر شاہر کے پڑوس میں پھٹکا ہے۔ آپ سما ہو گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

قانون بتائی ہے کہ ولد الزنا کے ساتھ غیر انسانی اور شفاقت دی نے تو یہ نکا جاتے۔ اس نے تو یہ نکا جاتے۔ ولد الزنا پر بڑھنے کی بوجھاوار کی جائے اور عالم میں اس کے حرج ہو اگر میں، لیکن جس طرح ایک جیب تراش یا شرائی یا اوارہہ ورسا آدمی کے گھر اسے ربط و خبط رکھنا شرف اے کے لئے باعث عار ہوتا ہے اسی طرح اسلامی معاشرے میں ایک ولد الزنا سے ربط و خبط رکھنا قدر تبا باعث نگہ ہونا ہی چاہیے۔ یہاں سوال قانون کا نہیں فطری بشارات و نتائج کا ہے۔ اسلام جاہنگیر ہے کہ جسم و گناہ کی فقط سزا یہی تحریر کے نتیجے ہے بلکہ جرم و گناہ کی نفرت قلب و دماغ میں آتا رہے۔ سزا یہیں نے اسوق کام دیتی ہیں جب جرم واقع ہو چکا ہو۔ اسلام جاہنگیر ہے جرم واقع ہے ہو اور اس کے لئے زیادہ زور انسان کے قوائے باطنی برداشت ہے کہ وہی ہر فعل و عمل کا عملی سرزنش ہیں وہ تعلیم و تربیت اور نفسیاتی ذرائع سے ذہنوں کا ایک ایسا سماجی انسانے کا منہج ہے جس میں جرم و گناہ کا داعیہ ہی پیدا نہ ہو اور اگر یہ ہو ہی جائے تو اس کے عملی جامہ پہننے میں طرح طح کے دوڑے حائل رہیں۔ پھر وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ معاشرے میں عزت و ذلت اور خدوغی اسلامی عیار فقط دینی قدر ہیں ہوں تاکہ بد نہاد لوگ اگر قانونی سزا کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر گناہ کر سی گزریں تو معاشرے میں وہ ذلیل ورسا ہو گرہ جائیں اور جس دنیا کی خاطر انہوں نے دن کو نظر اندازی کیا ہے وہی دنیا اخیس لفترت و بیزاری کے جریروز تیروں سے چھینی کر دے کون نہیں جانتا کہ کسی جرم سے ٹوک جانے کیلئے قانونی سزا کے خوف سے بھی بڑھ کر کیا خوف ہو اگر تباہی کے سماجی عزت خاک میں مل جائے گی اور ستم چھتوں کی نظر میں ستم ذلیل ورسا ہو جائیں گے۔ اسلام اسی لئے ضروری سمجھتا ہے کہ افراد معاشرہ جرم و گناہ سے بہ صرف نفرت کریں بلکہ یہ نفرت ایک زندہ اور خایاں حساس بنگران کے گردار و مختار میں بھی جلوہ گر ہو۔ ولد الزنا

اور۔ آپ کا امر کہ جانا ممکن ہے لیکن فقط ممکن ہو نہیں کی ماحصلہ بھی گئی ہے نہ اس بھی حاجت ہے۔ کتابوں تو دنیا میں سب طرح کی ہیں۔ جب بعض ایسی کتابوں میں بھی فلسطین اور ناقلات ایں اعتبار چیزوں کثرت سے موجود ہیں تھیں ”کتب حضرت“ کا نام دیا جاتا ہے تو کسی بوجہ الامساوا ریا کشف الامساوا کی حقیقت ہے۔ ان کتابوں میں اول توانادا کا اہتمام ہوتا ہے لیکن ہر بھی قوام سے اکثر حالتوں میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ دشمن افراد پر مشتمل اسناد کے بالے میں کوئی معتبر اور لفظ صدر اسی وقت دیا جا سکتا ہے جب ان دسروں کے بالے میں فرد افراد ای تحقیق کیا جائے سکے کہ کیس یا کس کے لئے تھے ان پر کس حد تک اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ احادیث کا معاملہ تو ہے کہ ان میں جو مندرجہ ذکر ہوتی ہیں ان کے تمام افراد کا حال اور پیغمبر کے اریاب فی نے کتابوں میں محفوظ کیا ہے اور ہر وقت دیکھا جا سکتا ہے کہ کس راوی کو کس دفعے میں اعتماد کے قابل مانتا ہی ہے، لیکن کرامتوں اور پیغمبرین کے انسانی جن راویوں کے سہلائے چلتے ہیں ان کے کردار و مقام کا حال کہاں سے معلوم ہو۔

سوچتے ہندوؤں کی دیوالا اور مسلمانوں سے ذخیرہ روایت میں آخر کیا فرق ہے؟۔۔۔ یہی ناکہ اول الذکر کے حق میں کوئی علمی و مطلقی بنادا ہو جو دنہیں اور شانی الذکر کی جانش پر کوئی کٹے لئے ایک علمی و قوی کسوٹی موجود ہے۔ اب اگر اس کسوٹی پر جائز تغیری ہم عجائب و خواہیں انسانے قبول کرنے والیں تو انہیں دیوالا سے زیادہ کیا حیثیت حصر پوچکتی ہے۔ شیطان کا میا بھے کو صرف جہاں ہی کو ہمیں منتظر تھے لکھ صاحب مسلمانوں کو یہ خاری یعنی کہاں توں پر مخفی کر دیا جن کا سرچشمہ خود اسی کے تاریک دماغ کے سوا اور کہیں بھی نہیں تھا۔

نوب سمجھ لیجئے اولیاء اللہؐ کی چیزیں اسی طرح حق ہیں طرح سماخواب دیکھنا، یعنی بزرگ لوگوں سے بہت سی ایسی باتیں ظہور میں آجائی ہیں جو ماذی اعتبار سے باوق ہوتی ہیں۔ لیکن کسی بات کا حق اور ممکن ہوتا اور بات ہے اور اس کا اسی خاص خصیت سے مسوب ہونا

ولد الزنا کی مسئلہ

سوال ۱۔۔۔ از اختار احمد۔۔۔ کلکتہ۔۔۔

کاہر صحیح ہے کہ ولد الزنا کے لئے اسلامی معاشرے میں کوئی مذکور نہیں، سماجی تعلقات مثلاً بیانہ شادی نہیں اور صحیح ہے تو ولد الزنا ہونے میں خداوس کا کیا تصویر ہے جو اس کو معاشرے سے الگ کر دیتے کا حکم صادر کیا گیا؟

پہنچا ہے تو اسے اثر و شرہ کہا جائے گا مگر انہیں کہا جائے گا
مثال سے بھئے۔

زیدی ایک بوڑھی ماں ہے۔ ایک جو ہی ٹھنڈ
چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ زیدی ہی کی مکانی پر ان سب کا
گزارا ہے۔ اب ورنہ بچے زیدی کسی شخص کو قتل کرنا تو
اس جرم کی پاداش میں اسے پھانسی دیدی گئی تو کیا اس سے
اس کی ماں اور بخوبی کو شدید نقصان نہیں پہنچا گا مگر مگر
ہے۔ اور ماں ہوتا ہے تو ماں فرط الام سے مر جائے
اور بیوی اپنے جگہ کو شوں کی فاقدشی کا تخلی نہ کر سے میتے
عصمت فروشنی کو ذریعہ معاش بنائے۔ یہ سب مذکور ہے
پر تھا ہے اس بات کا کہ عدالت نے زید کو پھانسی دیدی
لیکن اسے آپ مہرا نہیں کہیں گے۔ مہرا و صرف پھانسی
ہے جو قتل کے بعد نے زید کے حصے میں آئی ہے۔ زید کی موت
سے اس کے اہل دعیاں کو جو حکمل نقصان پہنچا وہ اثر و شرہ
ہے اس سزا کا اہم اس کے لئے آپ عدالت کو ظالم
ہستہ رہنیں دیں گے اور یہ نہیں کہیں گے کہ زید کو پھانسی
نہیں دینی چاہئے تھی کیونکہ اس کی موت سے ایسی مشعر
ہستیوں کو صریح نقصان پہنچا ہے جو زید کے جرم میں کسی بھی
درجہ کے سنتیکہ نہیں ہیں۔

اس مثال کے ملاوہ آپ کسی بھی جرم کا معاملہ لمحہ
لاکھوں میں چند ہی جرم ایسے تکلیف کرنے ہیں جن کی سزا نہیں
جڑیا کے بچ کے لئے بھی موجب رنج و نقصان نہ ہو ورنہ
کم و بیش ہر جرم کے بعض و احقین اس کی مہرا یابی میں
متاثر ہوتے ہیں اور کسی نہ کسی نوع کی ذہنی یا مادی برداشت
ضرر کو ناکرہ کرنا ہوں کوئی نہیں آئی ہے۔ بھر کیا رضیحت
کی جاتے ہی کہ مجرموں کو مہرا ازدی جائے تو اک سیٹھ بھائی
اُن هستیوں کو نقصان پہنچ جو مہرا ناکرہ کرنا ہے؟
اسلام جب کہتا ہے کہ ایک کے گناہ کی مہرا و صرف
کو نہیں دی جائے گی تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر مکاری
گناہ اور اس کی مہرا کے طبعی و قدرتی اثرات بھی کسی
دوسرے کا نہیں پہنچیں گے۔ جسم۔ جسے اسلامی

اسلام کی تعلیم ہے کہ خود گناہ کا سزا ملے گا۔ مولیٰ میں کسی
دوسرے کو مہرا نہیں دی جائے گی۔ گناہ کی مرتکب ہوں ہوگی
ولد الزما کو سزا کیوں نہیں؟ ازدواج تہذیب ای اسلامی تفاؤں
کی روشنی میں بھلی کے لئے شاید میں تحریج فرما کر مشکلہ
فرماتی ہے۔ میں عمومی لکھا پڑھا آدمی ہوں عربی سے نا مدد۔
بعض مولوی صاحب ای اسلام سے مذکورہ بالا بات تعلیم ہو کر غسل
پیدا ہوئی کہ اسلام کسی ناکرہ کرنا کو سزا دلانے کے حق میں
نہیں اور نہ کسی بے قصور کو بطور کفارہ مہرا دلو اکیرا گناہ بھکار
کے گناہ کو بھکار یا معاف کر دیتے کا حاجی ہے تو ولد الزما کو جکہ
پیدا ہوئے میں خود اس کی اپنی مرضی اور خواہش کا کوئی
دخل نہیں کیوں سوسائٹی سے خالی کر دیا۔ دوسروں کو
اس سے کسی طرح کا بھی علاقہ قائم کرنے سے منع کر دیا گی؟
الحادیث:-

اسلام کا پہنچادی تفاؤں بلاشبہ یہی نہیں کہ ایک کے جرم
کی مہرا و صرف ناکرہ گناہ کو نہیں دی جائیگی اور فقہاء
کی مجال نہیں ہے کہ وہ اس تفاؤن پر کوئی تبید ہی کر
سکیں لاؤ تکرہ قازی تک دشمن اُخری دکوئی منتظر
کسی دوسرے کا بارگناہ نہیں اٹھاتے گا۔ قرآن کی صریح
حکم آیت ہے اور دیگر متعدد رضوص سے بھی ایسی ثابت ہے
کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود زہر دار سے بھر جھل کیسے ممکن
ہے کہ وہ علماء و فقہاء جو قرآن و سنت کے علمام ہیں اور
اسلام کی صحیح ترجیحی ہی ان کی زندگی کا مشن رہا ہے
ایسا کلمہ زبان سے نکال سکیں جو اقتداءً اسلامی تعلیمات
کے خلاف ہو۔

لیکن ولد الزما کے ممتاز پر خوار کرنے والے ناقہار
کے خلاف اعتراض اس لئے میرا ہو اسے کہ غور کرنے
والے لفظ مہرا کا ٹھکٹ ٹھکٹ مقہوم و مصراق ہی نہیں
بھجو یا شے ہیں۔ مہرا لئے ہیں کسی جرم کے باشہ میں ایسا
قابلیٰ نہیں کیا۔ مہرا لئے کہ جس سے اس کی ذات کو صدر مدار
نقصان پہنچے۔ اب اگر اس جرم کے صدر سے اور نقصان
بالوں سطہ پہنچو اور لوگوں کو بھی کسی نوع کا صدر مدار اور نقصان

الشرعاً مخالف ہی خفیت اور احسان کے طالب ہیں لیکن یکسو پر کمال طور پر سراط اطاعت جھکا دینا۔ بعض اُن سیم اور بعض کے انکار کو وہ غیری کے خلاف میں رکھتے ہیں اہذا یہ کہ بغیر حوارہ نہیں کہ صفات کا صرف وہ حصہ محمود و مقدس ہے جو کسی بھی درجے میں خلاف شریع نہ ہو۔ باقی تمام صفات فاسد و باطل ہیں۔

ویسے طبع باطن کی طرف کے آپ کی بدگانی درست نہیں بلکہ ہوتی۔ زبان و ادب اور علوم و فنون میں تو اسے دن بھی اصطلاح بر

شامل ہوتی ہے۔ نہیں۔ فقط یہ بات کہ صوفیاء کی فلان فلان اصطلاحیں قرون اولیٰ میں موجود نہیں تھیں۔ ان اصطلاحوں کے باطل ہوتے کی کافی دلیل ہیں۔ دیکھنا ان حقائق کا ہے

جن کے لئے یہ اصطلاحیں وضع کی گئی ہیں۔ باطن کا ترکیب اور روح کی بائیں گی ہی تو وہ شے چوپلدن سے اسلام کا بیسا دی

مطلوب رہی ہے وہ اصل خطاب قلب در شیخ ہی سے کرتا ہے اور تو اسے باطنی کو سفارتا ہی اس کا مقام کام ہے کیونکہ اس ای

اعمال و کیفیت کی جڑیں تو باطن ہی میں ہوتی ہیں۔ آدمی ہی کیتا

ہے جس پر اس کے دل و دماغ اسے اُنجانتے ہیں۔ اہم اعلیٰ

یا طبقی کا مطلب انکار کو خلاف و اعد ہو گا۔ بدیکشہ صادق اکشف والہم اور صرف ای وحایتی را یقین ایسے خلاف ہیں جن کا

انکار و اتعات کا انکار ہے۔ گناہوں کر دیں جو عاصی سے ملی

ظاہر ہوئی رہی ہیں۔ صحابہ میں بھی ایسے بہت سے شریخ

گذئے ہیں جن کی زندگی میں ملم باطنی کی نہ صرف جھلک بظر اتنی

تھی بلکہ وہ بھی دیکھ سکتے تھے کہ کس شخص کے باطن میں کس نوع کے

فاسد میلانات سر اچادر سے ہیں اور ذکر الہی کا کو مناطرین ان میلانات کو دیانتے میں کارکرہ ہے گا۔

جس دوین میں ایک مجدد الف ثانی ہی کی مثال ہے یعنی

ان کے جید ہیزت پر ایں سنت والجاعت کا سوادا غلط

اتفاق رکھا ہے لیکن وہ حریم بھی کرتے تھے اور خود بھی مرید ہے اور ادو و ظائف بھی ملتے تھے۔ ایسی متعدد اصلاحیں بھی

استعمال فرماتے تھے جو قرین اولیٰ کے بعد وضع ہوتی ہیں۔

علم باطنی کے کئی نشانات آپ ان کے سواخ اور ان کے

نکتویات میں صفات دیکھ سکتے ہیں۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ

اٹھاندا از پیر۔ اسی لئے ہم نہ صرف تحقیق ہزیز کے چکر میں نہیں بلکہ جو کچھ تھوڑا ہے اسے بھی پردہ علم کرنا ضروری ہے تھوڑے۔ آپ الگی وجہ سے جو اخبارے کے بالے میں کافی صورت حاصل کرنا ضروری ہی خیال فرمائیں تو پھر کسی وسیع معلومت والے عالم سے جو گز کریں ہم اس باب میں جاہل ہیں۔

تصوف

سوال ۱:- (الیفٹا)

مروظہ تصوف کا امار بھی میں نظر کیا ہے؟ ہنرویا کے علاوہ کیا دیگر مسلمان مالک میں بھی اس ستر کے صوفیانہ مشاقل جو ایسے ہیں ہجیدہ تصوف کی تعلیم میں "غوث، قطب، مالک، حمزہ، اور ابدال" اس قسم کی اعجازی ڈگریاں ہیں جو میں تو اس تصوف کو جانتا ہوں جو مرکۃ بدروختی سے متروک ہو کر حجج دادع پر جاکر مکمل ہوتی ہے۔ مگر اس قسم کے تصوف سے بالکل ہی ناشناہیوں جو مرکۃ بدروختی تو کجا بلکہ پھر سے پہلے ہی مکمل ہو جاتا ہے۔ مشاخ اور سیران طریقت کے ہیاں یہ تصوف اور یہ علم باطن کا سینہ ہے متنقل ہونا آخرت کی اچیز ہے کیا مشریعت میں اس قسم کی باطنی علم کا کوئی چوانہ ہے؟ الگ ہے تو یہ سوال از خود پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرم، مزراگان دین، ائمہ اور مخدودین کی زندگی میں اس باطنی علم کی جملک نظر کیوں نہیں آتی؟

الجواب:-

قصوہ کے موضوع پر گفتگو کرنا بڑا طول طلب ہو گا۔ صرف اتنا سمجھ لیجئے کہ تصوف کے نام پر درست سے جو کچھ سلمے آتا رہا ہے اس کا پاک حصہ یکسر باطل ہے اس کا پاک حصہ یکسر باطل اور کچھ جمود یا جمود وہ حصہ ہے جو اذکر کی علم کے طور اسلام کی بخشی ہوئی حدود سے جو اوز کے بغیر صلاح نفس کی خدمت انعام دیتا ہے۔ یکسر باطل وہ حصہ ہے جو صریح طور پر احکام مشریعہ کے خلاف ہے اور دوین میں عذت و اضالی کی جماعت کرتا ہے۔ ا ان دو اشخاص کے درمیان ایک حصہ وہ ہے جو نہ صریحًا باطل ہے نہ پوری طرح مطابق مشریع۔ یہ گوئا بخوبی عربی مصحح و فاسد کا۔ اس پر علم باطل "ہی کا چھادق ائمہ گا ایکونک

برپا ہیں۔ اسلام اور جاہلیت میں آج بھی گام گام اڑال جا رہی ہے۔ تلواریں صرف سر کاشتی ہیں مگر انکار کی طرح کاریاں تو سینوں سے ایمان کی متاع پچھلتے جا رہی ہیں۔ آج بھی صوفی وہ ہے جو گوشتہ و عزالت سے سکل کر انکار کے حاذپر جنگ کرے اور اسلام کو اس پولناک انجام سے بچانے کے لئے سر دھڑکی بازی کا دستے جس کی طرف شیطانی عذالت پھیپھلتے جا رہے ہیں۔

جماعتِ اسلامی کی تشرک

سوال ۱۔ (الیضا)

اپ کی تحریر اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ ہندو یاک میں مسلمانوں میں حتیٰ تسلیم و وجود میں آئی پس ان میں سے آپ صرف جماعتِ اسلامی ہی کو رحم تصور کرتے ہیں۔ جماعتِ اسلامی پر جب بھی کتنی جائزیت پہنچان اور انہم کی یلغاری کی تو غیر جانبدار پرونوں میں بھلی ہی کو خوبیت سے مغلل رہا ہے کہ جماعتِ اسلامی پر کتنے گے تمام اعتراض کا معقول اور دندان لشکن جواب دیا گیا۔ حتیٰ کہ اس پیاس خ گوتی کی خاطر اپنے اپنے اساتذہ پر بھی تعمیدیں کی ہیں اور بعض احباب و مزروگوں پر بھی تبصرہ فرمایا ہے۔ میں یہ تحسوس کرتا ہوں کہ ذہنی جیشت سے آپ جس طرح انہم این تینیت سے متاثر ہیں اسی طرح ماہنی قریبے علماء میں مولانا اشرف علیؒ سے بھی متاثر ہیں اور اسی طرح دورِ جدید کے علماء میں مولانا مودودی سے بھی متاثر ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود یہ بھی تحسوس کرتا ہوں کہ کاغذ و قلم کی سطح پر تو آپ کا ذہنی میلان قریباً سو فیصدی جماعتِ اسلامی کی جانبی ضرور ہے مگر جہاں تک جماعت کے بروگرام میں عملی اشتراک۔ کا سوال ہے اس مسئلے میں آپ بھی اتنے بھی بیگانہ ہیں جتنے کہ وہ حضرات جمیں جماعتِ اسلامی سے پچھلے بھی بھی نہیں ہے۔ آپ جیسے بیدار افراد باقاعدہ نظر سے اور صاحب صلاحت انسان کو بیزب نہیں دیتا کہ کاغذ و قلم کی سطح پر جس سحریک کی تائید آپ سو فی صدی کریں

جاہد و دورِ جدید میں علم باطنی کی تحلیکیاں نظر نہیں آتیں۔

ہاں یار لوگوں نے بڑھا جڑھا کر علوم باطنی اور علم سینہ پر ہمیشہ کے ناموں سے شیطانی انکار و اعمال کے جواہر اور تمیر تحریت ہیں اور تصوف کے نام سے خرافات و بدھمات کا جو طموار باندھا ہے وہ بے شک اسی لائق ہے کہ زندگت کا نشانہ بنایا جائے۔ صرف یہی نہیں ہوا کہ دنیا پرست اور نفس کے غلام متصوفین نے غلط نظریات و احوال گھٹلئے ہیں جو مصوبت اور جمیں نبوت کے ساتھ بھی بعض سچے اور معیاری صوفیوں سے ایسی غلط خیزیں چلی ہیں جو اپنی روح کے اعتبار سے غیرِ اسلامی ہیں اور اپنی ابتدائی تشكیل وہیت ہیں اگرچہ ان کی جامی چیزیں دبی ہی رہیں لیکن برگ و بار بندگی نے بعدِ جیشیت اسی طرح اُبھر آتی جیسے گھم سے درخت اُبھر آتی ہے۔

غوث، قطب اور سالک وابدال وغیرہ اس نوع کی اصطلاحیں ہیں کہ شریعت کے دائیں میں بہتندے تھوڑی نے تو ان کے مفہوم و معنی کو دائرۃِ مشریعۃ سے طاریج نہیں ہونے دیا۔ لہذا ان پر اعتراض رواہیں، لیکن جن صوفیاء نے اسلامی تصورات کی دیوار چھلانگ کو ہم دعلوکی فضائیں اُڑان کی اور ان اصطلاحوں سے وہ مفہوم اختکتے جن کی کوئی گنجائش اسلامی تکریم نہیں تھی وہ بیکثمت کے سچن ہیں۔

بدر و حین اور جھیر الوداع کے حوالے سے جس تصور کا آپ نے تامیلہ اصولاً ہی تصوروت اولیاً ممالکہ کا بھی تصور وہ رہا ہے۔ فرن صرف وسائل کی اشکال ظاہرہ کا ہے ورنہ رہنمائی حسے حصول اور کلمنت الحلق کے اعلاء کا جو جذبہ بدر و حین کے جاہدوں کی مسائی جملہ کا محور رہا ہے دبی سچ اور اپنے اولیاء اللہ کی نگاہ و نازک کا بھی خود رہا ہے۔ خرائی اُن گھریبوں نے پیدا کی جو وسائل کو مقصود بنانی پڑھے اور نسبت العین کو دماغوں کے تاریک گوشوں میں دفن کر دیا۔

یہ بحث بھی ہے۔ فلاصلہ کلام یہ ہے کہ بدر و حین کے معروکے معنوی تشكیل میں آج بھی ملک بملک اور قریبہ بقریبہ

یا مریعن نوجوان سے رشته نام منظور کر دینے کا الزام قانون کے ستر نہیں جاتا۔

امید ہے ہماری یہ مغرب یا شی بیکار نہیں جائے گی اور محترم قارئین مسلم فویت کو سمجھنے کے ہیوں تھے۔

تنبیہ ولد الزنا سے معاشرتی روابط منقطع رکھنے کی وجہیات
تفہماں کے یہاں ملتی ہیں ان کا پڑی طلب ہرگز نہیں ہے کوئہ تمام ہی نوع کے ردابط کا طلب یعنی کہ ہر ابتداء سے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اخلاق، مردود اور حسن سلوک کی جو جزئیات کو اسلام نے واجب و لازم قرار دیا ہے انھیں ولد الزنا کیلئے بھی لازماً ملحوظ رکھا جائے گا۔ مثلاً خاص حقوق ہمسائی طالموں کے مقابلے میں اس کی حمایت، گھائن ہونے پر برق ضرورت قرض دینا۔ سلام کا بواب۔ عبادت۔ تعزیت۔ شانزہ وغیرہ۔

ہاں جو امور میں شریعت نے صلح کے طالب عمل کرنے کا اختیار دیا ہے یا جس نوع کے تعلقات دلی مودت و محبت پر دلالت کرتے ہیں یا جو رستے خالدان اور گھرانے بنائے ہیں نہیں بے شک ترک و انقطعان کی راہ اختیار کی جائے گی تاکہ اس گناہ کبھی سے بیزاری کا احساس زندہ رہے جو اس والدین کر گئے ہیں۔ یہی مطلب ہے معاشرے میں جگہ رہونے کا۔

قطع و عفت

سوال ۱۱۔ از رحمت اللہ طارق۔ ملکان شہر
ہلکے یہاں ایک بریلوی دوست نے ایک بحق پر فریا کر شیعہ کی جو بات الصاف اور دلیں کی رو سے متوازن و تقع اور حق ہوا سے طاچوں و حراں مسلم کو ناضر وی ہے مثلاً ان کا بارہ اعتراض کر حضرت مائتھہ کو ایک معاویہ نے گرفتے ہیں اگر اگر اوپر سے مٹی وال کر زمین ہم تو اور کردی تھی۔ چنانچہ آج تک کسی عجیب مودت و ماستند حدیث کی کتابیں اپ کی وفات اور فیضین اور قبر کا شرائغ نہیں مل سکا وغیرہ وغیرہ۔ من الخرافات۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ بات قابل تسلیم اور صحیح

علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا جی چاہتا ہے ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو باجماعت نماز طهی نہیں کیوں میں نہیں آتے۔ یہ کوئی قانونی بات نہیں تھی بلکہ دین سے ہماری دلائلی کے جذبے نے الفاظ کا جامسہ پہن لیا تھا۔ ایک حقیقی اسلامی معاشرے میں عزت و ذلت اور فخر و عار کا معیار دینی ہی قدریں ہو اکر تی ہیں دہمان یہ نہیں ہو گا کہ جس کے پاس پیسہ ہو وہ معزز سمجھا جائے چاہے اس کا کردار کیا ہی ہو اور نہ یہ ہو گا کہ چونقلس ہوا سے خیر ہی سمجھا جائے چاہے وہ کتنا ہی صلاح ہو۔ و اگر مسلم غصہ عیند اللہ اتفاق کیم رد اور زیادہ لائی خوت تم میں سے وہ ہے جو زیادہ تھی ہو) یہ ہے اسلامی معاشرے کا مرکزی نقطہ۔ اب ظاہر ہے کہ جو فعل و عمل جذبازیادہ لقوی سے دور ہو گا اتنا ہی وہ مدارز ذلت و رسموں ای قتلہ پائے گا۔ سزا کی قباحت کا کیا ہٹھ کانا۔

اس سے شدید لفڑت کا حصہ نظری تھا اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اس گناہ کے زندہ مثرے سے بھی اس حد تک بیزاری ضرور اختیار کی جائے جس حد تک اسلام کے قوانین اخلاق احیات دیتے ہیں۔ ہاں اگر ولد الزنا اپنے بہترین کردار اور صلاحیت سے دلوں کو سخن کرے اور ایک قدر حق رفقاء کے ساتھ اس کی لفڑت قلوب سے کم ہوئی جل جائے تو پھر اسلام اس پر بھی اصرار نہیں کرتا کہ اس سے سماجی روابط منقطع ہی رکھے جائیں۔ یہ دراصل قانون کا معاملہ ہے ہی نہیں۔ آپ ایک اندھے نوجوان سے ایسی لڑاکی بیاہنے پر نہیں کرتے حالانکہ اندھا ہوتے ہیں اس کا کوئی تصور نہیں۔ قانون بھی آپ کو اس رشتے سے نہیں روکتا، یہیں صرف مصالح ہیں جن کی وجہ سے آپ یہ کوار انہیں کر رہے ہیں۔ یہ مصالح ہی کی وجہ سے فوہا۔ بھی کہتے ہیں کہ ولد الزنا سے تھی کاٹو، اسے اپنی لڑکی مت دو، اس نے ایسا اتما زی سلوک کرو جو فعل زندہ کی دوسری تباہ کاری اور نایا کی کے احساس کو زندہ و تابندہ رکھے۔ اس کا الزام اسی طرح آپ اسلامی قانون کو نہیں دے سکتے جس طرح ایک اندھے یا لکڑیے یا حیاہیں

بُعدِ جات رہیں گے؟ انگریز صحیح ہے تو ازدراہ کرم فتنگان کی روشنی میں آن مضرات کو بھی تحریر فرمایا جائے جس کے تحت خالق کائنات نے اپنے فطری و انسین کے برخلاف خضر کو اتنی درازی یعنی حیات عطا کی ہے۔ خضر کے بازے میں عام خیال بھی ہے کہ اس کرۂ ارضی کے بھری حقتے ان ہی کے زیر نیکیں ہیں (نفع و نارک گ را خدا کی خدائی میں شرک ہوتے) بعض لوگ تو خضر کو پیغمبر تصور کرتے ہیں اور اسی قلطِ فروض کی نیسا در پیش بعض کتابوں میں یہ بھری خضر کا ذکر آیا تو اس کے ساتھ ساختہ لفظ "علیہ السلام" بھی ضرور آیا۔ خضر کے بازے میں ہری معلومات اسی حد تک محدود ہے کہ اپنے وقت کی وہ ایک بزرگ صفتِ انسان تھے۔ براہ کرم اس سلسلے میں یہ فرمایا تو سطح تحریر فرمایا جاتے۔

ابجوابات:-

باب خضر کے بازے میں ہماری معلومات کا دائرہ بخوبی زیادہ وسیع نہیں ہے۔ پھر صفات دہ بھی قابلِ انتہاد نہیں۔ پھر دون پہنچنے کا ہمارا معمول یہ رہا ہے کہ ہر طرح کے ضروری اور ضروری مسائل پر خاصی تفصیل سلفت کو بخوبی رہے ہیں، لیکن پھر اس تجھے پر پہنچا پڑا کہ ضروری اور ضروری کا انتہا کئے بغیر ہی موصوع پر درج ہے۔ اس نتیجے کی ایک شاخ ہے جس سے خاندہ کم اور لفڑاں زیادہ ہوتا ہے۔ شیطان اس سے بہت خوش ہوتا ہے۔

بلکہ وہ اس کے لئے جدوجہد بھی کرتا ہے کہ لوگ کا ایک باشیں تجوڑا کر دو راز کار اور لا اھال بخشوں میں ھیں۔ پھر کیوں نہم ایسے ہی مسائل کا محدود رہیں جو واقعہ کوئی قابلِ لحاظ اور بیت رکھنے ہوں اور ان پر وقت اور قوت کا خرچ کرنا اسی حقاندہ اور کاروبار و عمل کی اصلاح کے سلسلے میں رکھنے میں مدد ہو سکتا ہے۔

حضرت خضر کو ان بخ خاور افغانستانی زندگی اور کسی

نوع کے اختیارات عطا کئے گئے؟ یہ سوالات ہمارے خیال میں ایسے نہیں ہیں کہ ان کے جزو بات ہے بلکہ خبر رہنا ہمارے آسی دینی ادبیاد میں مقام برداری درج ہیں بھی

گی آئندہ دار ہے۔ سوال یہ ہے کہ رسیج پہلے یا پیدا کر شیعہ کی کس کتاب میں یہ شوشه چھوڑا گیا ہے جس سے ہمارے سینی حضرت فریب ہلگے۔ میں نے تو منہلتوں میں تمام اسامی ارباب میں اس فاقہ کا سارا غلگا یا مگر معاملہ خفاہی میں رہا اور کسی نے بطور حکایت بھی اس فاقہ کا ذکر نہیں کیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اب ازدراہ نوازش اس کے بازے میں وضاحت فرمائیں۔

ابجوابات:-

جانا تک اصول کا تعلق ہے برلوی بھائی نے بجا فرمایا۔ لیکن ہر ہی شیعوں کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ مولا کا فرمی کئے تو وہ حق ہی ہوتی ہے چاہے قرآن نفاق کی موجودگی میں خود اس کا فرکو حق گورن کہا جاسکے۔

لیکن اصول کے ذیل میں مثلاً چور دیانت پیش کی گئی تھی اسے "حق" کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی فاطر افضل گوئی بخواجیا طوہ قرار دیتے ہے۔ یہ روایت موصوف من گھرست ہے بلکہ سر انجیزی کا شاہکار ہے۔ اسے باطل "کاذب" دیواری کہدیں سمجھے بھی اس کی ناپایگی اور تعفن کے انہار کا حق ادا ہیں ہوتا۔ جو شخص خود کو اپنی سنت والجماعت کہنے کے باوجود اس روایت کو "حق" کے نامے میں شامل کھینتا ہے، اس سنت پر کوئی رہنا چاہتے کیونکہ اس نہیں ہے وہ کسی بھی وقت آپ کو پھر بار نہ گئے۔

مندرجہ روایت کے بازے میں آپ کو خدا ان برلوی بھائی سے دریافت کرنا چاہیے تھا کہ یہ ایسے کسی صحیفے میں درج ہے جس پر آمنا و محمد قاتل کے تغیر چارہ ہی نہیں۔ یہیں تو نہیں معلوم کہ اس کا اخراج ہبھی کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ انتم۔

حضرت خضر

سوال ۱:- از قیم - پورنیہ (بھار)

حضرت خضر کے بازے میں جو بہت سی افواہیں ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ کیا یہ تصحیح ہے کہ تاقیات خضر

یاد آگئی مشہور مغربی مفکر جاتج بر نارڈشا اسلام کا بہت بھی بارج تھا۔ ایک بار کسی نے سوال کیا کہ جب آپ اس حد تک اصل کے مقول ہیں تو ہمارا ب اسلام قبول ہوں نہیں کرتے؟ اس کا جواب بر نارڈشا نے بھی دیا کہ اسلام سے انہماری مراد وہ اسلام ہے جو آج تک کے مسلمانوں کی زندگی میں پایا جاتا ہے تو اس اسلام سے ہم بنا پاہ مانگتا ہوں اور الگ اسلام سے ہم باری مراد وہ اسلام ہے جو قرآن و حدیث میں ہے تو اس اسلام کو ڈرامت کرنے کی سکتیں اپنے اندر نہیں پاتا ہوں۔“

ذرا غور فرمائیے اس مغربی مفکر کے ذہنی بس نظر کا جب میں آپ کے باشے میں سمجھدی ہی سے خور کرنا ہوں تو یہ حموس کرتا ہوں کہ آپ کا ذہنی پس تنظیر بھی اس مغربی مفکر کے ذہنی پس منتظر ہے بہت حد تک مانافت رکھتا ہے۔ بریلویوں کی دھما کو گڑھی دیوبندیوں کی سرکاری جی ھنوری، پیران طریقت کی قیومیت، قبوری شریعت والوں کا شرک اور بیغی عجت والوں کی سطح بھی اور ظاہری محدود نمائش سے آپ پشاہ مانگتے ہیں اور جماعت اسلامی کی لمحہ نزل برداشت کرنے کی سکتیں آپ اپنے اندر نہیں پاتے ہیں۔ ان حالات کے تحت جاتج بر نارڈشا اور عامر عثمانی کی تاویلیں بالآخر فرق بھی کیا رہ جاتا ہے؟

محترم مولانا! خیر خواہی اور سہروردی اس کا نام نہیں ہے کہ ایک دوسرے کی بیجا تحریفیں کیا گردے۔ یہ خیر خواہی نہیں بلکہ چاپوں سے اور چاپوں سی میں پہنچنے عباری اور مکاری کی کیفیت پوشیدہ برخی ہے۔ خیر خواہی اور سوزی کا تقاضا ہے یہ ہے کہ جب بھی کوئی معقول بات کہی جائے تو اسے دل کی گہرائی سے قبول کیا جاتے اور جب غیر معقول بات کہی جائے تو اسے بر ملا لوگ دیا جاتے۔ لہذا اسی جذبہ خیر خواہی سے جبور ہو کر یہ چند معرفات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ورنہ میں نہ تو عالم ہوں نہ ادیب ہوں نہ معمون نگار ہوں نہ ملکی ہوں اور نہ ہی رہنما ہوں کہ عامر عثمانی جیسے باصلاحیت اور ضبط و اہل علم سے قائمی مجادلہ کی جرأت کر سکوں، بلکہ ایک ایسا عامجی مسلمان ہوں

ہمی تحریک کی تائید عملی پر درگرامی سطح پر آپ کی بھی نہ کرس۔ آپ کے جا بزرگوار دعوانا شیر احمد عثمانی مرجم) نے جس نظریہ کو صحیح سمجھا اس کی خاطر انہوں نے جن عملی مشکلات کا سامنا کر کے جو قوی اور عملی جدوجہد کی اس کے نقوش ہندو یا اس کی تاریخ کے صفحات سے بھی نہیں بہٹ سکتے۔ مگر اسکے بر عملی جماعت اسلامی کے سلسلے میں آپ نے جو ترک عمل اختیار کیا ہے وہ تحفظ عملی جدوجہد ہی تک محدود ہے اور عملی جدوجہد کو بھی نہیں۔ ذا اسٹریقبال کی خصیت کی تعارف کی محتاج نہیں، انہوں نے بھی کاغذ و قلم ہی کی سطح پر کفورو الحاد کا مقابیل کیا۔ کفورو الحاد اور باطل افکار و نظریات کے سلیں روایت کروں گے کاغذ و قلم کی سطح مفید و ضرور ہو سکتی ہے مگر فالب آئے کے لئے بہر حال میدان عمل ہی کی سطح نالگزیر ہے کاغذ و قلم کے سہارے مدد انتہت تو کی جا سکتی ہے مگر پیش قدمی کے لئے میدان عمل ہی کی سطح درست ہے۔ بندگی میں کسی پہلوان سے تحفظ زور اکرمی تو کی جا سکتی ہے مگر غالب و مغلوب کا فصلہ بہر حال کی احکاماتے ہی میں ہو سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اپنے کاغذ و قلم ہی کے سہارے فریضہ اقامت دین کی راہ ہو اور ہو سکتی ہے؟ اگر اس کا جواب اشراف میں ہے تو اسی صورت میں بندگی میں مقصود ہو کر رہ جاتی ہے۔ میں سلسہ پائی سال سے محلی کام طالعہ کرو رہا ہوں۔ اس سلسلے میں چند بار سائل نے آپ کے سوال بھی کیا کہ جب آپ جماعت اسلامی کو برحق تصور کرئے ہیں تو پھر اس کے عملی پر درگرامیں آپ شریک یکوں نہیں ہوئے؟ آپے ہر پارلیمنٹی بھی جواب دیا اور جماعت اسلامی کی شرکت کے نئے جس عملی کردار اور بلند عوام کی ضرورت سے میں اپنے نامہ اس کی خاصی یا نامہ ہوں۔ ایک بار آپے یہ بھی جواب پایا افطری طور پر آزاد طبیعت کا انسان ہوں جس کے باعث کسی مقررہ ضابطے کی پابندیوں کو بھانا ہرے لئے امر موال ہے اور ایک بار آپے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ جماعت سے باہر رہ کر آزاد آن طور پر میں جو کام کر سکتا ہوں وہ جماعت کے اندر رہ کر پابندیوں کے تحت نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں مجھے ایک تاریخی لطیف

بہتی ہیں۔
یا خلا جمعیۃ العلماء ہے۔ وہ اپنے دائرہ کا رہیں
سرگرم عمل رہے اور جماعت اسلامی کی خلافت کو حرجان
کے بناءٰ تواریخ سے بھی ہم یکسر باطل اور بے کار نہیں سمجھتے۔

رہائیاری عملی شرکت کا سوال۔ تو زبانے آئے
”عملی“ کام فہریم کی متعین کر رکھا ہے۔ یہ جو ہے کہ صاف طبق
میں ہم جماعت اسلامی کے رکن نہیں ہے لیکن گیا ذہنوں کو
اس فکر کے لئے ہمار کرنا جس پر جماعت اسلامی کی ذہنی
عمارت اٹھی ہے اور اسے ہر نظریاتی محلے کو پس با کرنے کی
جدوں چمد کرنا جو جماعت کی فکری پیداوی کو تھس نہیں کوئی
چاہتا ہو رہا یہ کہ نزدیک عملی خروجت نہیں ہے؟ کیا آپ کو
نہیں علوم کی جماعت اسلامی ایک پر امن، آئین پسند اور
اور اصولی نوع کی جماعت ہے جو شدد، توڑ پھوڑ، سازش
اور عیاری کے ذریعے کسی انقلاب لانے کا تصور بھی نہیں
کوئی سکتی اس کے عین خبریں یہ اذہان دایاں سلیا ہوئے،
کہ اقا مرتضیٰ دین کا مقصد حاصل کرنے کے لئے سب سے مقدم
اور سب سے بیشتر کام یہ ہے کہ فکر و نظر کے زادغیر مدلے
جاتیں، دماغوں کو سحر کرایا جائے اور باطل و فاسد افکار و
نظریات کے جس طوفان نے اسلام کو خود سلانوں میں
اجتنی بندادی ہے اس کا زور توڑا جائے۔ اسی لئے آپ
ویکھ سکتے ہیں کہ اس جماعت کے افراد نے ایک عظیم الشان
لٹریچر پیدا کیا ہے۔ اس کے بہار تصنیف و تالیف کا
ستقل قیمتی ہے جس میں اہل حضرات شب روز قرطاس و
قلم ہی کے شغل میں ہنہمک ہیں اور اس کے متعدد اقتداء
و صرف اردو اخبار کی مصروفیات میں کھے ہوئے ہیں بلکہ
ایک انگریزی اخبار ”ویڈینس“ بھی اسی کی خریک اور
کوئی شششوں سے نکلا ہے۔ بدرو واحد کے میدانی معروک ابھی
کیا سوال۔ بدرو واحد تو درکی بات ہے ابھی سرے سے
کوئی بیدان ہی اسلام حود نہیں جہاں ماڑی طاقت کی
زور آزمائی اور تیغ و نفنک کے مکرا ذکر کا سوال پیدا ہو۔

کوئی زبان سے بھی تاو اتفاق ہوں۔ ایک طرف تو اُرد و
ترجمہ دتفا سیر اور دسری طرف مولانا مودودی اور آپ
جسے مالم دین کی خبریں ہی میری معلومات کی بنیاد پر
اجو اعتماد ہے۔

جماعت اسلامی میں اپنے باقاعدہ نہ شامل ہوئے
کی وجہ تو چیزہم اسی اشاعت کے کسی جواب میں پیش کر دیجئے
ہیں۔ آپ کے خط میں جو نکر حند پچپ اجزہ اور ہیں اسٹنٹ
حضوری سی لفظ اور کریں مگے۔

یہ بات کہ جماعت اسلامی پہاڑے نزدیک جماعت
کی حق ہے یوں کہنے کی نہیں کہ مسلمانوں کی تمام تنظیموں میں
صرف جماعت اسلامی ہی ہے اسے نزدیک برحق ہے۔
برحق کے مقابل ”خلاف حق“ ہوا کرتا ہے مگر یہ نہ ہر
دوسری تنظیم کو خلاف حق کہی نہیں کہا۔ کہنا یوں چاہئے
کہ مسلم تنظیمیں بھی اسی اسی جگہ بعض اچھے مقاصد کے
لئے قائم ہوتی ہیں لیکن ایک وسیع جامع اور اعلیٰ
مقصد جماعت اسلامی ہی لیکر اٹھتی ہے جو ارفع داعی
بھی ہے اور طلاق مسلم کے شایان شان بھی۔ اگر دوسری
مسلم جماعتوں اپنے اپنے حیود اور جزوی مقاصد کے
لئے خلوص کے ساتھ جدوجہد کرتی رہیں اور خواہ مخواہ
جماعت اسلامی کے خلاف و اولیٰ چنان اپنے معمولات میں
شامل نہ فرمائیں تو اسی طور از کچھ نہیں بلکہ مختلف مذاہوں
پر جزوی مقاصد کے لئے کی ہوتی جزوی جدوجہد اس ہے کہ اور
کلی مقصد کے حصول میں معاون ہی نابت ہو گی جسے خود
اسلامی سے اپنایا ہے۔ مثال کے طور پر تسلیعی جماعت اگر
لپٹے پر درگرام کو خالص ایکاں اور تعمیری انداز میں چلاتی رہے
اور اس کے کارکری بھی مسلمان تنظیم کے خلاف جارحانہ
ذہنیت اور غیرہ غارت کی پروردش ترقیاتیں تو جماعت
اسلامی سے اس کی کوئی طور پر تسلیعی اس کے احمد اسلامی
پر درگرام کی جو شے رہا اس کی حرطی میں جماعت اسلامی کے
دریاۓ مطہری کے کارکری طرح ایک ساتھ بھی بہت سختی ہے
جس طرح دُنداں ان ستم سے گزر کر ایک ہی دریا کی شکل میں

کا اپنے توہین ہوا کرتا۔ باورچی کاروں نے پکانا اور درزی کا لکھرے سینا بھی جاہدین کی خدمت ہے۔ کسان اور صنعت کا رسب فوجی وردی بہن لیں گے تو اگلے ہی دن سب کا لیٹرا غرق ہو جائے گا۔ مامن عثمان اپنی صلاحیتوں اور نکزوں پر کو خوب سمجھتا ہے۔ وہ دیانت داری کے ساتھ جانتا ہے کہ جماعت کی باخاباط روکنے کا اختیار کر کے وہ جماعت کو نقصان زیادہ اور فائدہ کم پہنچاتے گا۔ وہ شاید اس کے لئے ایک مشترکہ بن جائے۔

الحاصل خواب و خیال اور تمناً توں کی سطح سے اُترکر حقیقت پہنچی کے لئے خود سے خود بھیتے تو جو بدرو احمد پیش قدمی اور میدان عمل کی بائیں ایک خوبصورت شعر سے زیادہ پچھے بھی نابت نہیں ہوئی گی۔ عمل سب سے بڑا اس وقت ہے جو کہ جماعت کی دعوت کے لئے فخری میدان ہو از کیا جائے اور بھی کام ہم حسب توفیق رکن جماعت نے بغیر ملکی کر رہے ہیں۔ رکن بننے کے بعد اس سے زیادہ پچھہ کرنا ہمارے لئے پیش نظر ہو تو اس سے ضرور آگاہ فرمائیں۔

مولانا شیراحمد عثمان[ؒ] کی بات آپ کا فیضدار فرمائی۔ وہ ہمارے چھاتھے ان کی توصیف سے ہیں جتنی بھی خوشی ہو کم ہے لیکن یہ ہیں آج کمک علمون نہ ہو سکا کہ انہوں نے اپنے پتہ نظریتے۔ یعنی مسلم لیگ کا رکنیت حمایت میں کون نی مسئلکات کا سامنا کیا تھا اور اس قسم کی عملی جدوجہد کے ہفت خوان طے کئے تھے۔ اگر آپ کا اشارہ اُن ہنگامہ خیز تقریروں کی طرف ہے، جن کا یہ تم صدور اُن کی زبان سے جزئی ایکشن سے پھر متقبل ہوا یا ان بھنوں کی طرف ہے جو انھیں علمائے جمیعت سے کرنی پڑیں تو ان کا علم آپ سے بھی زیادہ خود ہیں ہے۔ مگر آپ تو زبان اور قلم چلانے کی عملی کام مانتے ہی نہیں پھر کہے علماء مررجم کی فقط تقریروں کا نام عملی جدوجہد رکھنے ہے ہیں۔ متعدد کافرنسوں میں تقریروں کرنا اور ضرورت پڑنے پر ایک دوبار علمائے جمیعت سے علی منطقی نکل لینا۔ یہ کام عمومی تحریم کا کام۔ اس کے بعد پاکستان بن گیا تا وہ

اعجی تو صرف ایک ہی اکھاڑہ ہے۔— تکری نظر کا اکھاڑہ۔ اور اس اکھاڑے میں بھی نسرين اور نہ مقابل کوئی غیہ نہیں ہے۔ اپنے ہی دست و بازو اپنے ہی دینی حصائی نسگر ننگوٹ کس کر بالمقابل آڈٹے ہیں۔ بغیر کام ہے ہر اور اعزاز و محاذفت کے تکری ہم پر حمارے ہیں۔ طاخونی لشکروں سے بدر و احمد جسی پر لیئے کا تو امکان بھی اس وقت نہیں پیدا نہیں ہوتا جب تک ہم ان اپنے ہی بھائیوں کے ان افراد کو اس حد تک نہ پہلیں کہہ فریضی محاذفت کے کی وجہ پہاڑے ساختی بن چائیں اور پھر ہم ایک مقدار حجت کی شکل میں اقامت دین کی را ہوں کے پہاڑ کاٹنے کا کام دشوار انجام دیں۔

آپ خدا جانے کس دنیا میں پہنچ کر میدانی جنگوں اور اکھاڑوں قی باتیں بیٹھے ہیں۔ اگر واقعۃ ایسا ہوتا کہ جماعت اسلامی کے ارکین قرطاس جسم کو بالاتے طاق رکھ کر کسی میدانی معروکے میں کوڈ پڑے ہوئے تب تو آپ کے اس ارشاد کا کچھ مطلب ہو سکتا تھا کہ حاج عثمانی آج بھی بن یکرے میں پیچھا فقط قلم چلار ہے لیکن ایک ایسے حرطی میں جیکر زبان و قلم کی تمام صلاحیتوں سے کام لیکر ذہنوں کو ہموار کرنا اور مقابلہ نظریات کو توڑنا ہی خدمجاعت اسلامی کے نزدیک بھی اولین اہمیت کا کام ہے درجنے آپ فقط ہمایہ بھی رکنیت ہی کو کبھی سب کچھ بھی بیٹھے ہیں۔ رکن بننے کے بعد میں اس سے زیادہ تیکارنا ہی تک جماعت کے اجتماعات میں شرکت کیا کریں اور جماعت اگر ہمارے لئے کوئی سفر یا کہیں تغیری طے کر دے تو اس کی تعییں کر دیں۔ کیا میں استنبتے ہی سفر کو آپ یعنی مجھے لیں گے کہ ہم بدرو احمد کا جاہد بن جاتے ہیں؟

ہر بان ای احمدی کو حقائق کی دیساں میں رہنا چاہئے۔ اس وقت تو اپنے دل میں ایسا کوئی معروکہ قتال بریا ہے جس میں مامن عثمان کو دیڑے نہ اور ہی کوئی ایسا بر و گرام جماعت کے پاس ہے جس میں مامن عثمان کا کاغذ قلم جھوڑ کر شرکت کرنا دین و ملت کے حق میں اتفاق ہو۔ پھر وہ بھی سچے کہ معروکہ برپا ہوئی جاتے تو ہر شخص پتھیار سجا کر چھپت اول ملٹے

تفصیلات کافی سرقی یعنی نہیں رکھتا کہ ان کی جدوجہد تو عملی تھی اور ہماری فقط ہوا تھی۔ ضرورت اور حالات متفاہی ہوں تو ہم بھی قلم کا غاز رکھ کر کافر نژادوں کو خطاب کر سکتے ہیں مگر حالات ہی دگر گوں ہوں تو سوائے قلم چلائے کے اور کہا کیا جا سکتا ہے۔

برنارڈ شا کی مثال آئے بڑی بے دردی سے دی ہے — حامی ختمی کے لئے ایک افراطی کی تقلیل پیش کرتے ہوئے آپنے اس منطقی تضاد اور سخن سازی کو تھیں ہیں فرمایا جو اس خصرانی کے منقول ارشاد میں صریح پائی جاتی ہے — وہ جب کہتا ہے کہ قرآن وحدیت والے اسلام کو برداشت کرنے کی سکتی میں اپنے اندر نہیں پاتا تو اس کا مرطب اس کے سو اکیا بھاجاتے کہ وہ اسلامی احکام کی تعلیمی پابندی کو اپنے بس باہر خیال کرتا ہے — جیلیے مان لیا ملکن کیاظریاتی اور اعتقادی اعتبار سے بھی اسلام کو قبول کر لیا اس کے بس سے باہر تھا؟ کیا خود اسی اسلام میں جس کے مطالعے کا استدھری تھا یہ بات صریح طور پر موجود نہیں تھی کہ بجات کے لئے فقط ایمان لانا کافی ہے۔ نہ سچی پابندی احکام صرف ایمان لے آئے سے بجات کی راہ تو ہمارے ہی جائیگی مگر نظری اور اعتقادی سطح پر بھی اسلام کو قبول نہ کرنا اور اپنے دین سابق پر مجھے رہنا آخراں کے سو اکیا معنی رکھتا ہے کہ منقولہ ارشاد میں معنوی تضاد ہے اور قرآن وحدیت والے اسلام کی بے حد تعریف کا جو پیرا یہی شخص نے اختیار کیا ہے وہ سخن سازی سے زیادہ کوئی شعوری گھرانی نہیں رکھتا۔

تقلیل اس وقت درست ہو سکتی تھی جبکہ تاریخ شا نے اسلام تو قبول کر لیا ہوتا ہیں عالم میں کوتاہ رہتا ہیں پر آپ عملی کوتاہ ہی کا ہی الزام تو ہاں کر رہے ہیں مگر پر ایمان عائد نہیں کر رہے اور نہیں کر سکتے کہ جماعت اسلامی کی دعوت کو ہم نے نظری اعتبار سے بھی قبول نہیں کیا۔ قبول کو ناجائز معنی دار دہم تو اس کی جماعت و تبلیغ میں مگر ہم ہیں

مح اہل و عیال پاکستان تشریف لے گئے اور ان کا مسامیں وال و اسیاب تھی کہ ذاتی کتب خانہ بھی سرکاری تحول میں وہیں بیخ گیا۔ فرمایا جاتے کہ ان کے عمل میں وہ ہماری قلمی جدوجہد میں جو ہبہ ای وصولی احتیا رسے کیا فہرست قلمی جدوجہد کے ساتھ ایک ایسے ہنگامہ خیز دور میں شریک ہوئے تھے جب ساست کی قضا میں بھوپال آیا ہوا تھا کافر نژادوں کی گمراہی تھی اور علمائے جمیعت کے مقابلے پر مسلم لیگ کو کسی ملکر بی کے عالم کی ضرورت بھی تھی۔ جمروح نیگتی جمایت پر ماں ہوئے تو انھیں باخنوں ہاختہ لیا گیا اور ان کے ملکہ تقریبے دھوم مجاہدی۔

ہمیں کے حالات اس سے بالکل مختلف ہیں۔ حالات وہ چیزیں کہ سازگار ہوں تو آدمی یا کب دن میں ہیرد بن جاتا ہے اور ناسازگار ہوں تو زندگی بھروسہ ہے کوئے بھی لختا ہی ہی کی موت ہوتا ہے۔ حالات ہمیں تھے جن میں علامہ مرحوم کے ایک ایک لفظی تہمت ہمیں اور موئیوں سے لگی اور حالات ہی ہیں جن میں پہاڑ کا ڈھونڈھو کو پیٹنے کی بہا بھی نصیب نہیں۔

آپ کے لئے یہ اطلاع شاید فونکادیتے والی ہو گی کو مرحوم کی جن سرگرمیوں کو آپ مثالی جدوجہدار کے طور پر پیش کر رہے ہیں ان کے دور میں وہ اسی طرح مسلم لیگ سے باہر رکھے جس طرح ہم جماعت اسلامی سے اسہر ہیں۔ حالانکہ مسلم لیگ کی تحریک جذبیوں کا طنکٹ کٹانے سے زیادہ کمی تھراک کی طائفہ نہیں تھی! مقصود گڑے اور دے اٹھاڑنا نہیں۔ بتانا ہم یہ چاہتے ہیں کہ پندرہ قیامتوار نہ مرحوم نے اٹھاڑنا نہیں اٹھا رہے ہیں جس لظریب کو باخنوں نے درست بھاواں کے لئے فقط زبان استعمال کی اور اس کی بھی پردازیں کی کہ اس نظریہ کی حامل جماعت میں باضابطہ مشرک ہوں اسی طرح ہم جس نظریہ کو درست سمجھتے ہیں اس کے لئے قلم محس سے ہیں اور اس کی پردازیں کرتے کہ باضابطہ درکن جماعت بھی نہیں۔ نتائج اور اثرات اور ظاہری

انسان کے حرمت کے بعد اس کا نامہ اعمال بند کر دیا جاتا ہے اور کوئا کام کا تین اعمال مکمل فرما کر جائے جاتا ہے۔ کیا کچھ لوگ اپنے بھی میں جن کے اعمال کا فرما دینے کا کام کرتا اور حرمت کے بعد بھی لوگوں کو نفع و فضمان پہنچا سکتی ان کو قدرت ہوتی ہے؟

۲۳) جہاں بھی ہمیں میلاد و عظ و غیرہ ہوتا ہے اکثر میں شریک ہونے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ اللہ و رسول کی ایک سنوں اور اس سے کچھ فضیحت پڑیوں۔ ابھی دو حارہ و د کا واقعہ ہے ۱۲ ربیع الاول کے موقع پر سیرت النبی کا جلسہ ٹھاکری میں بھی شریک ہوا۔ ختم پر لوگ قیام کے لئے کھڑے ہوئے اور میں اپنی حکمہ رسمیت ہمایہ رہ گیا۔ بعد میں کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آئی تمام کیوں نہیں کیا۔ اگر آپ کو قیام ہنس کر ناٹھا تو مجلس میں آنکھی نہیں چاہئے تھا مگر آپ کو شکرے کہ سرو روکا تاتھ صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف نہیں لاستے تو کم از کم مجلس کے احترام میں تو کھڑے ہو جانا چاہئے۔ اب نہیں سمجھ میں آتا کہ میں کیس کھروں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ صیل کے ساختہ تر آن و حدیث کے حوالے سے اور نبی کان دین کے طریقہ سے آگاہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے گا۔

الخواہل:

(۱) نہیں اس کے باسے میں مستند ذرائع سے کچھ نہیں معلوم ہوا۔ جب نہیں معلوم ہوا تو یہ لوگ نہیں مستند ذریعہ بتائیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ کچھ رواییں ہمار دنیا کا سیر پاسا کرنی رہتی ہیں۔ اس معاملہ میں کسی بزرگ کا کشف و اہام تو ہاۓ لئے جو تہیں نہ ثواب و خیال سے کوئی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ نظر آنے والی دنیا کے بارے میں

ذرا جب القبول اور لا اتنی اعتماد فیصلہ وحی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اگر فرآن یا احادیث معتبر میں ایسی کوئی اطلاع دی گئی ہو تو یہیں آگاہ کیا جاتے۔

(۲) نہیں نہیں معلوم ہونے کے بعد کسی کا بارہ کرنا گیا مخفی رہ کھاتا ہے اور اس مدد کی نوعیت کیا ہوگی۔ کم سے کم یہیں تو

اور آپ کو اس کا اعتراف بھی ہے۔ پھر بھلا بھائے اور بزرگوں کے ذہنی پیش نظر میں مطابقت کے کیا معنی؟ دراصل آپ جماعتِ اسلامی کے باشے میں خواب خیال کی بڑی اوجی فضایاں اُڑ رہے ہیں۔ آپ نہ جانے کیوں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جماعتِ اسلامی کا باقاعدہ رکن بخال اکٹی ایسی ہی شخص منزل ہے جسی فوج میں بھرقی ہولکر شکرانہ سہارڈیوں اور پر فانی علاقوں میں اڑنے جاتا۔ اسی نئے عامر عنانی اس سے کھی کا مشت اہے۔ اسے قرآن مجید اجڑاں تک اجڑاں تک اس کا ساز و سامان دیکھئے اور پھر جماعت کے مرکزی بوقریں دہلی پہنچئے۔ آپ کو اتنا پڑے گا کہ عالم حس پلیگ بر پیغمبر فلم ہستا ہے اس کے باس ان ان کرسیوں سے ذیاہ ہستے ہیں جن پر پیغمبر کراں ہم جماعت فلم چلا رہے ہیں اور عامر عنانی کی ذاتی آسائش کا سار اسلام بھی تیلام کر دیا جائے تو وہ اس یکسکرے کی قیمت نہیں جھکا سکے گا جس کی چھت سے پیکلے ہر سے برقی پٹھکی ہو ایں ایک رکن جماعت قرطاس فلم کی خدمت کر رہا ہے۔

تفصیل بالکل نہیں۔ ہم دلعت نہیں بھی سکے کہ جماعتِ اسلامی کا درکن بن جانا ہی بجائے خود ایسا کو نہیں رحل ہو گا جس کے مقابلہ میں آپ کو ہماری موجودہ زندگی تی آسانی اور فرار کی زندگی خوس ہو رہی ہے۔ الستقبل کے خطوات پیش نظر ہیں تو یہ فکر میتے اور بروایوں کی نظریں ہم جماعت سے الگ نہیں اور اگرچہ اور مقصود ہے تو اس سے آگاہ فرمائیں۔

متفرقہات

سوال اٹھا۔ از شبیر احمد۔ پورنہ۔

۲۴) انسان جب رجاتا ہے تو اس کے عمل کے مطابق اس کی روح کو ہلکیں یا سمجھیں میں پہنچادی جاتی ہے۔ کیا چجھے ارواح ایسی بھی ہیں جن کو عالمِ دنیا کی سیر کرنے کی آزادی ہوتی ہے؟

۲۵) کچھ چھوٹی بڑی کتابوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ

کرامے اس نے ہم بھی قیش ہی سے کام لے کر آپ کا جواب دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

دیکھئے ہو تو ہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ما خی اور مستقبل سب پر حیطہ ہے۔ جو کچھ بہر چکا اور اسے جو کچھ بہر نہیں سب اللہ کو معلوم ہے۔ معلوم کیسے نہ بہر جب کہ ہونا اور نہ ہونا اسی کے قصداً فرمائے اور نہ فرمائے کا دوسرا نام ہے۔ تقدیر پر آپ کا ایمان ضرور ہوگا۔ تقدیر اسی کو تیکتے ہیں کہ اُنہوں نے زمانے میں جو کچھ ہونا ہے وہ آج بھی اللہ کے علم ہیں۔ چنانچہ جو کچھ ہونا ہے مفصل اور مکمل علم جس کے دائرے سے کوئی جھوٹی سے جھوٹی تفصیل باہر نہیں۔

فلموں کے فیلم آپ دیکھنے ہوں گے۔ سینما میں بھی کر جو کھلی تماشا آپ دیکھ رہے ہیں وہ بظاہر تو آپ کے سامنے اُنکے زمانی ترتیب سا تھا رفتہ رفتہ آتی ہے اور ہم باقلم دیکھتے ہوئے آپ نہیں جانتے کہ فلاں ہیں کے بعد کوئا سینما نہیں کا اور فلاں واقعہ کا تباہی آج کو کیا تکلیفاً گا۔ لیکن حقیقت اور احوال آپ کو معلوم ہی ہے کہ پورا کھلی پہنچ ہی سے ایک لمبے فیلم میں مرتب ہو کر میں کوئی اعمال کے مطابق جنت و دو رخ خطا کی تھیں کہنے پڑھ کر ترتیب دار و مکمل طور پر ساری داستانی باخبر ہے۔

یوں ایسا ہی عالم دلائی شہنشاہ، اللہ جل شانہ کے علم ہے اسی ابد الہاد تک جو ہونا ہے وہ سب علم اُبھی میں مرتب ہے اور اسی حقیقت معنوی کو تقدیر کرو جو مخنوظ جیسے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب اگر قرآن کے لئے یہ بات پھر دشوار نہیں کہ اداکاروں کی چوادا کاری ریک محدودت کے بعد اپنا خارجی وجود ختم کر جوکی مصالے کے قیمت پر اس طرح ثابت کرنی گئی کہ جب جس کا جی چاہے اسے فلم کے پردے پر دیکھے تو اللہ کے لئے یہ بات کیا دشوار ہو سکتی ہے کہ جو مناظر و واقعات اس کے دامن علم میں پہنچے ہی سے موجود ہیں ان کا کوئی حصہ اپنے کسی بندے کو دکھلادے۔ قیامت اور آخری

اجمیل کسی مردم نے مار نہیں دی۔ یادی ہو تو ہمیں اس کا شعرو و ادراک نہیں۔

(۲۴) مکن علیم نے آپ کو لکھ کر دیا ہے کہ مجلس میلاد میں تشریف ہی لے جائیں۔ میلاد مردو جہد تو ہوں بھی برعکس ہے اور اس میں قیام کر لیا اور تم چڑھا کی مانند ہے۔ نام چاہے غفلی و عظر کیجیے یا حلستہ سیرت النبی۔ الگریہان درہی لفاظ اعلیٰ اور سماں بازی ہوتی ہے جو آج کل مردیج ہے تو آپ دہان جائے کی وجہت نہ اٹھائیں۔ جائیں سے تو لازماً یہی حکم میں آئے گا جو آیا۔ یہ سیدھا مشورہ آپ کی بھروسہ میں نہ ملتے تو جو جی میں آئے کیجیے۔ دیے شرک ہوئے قیام میں بھی ساہدہ دیں گے تو چاہے دل میں پھٹکی ہو مرکسل سرکر کے ہر تکب ہزوں شہریں ہیں۔

عالم مشال

سوال ۱۵:- سید محمود علی۔ صاحب محظوظ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت میں ہر ایک کے حرب کتاب کے بعد ان کے اعمال کے مطابق جنت و دو رخ خطا کی جائیں گی اور اس سے قبل حسب اعمال قبریں خدا را بی راحت عطا لیا جائے گا۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ محراج میں ان کو جنت و دو رخ کی سیر کروانی گئی۔ جہاں انسوں نے انسانوں وغیرہ کو جنت میں آزاد اور ساقی کے ساتھ اور دو رخ میں خدا میں مبتلا دیکھا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب قیامت ہوئی ہی نہیں حساب کتاب ہوا ہی نہیں کیونکہ اس سے قبل ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں وغیرہ کو جنت و دو رخ میں مختلف مرحلات میں دیکھا؟

اجواب ۱۵:-

اللہ جل شانہ کے ذات و صفات اور عالم نہیں کے اسرار و موزعیت نہیں ہیں کہ انہیں مطلق اور تجھے کی روشنی میں قابل ہم بنایا جاسکے لیکن اس کے باوجود اللہ نے خود اپنے کلام میں تمشیقات کے ذریعہ اپنی ذات و صفات کا ادراک

لیکن بوالی یہ ہے کہ اس طرح پرده کی خلاف ورزی ہو گی۔ لیکن صورت میزدہ الدین کو اپنی لڑکی دھکتا چلہتے یا نہیں جبراں کی اختصار سے لکھیں۔

الحوالہ :-

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ شادی سے قبل لڑکی کو ایک بار دیکھ لیتے کی اجازت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدی ہے تو پھر این دوں اور چون وچر اکا کیا مطلب ہے پرده بھائے خود مقصود نہیں بلکہ وہ عبیسی ہے راہ روی کو رونکے کے ایک ذمہ لئے کے طور پر مقصود ہے۔ اگر لڑکی کے والدین اپنی لڑکی کو اپنے نظر دیکھ لیتے کا موقع کسی ایسے شخص کو دیتے ہیں جو تکاچ کی نیت رکھتا ہو تو اسیں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حسن و حمال بہرحال ایک قابلِ لحاظ شے ہے۔ شادی سے قبل ایک شخص الگ اس اندیختے کا استدراک کرنا چاہتا ہے کہ اس کی زوجیت میں کوئی اپنی لڑکی نہ آئئے جو بسمانی حیثیت سے عیب دار باتیں کرو تو اس خواہش کو اسلام نے گناہ قرار نہیں دیا بلکہ جو لوگ حسن صورت کے معاملے میں ذکر الحسن ہوں اور دیانت کے ساتھ ہے پھر ہوں کوئی کرہہ لمنظور و روت کے ساتھ وہ اطمینان اور خوشی کی زندگی نہیں کرے اسکیں گے اخیں لا زیادہ انتہام کرنا چاہتے کوئی لڑکی کے لئے پیغام تکاچ بھیجنے سے قبل معتبر ذرائع سے اس کی شکل و صورت کا حال معلوم کر لیں اور الگ مستخر ذرائع موجود نہ ہوں تو بطور خدا اپنے نظر دیکھنے کی کوشش کریں۔ یہ کوشش اگر خوری چھپے بھی ہوگی تو عند اللہ معصیت نہ ہو گی بشرطیک نیت ان کی درست ہو اور خود لڑکی کے سر پر ستون سے فرماش کر کے بھی ایک نظر دیکھا جاسکتا ہے۔

ویسے عرف عام کے لحاظ سے بہ بات خارج میں داخل ہے کہ والدین متوقع دلماڈ کو اپنی لڑکی دھکاتے کا انتظام کریں۔ دلماڈ کی طرف سے ایسی فرماںش ہی اکثر حالتوں میں سنگاہ مرث و تزیع کا باعث بن سکتی ہے لہذا جس شخص کو بھی لڑکی دیکھنے کی ضرورت کا مرحلہ درپیش ہو اسے طلاق سے

جز اور سزا کا سنگاہ مہمانی سے متعلق شکستہ قبل کی جیزیرہ لیکن اللہ کے لئے اس کی حیثیت قبل کی نہیں بلکہ ہر شے حال یہی حال ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک کہانی نوں یا ڈاٹر کٹر اگر چاہے تو سلسلی کہانی کا وہ واقعہ جو دادعات کی ترتیب کے لحاظ سے بہت بعد میں نہیں آتی ہے مثلاً مفعی میں دھکا اسکا ہے یا خود آپ ہر فلم کے فتحے کو کامٹ چھانٹ کر آسکے صحیحے جو ر دیں تو بعد میں نہیں آتے دامتہ مناظر پہلے آجائیں گے اور پہلے دامتہ بعد میں۔ تو جس ایسی کے دستی احتیاں میں ابدال اباد تکمیل ہے، آتے والے جملہ دادعات داداٹ کی ساری کہانی مرتضی طور پر موجود ہو اس کے لئے گیا دشوار ہے کہ جسے چاہے جب چاہے کہانی کا کوئی سماجی حصہ دکھا دے۔ دھکانے کے لئے انسان مسلم کے فتحے بناسکتا ہے تو کہاں کا انسان کا خالق آسمان و زمین کی کسی بھی شے کو اپنے بے نہایت علم کے ایک قدر سے حقیقت کا آئینہ بنادیتے پر قادر نہیں ہونا چاہئے۔

اصطلاح میں "علمہ مثال" ایسی ہی دینا کو کہتے ہیں جہاں حامل ظاہر کی ہر شے کا ایک معنوی و بودھجیں کیا گیا ہے حضور کو کوشش مراجع میں جو کچھ دکھایا گیا وہ ہماری تصور سے مالم مثال ہی کا واقعہ تھا۔ نیکن یہ مالم مثال دہم دہمان میں کوئی شے نہیں بلکہ ایک ایسی ہی حقیقت سے ملے گی کوشش اور ستاروں کا ہائی ریپولٹم کوشش اور تیفیٹ سلط کو ہم آنکھوں سے دیکھے یا ہاتھوں۔ چھوٹی نہیں سکتے لیکن لگو حصہ دہم کہنا بھی نہیں اسی طرح کائنات میں نہ جانے کہاں ایک مالم مثال ہے اور کوشش مراجع میں مستقبل کے جو ہمارے حضور کو دکھائے گئے وہ اسی مالم مثال کی جیزیرہ۔ واللہ تعالیٰ حصل و علیہ حکم۔

نكاح کیلئے لڑکی کا دیدار

سوال ۲۔ (ایضاً)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ شادی سے قبل مزدہ اس لڑکی کو دیکھ لینا چاہئے جس سے بات طے ہوگئی ہے تاکہ بعد میں اعتراض کا سوال نہ

مشکوٰۃ باب الزیادۃ السمعۃ میں آتا ہے:-
 عن شداد بن اوس پھر کہ میں نے
 قاتل مسحیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 یاد رشاد فلاتے مناک جس شخص نے
 یقول من صلی برائی
 نبود ناشک کے لئے مناک پھر
 اس نے شرک کیا اور جس نے
 فقد اشوف و من
 صاحب برائی فقد
 دکھانے کیلئے روزہ رکھا اور نے
 شرک کیا اور جس نے دکھانے کے
 اشوف و من تصدق
 برائی فقد اشوف
 لئے خیرات کی اپنے شرک کیا
 ہی شداد بن اوس ایسا سہرتہ عالم رفت میں
 آنسو ہلکھلے تھے، ان سے بچا گیا کیوں رو رہے ہو؟
 ٹکلوگر آزاد میں حواب دیا کیونکہ اس نے آقادید الابرار
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرفتی یاد آ کر مولا رہا
 ہے۔ سوال کیا گیا وہ کیا ارشاد تھا۔ فرمایا، سید الابرار
 صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:-
 ”میں اپنی امت کے بالے میں شرک و شہوت
 خفیت سے رُذنا ہیں۔“
 شداد بن اوس پھر ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد سن کر
 میں نے عرض کیا:-
 ”یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک
 بھی کرے گی؟“
 فرمایا۔ ”اے ابن اوس۔ یہ المذاک واقعہ بھی
 پیش آنا ہی ہے۔ لیکن یہ مت گھوکر وہ چاند سوچا پا تھر
 کے مبت بھیں گے۔ ہیں یہ تو نہیں ہو سکا، لیکن وہ کہو
 ناکاش کے لئے نیک عمل کریں گے۔“

شہوٰۃ خفیت کے الفاظ اس حدیث میں ٹھہرے
 دو رسم اور زمانی ہیں۔ ویسے تو لفظ شہوٰۃ کا استعمال
 عموماً جنسی خواہش پر ہوتا ہے لیکن حدیث کے سیاق میں سکا
 اطلاق ہر خواہش نصانی پر ہو سکتا ہے۔ چنانچاں کی مثال
 اسی حدیث کے متن میں یہ دی گئی ہے کہ مثلاً ایک شخص روزہ
 رکھ کر سوتے، یہ کن صبح اٹھ کر خواہشات نصانی ہیں گئی ہیں

فرماتش پیش نہیں کرد یعنی چاہیے کہونکہ معاشرے میں اسی
 خروج عار اور عزت و ذلت کی قدرتوں کو خود مشرعت بھی
 مناسب حدود میں ملحوظہ رکھتی ہے اور یہ گز نہیں پیدا
 کر سکی کسی شرعی حق کے استعمال میں پھر ٹین برتاؤ جائے
 براہ راست والدین سے فرمائش کرنے کے علاوہ بھی
 متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں کہ ایک نظر دیکھنے کی ضرورت
 پوری ہو جاتے۔

ریا کاری

سوال :- از عبد العزیز۔ ضلع میرک۔

ہمارے چور آباد کی میں یہ بات عام ہوتی ہے جاہی ہے
 کہ لوگ جیسے ہی حج کر کے لوٹتے ہیں اس اپنے نام کے شرف
 میں حاجی کا لفظ چنان کریتے ہیں اگر تاجر ہوں تو شہزاد
 وغیرہ میں حاجی کا لفظ بھی نام کے ساتھ طبع کر دیتے ہیں
 غرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بعض حاجی کہلانے کے
 شوق میں حج کرتے ہیں اور چور آباد شہر میں تو کوئی عالم
 یا میوہی ایسا نہیں ٹلے گا جو ان کی اس ریا کارانہ حرکت
 پر لوگ کے بھائے کہونکہ ہمارے چور آباد کے عام علماء وغیرہ
 کی تعلیم ہی میں خود پسندی پائی جاتی ہے۔

اب دریافت طلب امریہ کے از خود اپنے نام
 سے بھلے حاجی کا لقب اختیار کر لینا گیسا ہے۔ آیا دریاء
 میں داخل ہے یا نہیں؟

اجواب :-

سوال کی جوابت بتارہ ہے کہ خود اخناب بھی
 جو اسے واقعہ ہی ہیں۔ میرا کام صرف انتارہ گیا ہے
 کہ آپ کے خال کی قیمت و تصدیق کر دوں۔

ہر نیک کام کی اللہ کی بنا قبولیت اور قیمت
 کا دار بڑی حد تک ملخص اور جن تہیت ہی پڑتے۔ سیا
 کو ختمی مرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں شرک
 قرار دیتے۔ شرک سے بڑا لگاہ کوئی نہیں۔ ہر سان بطور
 تذکرہ مو عظمت ہم چند احادیث نقل کرنے پر اتفاق ہوتے ہیں

گذئے اور ان کی تائیں ہیں لیں۔ آپ ٹھہر گئے اور فرمایا۔
”کیا میں تم لوگوں کو ایک ایسی جیزی خبر نہ دوں جو
سری نظر میں تم پرستیج و دجال کے نزاع و آوریش سے
بھی زیادہ سخت ہو گئی؟“
صحابہؓ نے عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ صدر دخیر
دیکھئے۔“

سرکارؓ نے فرمایا۔ ”الشوق الحنفی“ ایسا
مترک جھپٹک، نقاب پہن کر گھات اگھا تھے۔ پھر حضورؐ نے
تمثیل پڑیں ترمیٰ۔ ”مترک حنفی یہ ہے کہ مثلاً ایک دی
خاز پر چھٹے کھڑا ہو اور یہ حموس کر کے کچھ لوگ لے دیکھے
بھی رہے ہیں خاز میں اضافہ کر لے۔“

خاز میں اضافے سے مراد یہ ہے کہ یا تو کوئی وجود
اوہ قیام و قعود کا طول بڑھائے یا فاصل میں اضافہ کر لے
یہ رہا ہے، مترک حنفی ہے۔ اسے ہمارے آقاؑ فتنہ دجال
سے بھی زیادہ خطرناک اور بدتر قرار دے رہے ہیں۔

اور اشتهاروں میں خود کو ”حاجی“ پہلے والے
جنوگ اس روایت کو خصوصیت سے ملاحظہ فرمائیں۔
من سمعم الناس ععلم من شخص اپنے نیک عمال کا پوچھنے
ستعم اللہ ربہ اسامع کریما اللہ تعالیٰ خلق کے کاؤں
خلفیہ و حقرہ و صغرہ میں ؎ اللہ بجا کری شخص دیا کارہے
و مشکوک بحوالہ شعبت الحجۃ اور پھر اسے خیر دلیل کرے گا۔

یہ اللہ کے سب سے بڑے رسولؐ کا فیروزہ ہے۔ خبری
نہیں کہ ریا کاری کا بھانڈا دینیا ہی میں پھوٹے۔ الگ کسی
شخص کی ریا کاری دینیا کی چند روزہ زندگی میں شہرت
جائے اور منافع کا وسیلہ بنی ہیں یعنی تسبیب بھی یقینی ہے کہ

آخرت میں اسے بھی کھوئی آنکھے جس کی خبر اللہ کے پچھے
رسولؐ نے دی۔ اصل عترت و ذلت تو آخرت کی ہے۔
سریا ہیکی سے ہلکی مقدار میں بھی مترک ہی ہے چاپخہ
حضرتؐ فداہ و امی وابی کے یہ الفاظ حدیث میں منقول
ہیں:-

یسیم الریاء شوک مخواڑی سی ریا بھی مترک ہے۔

خواہش کی خریک پر رونہ توڑتا ہے۔
یہ بھی ایک خواہش نفس ہی ہے کہ ہم دنیا والوں کی دادو
تھیں کی خاطر نیک عمل کریں اور اس خواہش نفس کو اس حد
تک قابل نظر نہ فسرا دیا گیا ہے کہ اس کے ڈانڈے شرک
سے مل گئے ہیں۔ خوفی سے مراد یہاں وہ بیضیت بھی ہو
سکتی ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں ”تحت الشوری“ کہا
ماتا ہے۔ یعنی آدمی کو اس بیضیت کا واضح اور اک نہ ہو۔
یا کسی ایسی نیکی میں اور اک ہو جو امر واقعہ کے خلاف ہو۔
بہت سے لوگ مجھ کو چانتے ہوئے کوئی واضح اور
نمایاں تصدیق تو اپنے دل و دماغ میں عنود نمائش کا ہنس رکھتے
یہیں دبی خواہش ان کے اندر یہ ضرور ہوتی ہے کہ وہ
ایک ایسا کام کرنے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے لوگ ان کی
حربت کریں گے۔ ابھیں حاجی کے معزز لقب سے یاد کیا
جائے گا اور ان کی دینداری مسند ہو جائے گی۔ یہ دبی
تحت الشوری خواہش اگر جو نمایاں طور پر سیاسی کے ذمے
میں نہیں آتی یہیں شہوتوں خوفی کا متصداق ضرور ہے
اور شہوتوں خوفی کو بھی حضورؐ نے ریا ہی کی طرح ذمے اور
پناہ مانگنے کی چیز قرار دیا ہے۔

یہیں جن حاجیوں کا تذکرہ آپنے کیا۔ اور بالعموم
آج کل ایسے ہی حاجی شہر بہ شہر ملتے ہیں۔ یہ تو یہاں تک پڑ
ریا ہی بہرستہاروں اور اکثر حالموؤں میں ان کا مقصد حج
سوائے نمود نمائش کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

ہمارے معاشرے میں حج کرنے والوں کو حاجی
کے لقب سے یاد کرنے کا آغاز تو غالباً اس نیک بنتی کے ساتھ
ہوا ہے جو کسی اس سے لوگوں کو حج کی ترغیب ملے گی یہیں فتنہ
رفتہ یہ لقب خود نمائی اور تفاخر کا مظہر بن گیا ہے اسدا
جو لوگ خود اپنے قلم سے اپنے کو حاجی لکھیں سمجھ لینا چاہیئے
کہ ان کے اندر کسی بزرگی مقدار میں ریا کے جراحتیں سرووش پائیں
ہیں۔ اب یہ خدا کا معلوم ہے کہ یہ قدر اٹھیکھاٹھاٹ کرنی ہے۔
ایک مرتبہ پچھے صاحب اپنے فتنہ دجال کا ذکر کر رہے تھے
اطلاع حضورؐ نے دی تھی۔ اتفاق سے سرکارؓ بھی ادھر سے

کم معیار کے مطابق آپ اس کو خلاف شرع فراہدیں مجھ سے پریشانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے انسان کوئی سبیل کرے تو اس کو غلط لکھ کر دیا جا سکتے ہے۔

اب بھیر کی اس بندادی اصول کی تفصیلات ملاحظہ رہائیں ایک کمپنی یہ طبقہ ہے کہ مختلف عمر کے افراد سے درجہ حافظہ ہر رہا ایک مقررہ رقم متعین مدت تک اس کے عوض وصول کیا جائے کہ اس مدت کی تکمیل پر ایس کے قبل موت واقع ہونے پر وہ اُن انسداد کو معاہدہ شدہ رقم ادا کرے گی تو یہ کون سا بے جا کام ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ پریشانی کے تجذیب کا اصول کیا ہے؟ پریشانی کا فصل "تجذیب امورات" *Moral Habits* میں کیا جاتا ہے۔

ہر لکھ کے آب و ہوا اور جغرافیائی حالات کے نظر چاہیے سال کے متحمل شدہ اعداد و شمار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فام طور پر کس عمر میں کتنے فی صد افراد نعمۃ اجل پوچھاتے ہیں اور اس طرح متعین مدت کے اندر بہ طاقت عزم زدہ اخواص کے پریشان ہی کی رقم سے فوت شدہ افراد کے معاہدہ شدہ رقم کو بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ مثل ۱۰۰ افراد نے دس سال کے لئے بارہ سو روپیہ فی کس کا معاہدہ کیا اور کمپنی "تجذیب امورات" کے مطابق یہ جانتی ہے کہ ان دس سالوں میں ۵ افراد بچپنی پریشانی پوری رقم ادا کئے ہوئے انتقال کر جائیں گے اس طرح الگ الگ افراد اسال تک زندہ رہ جاتے تو ۱۰۰ کی معاہدہ شدہ رقم کو ادا کرنے کے لئے ان چھ سال سے دس روپیے مانگ لینا کافی تھا۔ لیکن اب ۵ انتقال ہونے والے افراد کی معاہدہ شدہ رقم کو بھی ان ہی ۹۵ زندہ رہنے والوں کو ادا کرنا ہے اس لئے دس روپیہ کے بجائے ۱۲ روپیہ ماہر پریشان سب کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ اور اسی اصول پر بھیسا کا سارا کاروبار چلتا رہتا ہے۔ آپے اپنی تحریر سی تقدیر میں حسب ذیل با توکی شاذی کی ہے۔

(۱) بیہقی تمارکی ایک ایسی قسم ہے جس میں انسانی سوچ وحہ

لے اس خط کو ہم نے تھا زبان و امثال کی اصلاح کے بغیر قریب کیا ہے تاکہ سائل کی محرومیت سامنے رہے اس میں الفاظ کے غلط استعمالات کو کتابت کی غلطی نہ کھجاتے۔ م حاجب مکتب کا نام اس نے خوفزدہ کر دیا گیا ہے کہ مقصود ذاتی تحقیق ہیں۔ باد جو زبان و بیان کے ناقص سے جواب اس لفظ

ایک حدیث قدسی میں ریا کاروں کے بارے میں اللہ کا یہ ارشاد مروی ہے۔ قیامت کے دن اللہ فراسائے کا نہ اذھبوا لی اللہ یت جاؤ تم انھیں لوگوں کے پاس کشمکش تراویں فی الدینا جاؤ جھیں دھانے کلے دینا فانظر و مغلب مجددت میں تم نے نیک عمل کئے تھے پھر عند ہم حزاوغ خیراً دیکھو کہ کیا ان کے پاس انھیں کوئی (مشکوک) بدلہ بحالی مسرا تی ہے۔

غرض ریا۔ جنمود نمائش اور عزت دجاہ کی طلب کا جامع نام ہے اسلام کی نظر میں بدترین شے ہے جو زیر بارہ میں کی طرح اعمال نیک کے لفیض سے نقیض تریان کو جوہراں بنا دیتی ہے۔ لیکن آپ ہی کی طرف نہیں ہندے یا اس میں جگہ جگہ ایسے ہی حاجی زیادہ ملنے میں خبیثین حاجی کہنا اگر آئندہ نہ ہو وہ اس درجہ خفا ہو جائیں گے کہ جیسے ابھی ازالیت عربی کا مقدمہ قائم کر دیں گے۔ اب بتائیے غریب مفتی جعلی اس سلسلے میں کیا کرے؟

ایک تہلکتیہ

سوال ۱۶۔ دنام خوفزدہ کر دیا گیا، اب چون کے جعلی میں ایک سوال کے جواب میں آپے بنا دلیل "انٹیورپیش" کو ناجائز قرار دے دیا حالانکہ اس ہے کہ معاشر ادارے پر تقدیر تفصیل کا مستحق ہے۔ مجھے اس میں حسب ذیل چند باتیں عرض کرنی ہیں۔

"چند افراد میں کریم طے کرتے ہیں کہ فی کس نا یک مقررہ رقم ہر رہا ایک متعین مدت تک جمع کریں اور اُس مدت کے اختتام پر برقرار کو ده مقررہ رقم والپس کر دی جائے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی متعین مدت کے قبل ہی فوت کر گیا تب بھی زندہ افراد کے مطابق متعین رقم فوت شدہ افراد کو بھی والپس کر دی جائے۔"

بھی سیدھا معاہدہ اگر آپکے سامنے پیش کیا جائے تو

لے اس خط کو ہم نے تھا زبان و امثال کی اصلاح کے بغیر قریب کیا ہے تاکہ سائل کی محرومیت سامنے رہے اس میں الفاظ کے غلط استعمالات کو کتابت کی غلطی نہ کھجاتے۔ م حاجب مکتب کا نام اس نے خوفزدہ کر دیا گیا ہے کہ مقصود ذاتی تحقیق ہیں۔ باد جو زبان و بیان کے ناقص سے جواب اس لفظ

تو میرے خیال میں بھی ہے جنکا واقع پذیر ہونا غیر لفظی ہو
— لفظی ایسا ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔

بھی میں ذاتی جدوجہد کا عنصر بھی مفقود نہیں ہے،
اس لئے کہ پریم کا اتنے بغیر ہر سے فائدہ حاصل نہیں کیا
جاسکتا اور پریم کا پسہ حاصل کرنے کے لئے ظاہر ہے کہ
انسانی جدوجہد درکار ہے۔ اگر تیر کے بارے میں اپ
کا خیال درست ہے تو زیندگی نظام کے بارے میں
آپ کا کیا خیال ہے جس میں ہر سال زیندگی کو بالگزاری
کا پسروں (ظاہرًا بغیر کسی جدوجہد کے) مل جائی گرتا ہے۔
بھی پرایک تقدیر بھی کی جاتی ہے کہ پریم کی شرح

تجھیہ اموات "کامرون منت ہے اور موت کا تجھیہ لکھنا
شرخا اور اسلامی مزاج کے خلاف ہے، لیکن سطحی تقدیر
ہے۔ قرآن اور حدیث کے علاوہ دنیا کے معلومات کے
مابین زخاریر تجربہ اور صرف تجربہ پر بنی ہیں اس لئے یہ
کہنا کہ موت ذاتی کے باقی میں ہے اس لئے اس باقی
میں کسی قسم کا شمار و تجھیہ غیر اسلامی ہے ٹھیک ایسا ہی جیسا کہ
مریض کے علاج کو خدا تعالیٰ (بزرگ، خالق، اندازی پر مبنی) انتشار
دیا جاتے اس لئے کہ مرض کا شفا یا ناسداری مرضی پر ہے

جس طرح داکٹر کا یہ (رعایتی غیر اسلامی) ہو گا کہ وہ لازمی طور
پر مرض کو اچھا کر دے گا، لیکن مریض کو اچھا کرنے کی کوشش
اس کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح موت کے مابین میں
تجھیہ و شمار کے اٹل ہونے کا قطعی دعویٰ تو کوئی بھی ہوش
گوش کا آدمی نہیں کر سکتا لیکن اس اندراز کی پیداوار
کوئی تقدیر کا اکرنا میرے خیال میں اعتراض کا موجب
نہیں قرار پاسکتا۔

تجھے اپنے ہے کہ بھی کے معاملہ میں آپ ازسر فی
خور کرنے کی کوشش کریں گے اس لئے کہ موجودہ معاشی
نظام کے اس اہم عنصر پر اتنا لکھ دیتا کافی نہیں ہے کہ
ان سب پر علماء نقد کر چکے ہیں۔ خطلو بہت لمبا ہو گیا
لیکن ایک اہم بات کی نشانہ ہی انتہا ہے ضروری بھتھا ہوں
میں تجھی کا اپر اندازی اقتداری ہوں اور آپ کی علمی صلاحیت

کو دخل نہیں (۲۲) اس میں الفاق اور تقدیر ہے داؤ لگایا جاتا
ہے (۲۳) اسی لفظ و نصیhan کا تعلق ذاتی جدوجہد کے بجائے
نامعلوم حادث پر ہے۔

(۱) میرے خیال میں بھی کوئی قرار دریافت نہیں
 بلکہ قمار سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ قمار میں کامیابی باکل
غیر لفظی ہے۔ داؤ پر لگایا ہوا رقم ہارا بھی جاسکتا ہے اور
اس کے عوض کئی گستاخیاں یادہ رقم علی جیتا جاسکتا ہے، لیکن
بھی میں اگر پریم کی رقم معمول طور پر ادا کی جاتی رہی تو
بھی شدہ رقم ہر حال میں مل کر رہے گا۔ اس میں "دوا یا بازی"
کا کوئی عضر شامل نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ اس میں انسانی
مجھ و جہ کا دخل نہیں ہے۔ یہ صرف الفرادی حد تک صحیح
ہے لیکن اجتماعی سطح پر پریم کی شرح مقرر کرنے کیلئے سالوں
کے تجربہ و اعداد و مشاہد اور بہت دقیق حساب دانی کی
ضرورت ہے جس کو بغیر فحی استعداد کے حاصل نہیں کیا جاسکتا
چنانچہ اس کا کئی نامہ بن دخاصل کا ایک خصوصی طبقہ
(جن کو مدد و مدد سے ملتا ہو کر کہا جاتا ہے) کا تعاون حاصل
کرنا پڑتا ہے۔

(۲) بھی کا تعلق الفاق اور تقدیر سے آتا ہی ہے جتنا
کہ دنیا کا دیگر جائز کاروبار۔ اس کا کلیہ "احصار ان
دوں" با توں پر اسی صورت میں مکن تھا جب کہ موت
واقع ہنسے پر بھی شدہ رقم کے ڈوب جانیکا خطہ لائق رہتا
یہاں تو دوں حال توں میں پسہ ملتا ہی ہے اس ان زندہ
رسے جب بھی اور موت واقع ہو تب بھی۔

(۳) بھی میں "نصیhan" اور "نامعلوم حادث"
کا کوئی عضر شامل نہیں۔ اس لئے کہ بھی شدہ رقم تو ہر
حال میں ملتا ہی ہے۔ اس کے علاوہ موت (بیشیست اتفاق
کے) ایک نامعلوم حادث نہیں بلکہ اس کو آتا ہی ہے۔ یہ
بھی شدہ حدت کے درمیان آتے یا بعد اور بھی کی حدت بھی
نامعلوم نہیں بلکہ مقرر ہی ہوتی ہے۔ ان دونوں میں سے
آخر کا تعلق نامعلوم حادث پر ہے؟ نامعلوم حادث

قانون کی وہ گرونوں دفعات ہوں جن کا فائرنگ مطالعہ کئے بغیر قانون کی روح اس کے مقصد اور اس کے رُخ کو بھنا ممکن ہی نہیں ہے، نہ اس کی نظریں وہ فنی بھیں ہوں جو وقت اپنے قانون برداشت کا لائتے رہے ہیں اور نہ اس کی پہچن معروف و مستند چوں کے ان فیصلوں تک ہو جیں قانون کی تغیریں میں نظائر کی حیثیت دی گئی ہے؟

حدبے کریں جس اس زبان تک واقع نہ ہو جو اس زیر لفظ کو قانون کی اصل زبان ہوا تو جس میں یہ فرا
بجود ہے قانون مرتب کیا گیا ہے۔ کیا ہر بھی آپ کہتے ہیں کہ معروف و مبتدا میسر طور کے واضح اور دل وک فیصلے کے خلاف اس شخص کا زبان کھولنا معقول تو کیا قابل اعتقادی ہو سکتا ہے؟

یہ سوال تو بعد کامی کے اختلاف و تردید کے سلسلے میں اپنی بوجو عقل اور اشکل سے جوابیں کہہ رہے ہے وہ ہم خود کس حد تک معقول اور نہیں ہیں۔ پہلا سوال تو ہم اپنی طبقاً کر قانون والوں کی لفظوں میں دخل دینے اور ان کے فیصلوں پر راستہ زدن کرنے کا استھان ہی اسے آخر کیاں سے حاصل ہو گیا جب کہ قانون کے علم و فن میں راستہ زدن کر سکتا توانی اور کم سے کم شرطی بھی یہ پورا نہیں اترتا۔ آپ دلکش سکتے ہیں کہ مددتوں میں الزامات پر بحث اور قانون کے اطلاق انتظامی کی لفظ کو صرف دھی لوگ کر سکتے ہیں کہ کم سے کم وکیل ضرور ہوں۔ کم سے کم کام طلب یہ ہے کہ "کالٹ" لفظ ایک دگری کا نام ہے جو اس بات کی صافی نہیں کہ اس دگری کو حاصل کرنے والا اتفاق قانون کا ہر بھی ہو گیا ہے یہ تو بہ اس بات کی ضمانت ہوتی ہے کہ قانون پر لفظ کو کیا کیا جادی تی سے ادی! اور کم سے کم شرطی ضروری ہیں افس اس دگری کو حاصل کرنے والے نے پورا کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے محض طویل کی طرح وہ اس نے قانون پاں کر لیا ہوا اور ذہنی صلاحیتوں کی کمی کے باعث قانونی نکالت کی بیچیدگیوں پر اسے کوئی بخوبی حاصل نہ ہوا ہو۔ تاہم قانون کے

کو اثر تھا اسی کی نعمت بھنا ہوں لیکن اب مجھے آئے کہ تو قلم کا زنگ بدلتا ہو اظر آ رہا ہے۔ اگر پر اندرازہ غلط ہمیں ہے تو میں یہ کہتے ہیں حق بجا بہ کہ آپ کے "تم" میں ملی غور کی جملک نظر آ رہی ہے۔ آپ عدج قادری اور پر زادہ صاحبان پر تقدیر ہیں۔ تقدیر بخاتے خود غلط ہمیں بھی یعنی جس "خوش اصلی" سے آئے ان حضرات کی ذات پر نہ کیا یہ کم از کم آپ کے لئے مناسب نہیں تھا۔ امید ہے کہ ملی غور کے شیطانی فتنے سے آپ بچپن کی کوشش کرسے گے۔

اجواب: اس سے قبل کہ تم آپ کے جملہ فرمودات کا براہ راست جائزہ لیں، ایک سوال آپ کے ضروری لچکسے سے سوال اس لئے پوچھیں گے کہ ہم اسے نزدیک آپ کے اخلاقی لائل کا رد اسی اہمیت نہیں رکھنا چاہی اہمیت اس فاسد کا صدزادیہ نظر کے مدارک سے جو آپ کے فرمودات کی تہمیں کام کر رہا ہے۔ اسی لئے ہم لفظ کو کافی مشرح و بسط کئے گئے تاکہ آپ ہمیں ہر وہ شخص مبتدا ہو جاؤں زادیہ نظر کو اختیار کئے ہوئے ہے اور اسی لئے ہم نے سوال کا عنوان "تفسیہ صفحہ سے ہفت کرقائم" کیا ہے۔

فرض یکجیہ بچھو لوگ ایک ایسے فعل کے مرکب ہوتے ہیں جس کے باسے میں چند معروف دلکار اور بیرونی صاحبان فیصلہ دیتے ہیں کہ یہ قانون تحریرات کی فلاں دفعہ کے تحت کھلا جرم ہے اور اس کے مرکبین کو سزا ملنی چاہیئے تو بتائیے دلکار اور بیرونی صاحبوں کے اس فیصلے کو پیش کرنے کا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینے کا حق آپ کے نزدیک کی لوگوں کو ہو سکتا ہے؟

کیا آپ یاد نیا کا کوئی بھی معقول آدمی کسی ایسے شخص کو اس کا حق دے گا جو نہ تو اصطلاحی معنوں میں وکیل اور بیرونی صاحبوں نے قانون پڑھا ہو نہ اسے یہ معلوم ہو کہ خواست روایات پر قانونی دفعات کے اطلاق و انتظامی کا خصی اسلوب کیا ہے، نہ اس کی نظریں

قانون کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا ناگزیر ہو اگر تا ہے اور کسی وکیل کو قانونی مباحثت میں حصہ لینے کا اہل ہی اسی بیان پر سمجھا جاتا ہے کہ اس نے قانون کو ایک باضابطہ علم کی حیثیت پہنچا دیا اور سمجھا ہے اسی طرح اسلامی قانون میں گفتگو کرنے اور اس کے اطلاق و تعبیر میں حصہ لینے کے لئے بھی کہہ سے کم یہ شرط و قید تو ضروری ہی ہوئی چاہیے کہ ایک شخص جو کہ عرصہ باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کرے اور مضابطہ کی سند کا مستحق قرار پائے جو اس بات کا ثبوت ہو اگر تا ہے کہ سند حاصل کرنے والے نے ان اصول و ضوابط اور مبادی و مباین کا علم حاصل کر لیا ہے جیسے جانے اور بھیغہ متعلقہ علم و فن میں گفتگو کا سوال ہی مدد اپنیں ہوتا۔ کافی علم اور اہمیت کا ثبوت اگر باضابطہ سند سے بغیر بھی پہلی جائے تو بے شک سند کو نظر انداز کرنا ممکن ہے۔ مثلاً ایک شخص سائنسی مسائل پر عبور رکھنے کی باقاعدہ سند تو نہ پہنچ کر سکے لیکن عمل اس کا حال یہ ہو کہ علم سائنس جس زبان میں حفظ و درج میں اس پر اسے کامل دسترس حاصل ہو اور اس کی تحریر و تفسیر یا عملی کار انماں سے غیرہم طور پر ثابت ہو رہا ہو کہ اس نے سائنس کے اصول و مبادی "اسالیب" اصطلاحات اور نکات کا علم حاصل کیا ہے، سائنس دانوں کے انکار اور اس کی نظر میں ہیں اور جس علمی حیثیت کا ثبوت مندرجہ سے ملتا ہے وہ حیثیت اس نے ذاتی مطالعہ اور محنت شاق سے حاصل کر ہیا ہے تو بے شک اسے سائنسی اموزشی میں زبان کھولنے اور انہصار خیال کرنے کا حقدار قرار دیا جاسکے گا۔

اسی طرح اسلامی قانون کا معاملہ ہے۔ یا تو کوئی شخص ایک ایسی صدر کھتنا ہو جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ اس نے اس قانون کے اصول و مبادی اور قواعد و ضوابط کا باقاعدہ علم حاصل کیا ہے یا پھر وہ تحریر کا کوئی ایسا سراپا یہ سلمت لائسٹے جس سے ثابت ہو جائے کہ وہ اس قانون کی اصل زبان سے پوری طرح واقعیت ہے اور اسکے باسے ہیں انہصار خیال کرنے کے جملہ شرائط پر پورا استمرار ہے۔

اطلاق و النطاق کے بدلے میں گفتگو کرنے کا مجاز اور ملزموں کی حمایت یا مخالفت میں زبان کھولنے کا حق دار گھنے سے گھنے درجے میں وہی شخص مانا جائے گا جس نے وکالت کی گئی تو سے ہی لی ہو۔ بغیر ڈگری کے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ قانون کے سلسلے میں کسی کی موشکایفیوں کو کسی قبیلی درجے میں لائی توجہ ہی سمجھا جاتے۔

اب اصل معاشرے کی طرف آئیے۔ دین ایک ملکی دستور ہے اور قانون قوانین کے جمیع کو کہتے ہیں جو اس دستور کی بنیاد پر باہر قانون دانوں نے مرتب کیے ہیں۔ اُج ہماری دنیا میں اگرچہ اسلامی دستور ناہذ نہیں اور کسی بھی فعل عمل کے جرم ہونے اور نہ ہونے کا فصل بمارا وہ ملکی دستور کرتا ہے جس کی پارگاہ میں اسلامی قوانین کی کوئی بھی حیثیت نہیں لیکن ہم مسلمان چونکہ ایمان رکھتے ہیں کہ مزا اور جزا اصلی صرف دنیا ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ حساب کتاباً و درجہ مزا کا اصل مقام تو وہ زندگی ہے جو مرنے کے بعد ملنے والی ہے لہذا ہم اسے نہ یہ حاستی کی ضرورت ہر حال میں باقی رہتی ہے کہ اسلامی قانون کی افعال و اعمال کو جرم دگناہ قرار دیتا ہے اور کہ امور دو اتفاقات کے باشے میں اس کا قیصلہ کیا ہے۔

جب ضرورت باقی رہی تو فکر و نظر کا وہی زنا و یہ استعمال کیجیے جسے دنیا نے متفق طور پر معمولی قرار دیا ہے۔ وحی یہ کہ کسی بھی فعل و عمل کی قانونی حیثیت متعین کرنے کا حق ہر قوم ہے کیونکہ لوگوں کو حاصل ہو جو قانون و دستور کے ساتھ پر گفتگو کرنے کی کم سے کم اندانی اور ضروری شرائط تو پوری کرنے ہی کر سکتے ہوں۔ چونکہ اسلامی عدالتیں تمام نہیں میں اسلائی پر تو سوال اٹھتا ہی نہیں کہ اسلامی قانون پر گفتگو کرنے کیلئے اسلامی طبقہ کوئی ڈگری حکومت کی طرف سے ضروری قرار دی گئی ہو جس طرح دکاء کے نئے قرار دی گئی ہے لیکن یہ توہر حال ایک صاف اور سیدھی سی بات ہے کہ جس طرح دیکیں بننے کے لئے کچھ سالوں تک متعلق اسکو لوں اور یونیورسٹیوں میں

حاضر کی بنیاد اٹھی ہے۔ اسلام بھی اسی کا مندرجہ ہے اور مولوی لوگ جس چیز کو اسلام کہتے ہیں وہ تو ہفوات و فہم کا جموں ہے!

ترمیت ہوتی ہے ان کی اس ماحول میں جہاں اسلام دشمن قدریں ہی نہیں کی اصل قدریں تسلیم نہیں جاتی ہیں اور اسلامی آئینہ بالوجی کے لئے دل دد بارغ کے سی خانے میں کوئی جگہ ناقی نہیں رہنے دی جاتی۔

گیا اسلامی قانون کی ضروری و اتفاقیت اور اس کے علمی و فتنی معانی کا علم تو کجا ہے اس سے جہل ہی جہل کی کارروائی ہوتی ہے اور اس جہل پر ملکی چرخ طھا ہوتا ہے اسلامی اذکار و نظریات سے عزادا و نفرت کا بھی چہ بھے کہہ لوگ اسلامی قانون کی اتنی بھی اہمیت و رحیقت نہیں بھیجتی کھار اور طریقی اور جفت مازکے فن کی ہوتی ہے۔ مٹی کے برق اور چرخ کے جوئے بنانے کی صنعتوں میں بھی دی جی لوگ راستے زندگی کے اہل بھیجھے جاتے ہیں جیسیں ان صنعتوں میں کم سے کم ابتدائی و اتفاقیت تو ضرور ہی حاصل ہے، لیکن ایسا قانون اسلامی ہی ان جھڑت کی نظر میں وہ بے وقعت شہنشہ بن کر رہ گیا ہے کہ جپر اسے زندگی کر سکے اور جس کے ماہرین و ائمہ کو لکھا رہے کے لئے نہ کسی علم و خبر کی ضرورت ہوتی ہے زکسی اصول اور ضابطے کی۔ جس کا جی چاہیے اسلامی قانون کے پڑے سے بڑے باہر اور وکیل کے فیصلے کو۔ بلکہ دکھار کے متفقہ فیصلے کو خلط قرار دیدے چاہئے خداوس کی اپنی قابلیت قانون اسلامی کے باب میں صفر ہی کے درجے میں کیوں نہ ہو۔

آنچاہب برادرانہیں۔ یہ دل کا بخار آپ پر نہیں تکال آپ تو فقط غیر شعوری طور پر فساد لنظر کا شکار ہوتے ہیں۔ بڑی تعداد تو اب عرب و عجم میں ایسے ہی فتنہ طرازوں کی ہے جو بے عزم اور شعور کے ساتھ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اسلامی احکام وہدیات کی ترجماتی اور ظائفی کا حق ان لوگوں سے پھیلن لیا جائے جو عالم بھی ہیں اور اسلام کے دنادار بھی۔

تب بے شک اس کی بات لائق اعتماد ہوگی اور غور کیا جائے گا کہ الگ کچھ مسائل میں وہ بعض ماہرین قانونی خلاف نتائج رکھتا ہے تو اس کے لامل کیا اور کیسے ہیں۔

یہ بھی تہذیب ہم نے اس لئے پیش کی کہ ہماری بھروسی سے آج کل ہماری طور پر یہی ہو رہا ہے کہ لوگ فاس نظریات اور باطل نظام حیات کی غالب وسلط قدریں کے اثر سے پہلے تو بعض تصویرات و خفائد کو دل دماغ میں جاگریں کر لیتے ہیں پھر اسلامی قانون کا کوئی دکیں اگر ایکھیں متنبہ کرتا ہے تو فلاں عقیدہ و تصویر اسلامی آئین کی رو سے جنم دکناہ کے دائرے میں آتا ہے تو وہ ادنیٰ نمائی کے بغیر ہٹ سے بول اٹھتے ہیں کہ واد جناب واد۔ یہ کیا کہہا۔ یہ عقیدہ و تصویر تو ہیں تو اب ہے آپ کہاں کی پڑاں متعلق سے بیٹھے۔ عصری تقاضوں سے آٹھ بند کر لینا رجحت پسندی ہے۔ ترقی یا نلتہ اقدار و نظریات کو پسانے چاہوں سے ناپاچاہت جھالت ہے دغیرہ۔

یہ الد کے بندے اسلامی قانون کے ترجماں پر رحانہ طرز و طعن کرتے ہوئے بالکل نہیں سوچتے جس طرح کسی مائنے داں یا انجینئر یا برسٹر کے فیصلوں پر ایک داہ جلتے دیہاتی اور ایک نے علم مزدور کا ہنگامہ اختلاف اٹھاتا پر لے سرے گئی نامعقولیت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اسلامی قانون کے ماہرین کے فیصلوں پر کسی لیے شخص کا اختلاف کرنا جس نے اس فن کی احمد بخشی نہ پڑھی یہ صریح ہو گئی کے علاوہ بھی نہیں ہو سکتا۔ حال یہ ہوتا ہے کہ اسلامی قانون کے دکلام سے برتاؤ اتنا کرنے والے یہ لوگ شعور کی آنکھیں کھیسلتے ہیں لیکن بزری اسکو لوں میں جہاں اسلامی قوانین و احکام کا الگ کچھ مذکورہ آئکتا ہے تو صرف اس طور پر کہ ان کے بعض اجزاء کو توڑہ توڑ کر من مانی شکل دئی جائے اور دل دماغ میں یہ جانکریں کر دیا جائے کہ تہذیب، ترقی اور شائستگی نام ہے صرف ان اذکار و اعمال کا جن پر دو

مرجع زمادہ اس پر ہوا کہ ہم نے جو علماء کے نقد کا حوالہ دیا تھا، اس پر اپنے ایسا یارک دیا ہے گویا علماء کے نقہ و نظر کو اسلامی قانون کے باب میں کوئی مقام ہی ماحصل نہیں حالانکہ کسی بھی قانون کی بحث میں اس کے مستند ہا ہر دو اور استادوں کا حوالہ بڑی ہی اہمیت رکھتا ہے اور سوائے بجاۓ اسلام کے دنیا کے ہر سطح پر قانون میں آپ جیسے حقوق حضرات اس اہمیت کو تسلیم بھی کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمیں کوئی تکمیل نہ ہوتی اگر ہمارے کسی فیصلے پر ائمۂ کوئی شخص حلقوں کو ترا جس نے عمر عزیز کا کچھ حصہ مختلف موضوع کو سمجھتا اور اس کے اصول و مبادی تک پہنچنے میں صرف کیا ہوتا۔ لیکن جب کہ آپ کی تحریر اس تجھے پر بخواہی ہے جس کا ہم نے اظہار کیا تو ہمارا اس کی بخواہی نہیں رہ جاتی کہ ایک مسلمان حق طالب علم کی بجاۓ ایک امام فن اور فائدہ کے انداز کی لفتگو کرنے کا حق ہم آپ کے لئے مان لیں۔

اب اپنے فرمودات کا راست جواب بھی من لیجئے۔ قارئین الگ جواب کے ہر بہر کے ساتھ مکتب کا ہمیں غیر دوبارہ پڑھتے جاتیں گے تو بات بھی میں آسانی رہے گی۔ آپ کی جموجعی بحث کا واضح تفصیل یہ ہے کہ آپ نے یہ کی پوری حقیقت کو ایک غیر جامع اور ادھوسرے اختصار کیا تھا یا اس طور سیان فرمایا ہے کہ اس کے قابل اعتراض پہلو و ب کر رہ گئے ہیں۔ یہ آج ایک منظم اور مریوط کاروبار ہے۔ اس کے مفہوم تو اعداد و مقولات ہیں اور اس کا پورا سشم پچھے فکری نہیادی رکھتا ہے۔ اس کے جزو میں ٹوٹے اجزاء کو لیکر مطالب و حصر م کے دو ٹوک نیچے دنیا اس حد تک بچکاتے ہے کہ علم و متانت کے حفاظت سے اسے قابل التفات نہیں کھجاجا سکتا۔

یہ دعویٰ تو ہم بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اور اس کی تمام اقسام کے باشے میں خود ہمیں بھی جامع معلومات حاصل ہیں۔ یہ کی اپنی ذلی تفصیلات کے اعتبار سے متعدد ہمیں ہیں ورثتے ہمیں کوئی نہیں جانتے کہ وہ اپنی جملہ مشرکان طاووس اور صفات سمیت ہے کیا چیز۔

اور ان لوگوں کو دیدیا جائے جو قرآن و سنت کی حقیقی تعلیمات سے نہ صرف جاہل ہیں بلکہ مخالف اور شر اگر تعلیم نے انکے اندر اسلامی اقدار و نظریات اور افکار و اعمال سے شدید بیزاری پیدا کر دی ہے۔ افسوس تیطیان کی ذریت کے اہم اسلام کی اس ناپاک پوشش میں خاصی کامیابی ہوتی اور نوبت ہوں تک پہنچ کر بے شمارہ مسلمان بھی جو اسلام سے بغاوت کی کوئی نیت نہیں رکھتے ہے شوری کے عالم میں اپنی حیثیت اور علماء و فقہاء کے مقام کو بھول مغض عقل مضافی کے سہاۓ فقہ میں موٹنگا فیاض کرتے ہیں حالانکہ دنیا کے ہر قانون سے زیادہ اللہ کا قانون اس کا ستحق تھا کہ اس پر زبان گھوٹنے سے پہلے اپنی اہمیت، اپنے علم و قلم اور اپنے مقام و منصب کا اچھی طرح جائزہ لے لیا جائے۔ آپ اگر اپنے شبہات و اعتراضات ایک طالب علم اور ایک ممتاز شیخ حق سائل طرح پیش کر لے تو تمہارے بھی ہمکے تکم سے نکلنے لیکن آپ سوال اور حقیقت نہیں کر رہے ہیں ہمکے تکم سے ساختہ روپیک فیصلہ دے رہے ہیں آپ کا انداز ایسا ہے جیسے اسلام کے فلسفہ قانون، اس کے حرکت و عمل کے طریق، اس کے اصول و فروع اور منابع جو مدارک سے آپ اچھی طرح بہرہ ور ہوں اور جس سلسلے پر آپ اسلامی قانون کو استعمال کر رہے ہیں۔ یعنی زندگی کا یہی اس کی حقیقت اور جملہ تفصیلات سے بھی کا حقد باخبر ہوں لیکن گستاخی معاف ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی کامل و تقویت نہیں رکھتے۔ خیال پے دھیل قائم نہیں کر لیا گیا۔ آپ کے مکتب کی اشاعت زبان کے علمی معیار، اسلوب اظہار اور طریق استدلال سے بلا ریب و شک جیا ہے کہ اسلامی قانون کی فتنی اور معیاری بصیرت تو کجا ہے یا اسے اور مقدمہ اور تقویت بھی آپ کو حاصل نہیں اور جسے سے متعلق جن حریتیات تک آپ کا مکتب محدود ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ معتقد پر طور پر آپ بیجے کو بھی نہیں جانتے کہ وہ اپنی جملہ مشرکان طاووس اور صفات سمیت ہے کیا چیز۔

اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ ماہرین اس جدید سسٹم کی حقیقت سے کامل طور پر واقع نہیں ہیں لہذا اس پر اسلامی قانون کا شیکھ شیکھ انطباق بھی نہیں کر سکیں گے تو خدا سمی کافر ہے یہ بھی ہے کہ پوری حقیقت کو حکوم کران کے سامنے رکھے تاکہ وہ جو اتنا فیصلہ دے سکیں۔

اور اگر کسی کے پاس حقیقت حق کا یہ مرحلہ طے کرنے کے لئے وقت یاد رکھنے ہے تو پھر سلامتی کاراستہ ہے ہے کہ ناتمل سے کام لے اور برضاو و خوبی اس سسٹم سے روالبطہ نہ جوڑے کیونکہ جو لوگ سودا کو بخشناشی نظام کی شریک بنائے چکے ہیں اور قمار یا بیجع فاسد کی کوئی بھی بدرست بدتر قسم ان کے نئے کوئی اخلاقی قباحت نہیں وہی ایک کسی بھی رواہی سسٹم کا کسی نکسی برخلاف میں سودا اور قمار سے ملوث ہونا اتنا ہی قرین قیاس ہے جتنا ہر دوزن کے اختلاط کے نتیجیں اولاد کا پسیدا ہونا۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ نفع چاہے بعض جالتوں میں ہمہ داروں کو رہے یا بعض جالتوں میں ہمہ پمپیوں کو لیکن آخر یہ نفع کیا یا کس چیز سے گیا ہے؟ کیا کوئی چیز فرمودخت ہوئی؟ کیا کوئی صفتی اشتراک ہوا؟ کیا کسی جاندار نے کریم پیدا کیا؟

کچھ بھی نہیں صرف چیزے کا لین دین۔ جس طرح دو جواری یا ہمی معابرے کے تحت پسہ اچھاں کر چلت اور پیٹ پہ باری لکھتے ہیں اور دریا میں کوئی بھی کاروباری معلمہ موجود نہیں ہوتا اس طرح یہ زندگی کا کاروبار ایک ایسا کاروبار ہے جس میں حقیقی کاروباری عنصر کا سرہ سے وجود ہی نہیں۔ فرق ہے تو صرف احوال اور فصیل کا۔ یا یوں کہیں کہ پسہ تو غیرہ مذہب جواری اچھائی ہیں لیکن یہے کا کاروبار علیاء دالے نہیں ہیں، تعلیم یافتہ ہیں، ہر غلط کو خوشنما اور ہر جرایی کو شاستہ بنانے کا فن انھوں نے بڑی محنت سے سکھا ہے۔

نظائر یہ بڑی اچھی بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک بڑی

قانون سکھیا نت دار ماہرین جس چیزیں "تمار" کا اطلاق کرتے ہیں وہ یہی ہے کی ہر قسم میں یکساں طور پر موجود ہے اور صرف قمار بھی نہیں سودے کے عضو سے بھی ہے کا کوئی سسٹم مبتدا نہیں ہے تفصیلات میں جانے سے پہلاں ایک بنیادی نکتہ پر نظر ڈالتے چلیے۔ کون نہیں جانتا کہ مسٹر سسٹم نہیں جس کا کوئی وجود اسکے آغاز کو اپ سو طویں صدی عیسوی تک پہنچنے سے جانے کے ہیں حالانکہ صحیح تر یہ ہے کہ ستر صویں صدی عیسوی سے قبل یہ اپنی کسی ابتدائی مشکل میں بھی موجود نہیں تھا۔ تاہم یہاں ہی لیا جائے گا اس کی عمر تین سو سال سے کچھ سواہی ہے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ اس کی بنیاد کاروباری تم اور اخلاقی نیاز اسے تسبیح کرے ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسے فتنی خطوط پر مشتمل کرے ایک مستقل سسٹم اور با خابطہ کاروبار کی مشکل دینے کا سہرا اُنمی خوبیوں کے سرے ہے جنھوں نے آج کے پوسٹ معاشر نفاذ کی عمارت کھڑی کی ہے۔ اس عمارت کے بلے میں کون نہیں جانتا کہ اس کی ایک ایک اینٹ جس مصالے سے جھٹی ہوتی ہے اس کی تیاری میں سودا ایک ناگزیر جزئی حیثیت رکھتا ہے اور معماروں کے جو اورث آج اس عمارت پر مکمل طور سنتا باطن ہیں اور اس جس ترمیم و تغیری، تو سعی اور آرائش کا پورا اختیار رکھتے ہیں وہ دہی ہیں جن کے پہاں سود کا درجہ شیر پادر سے کم نہیں اور جن کے نزدیک قماری زنا یا شراب خوری کی اگر کچھ میں جرم دعیب بھی ہیں تو ان وجوہ سے نہیں۔ جن وجہ سے اسلامی قانون ان چیزوں کی تمامی اقسام کو جرم و گناہ قرار دیتا ہے لہذا ذہنیت کو اس کھلے فرق اور طرز فکر کے اس بدیتی تفاوت کی بنار پر کسی بھی خدا ترین سلطان کے لئے اس طرز عمل کا کوئی جواز نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کے راجح کر دے کسی کاروباری سسٹم کے صرف چند ظاہر فریب اجزا پر و بھگ کر فیصلہ کر دے کر اس پورے سسٹم میں کوئی چیز اسلامی قانون سے مکاری والی نہیں ہے۔ اس کا لوق در حقیقت اس سے احتساب کرے میں اسلامی قوانین کے متندار ماہرین سے استصواب کرے

کے ساتھ بھیت بار کی بستر طبیں اور قاعدوں پر اتفاق
ہوتے ہیں۔ زنا بھی بارہا کامل نزاٹیں کی رہائی
رغمت سے ہوتے ہیں۔ رشوت ستانیوں میں بھی بسا
ادوات فرقین کی رضاہ موجود ہوتی ہے سودی لیعنی
آج کل اکثر مشتری اسی رضاہ و رغبت کی اسپرٹ میں ہو
رہا ہے۔ تو کیا یہ سب چیزیں جائز ہیں؟

پھر ایک واضح قباحت یہ بھی ہے کہ معاملہ سے
کی رقم کے حقوق اور ہر حالت میں صرف ورثا درہی نہیں
ہوتے بلکہ ہمیں اپنی زندگی میں جسے بھی نامزد کر دیا
ہے وہی اس رقم کا الکٹ بنئے گا۔ جاہے اسے اسلامی
قانون کی رو سے کوئی ورااثت نہ ہجتی ہو۔ یہ اسلام
کے حکم قانون وراثت پر ایک ضریب۔ پھر روحش لوگ
اسے دھیت "کامیابیکر اعتراف دفع کرنے کیوش
کرتے ہیں لیکن یہ کوئی مشکوں نہیں کیونکہ وہیں زیاد
سے زیادہ ایک تہائی مال میں نافذ ہو سکتی ہے۔ اسلامی
قانون کے معتبر ماہرین اس پر تضییں ہیں کہ ایک تہائی
مال سے زیادہ پر وحدیت کا اثر قبول نہیں ہوگا مگر یہ کہ
قاومتہ یہ ہے کہ ہمیں دار اگر اپنے دراثت کے بھائی سے
بالکل غیر فرد یا افراد کو نامزد کر جاتا ہے تو معاملہ کے کوئی تمام
رقم نامزد ہی کی ملکیت ہو گئی جائے حقیقی ورثا نامی
مرنے والے کا مل متروک بھوٹی کوڑی کے سوا پچھڑنے ہو۔

اعداد و شمار کے ذریعہ تحریک کا لئے کی جن منطق کا
آئیے جوال دیا ہے اس کے باشے میں خور فرمائی کے اول
لودہ ایک فرب زندگار کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تجویز حد
و شمار کے ذریعہ تحریک نکال کر جوے رجم مذاق آج کے
دریمان علم و فہم مخلوق خدا کے ساتھ کر رہے ہیں وہ بیطفی
نوع کا ہے۔ دس آدمیوں کھرمن سور و پی اسے۔ اب چاہیے
ایک آدمی نے نوٹے رکھ لئے اور دوستے پانچ پانچ بانٹ

مدت معینہ سے قبل مر جائے تو اس کے پس مانگان کو یہی گھینی
سے اچھی خاصی رقم میں جاتے۔ کچھ لوگ اس "مد" کو اخلاقی
رہنگ بھی دیتے ہیں لیکن یہ فقط ایک مغالطہ ہے۔ کسی بھی لی
امداد کو اخلاقیات سے جوڑنے کا خصارہ ان افراد کی اختیار
پر ہے جنہیں امداد دی جا رہی ہے۔ ایک بھروسے کو آپ
روتی ڈینے کے توبہ یقیناً ایک اخلاقی فعل ہو گا لیکن اگر
آپ مجبور کر دئے جاتیں تو ہر آواز لگائے والے کو روتی
دین خواہ وہ یقین ہی کیوں نہ ہو آپ کی مجبوری کا حسن
اخلاقی سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔ حتیٰ کہ جس وقت آپ ایک
حقیقی محتاج اور فاقہ کے ہاتھ پر ردی طریقہ سے ہوئے
اس وقت بھی اس فعل کا راستہ اخلاق سے نہ ہو گا۔ لیکن آپ
آپ تراپنڈ ہیں کہ ہر سال کو روتی ڈین۔ یہ فعل اس
جنبے کا نہ ہیں جو اخلاق کی بنیاد ہے۔

بن اسی طرح یہی کہیں اسے کی رو سے پا بند
ہو جاتی ہیں کہ ہمیں دار کی قبل از وقت ہوت پر اس کے
پس انگان ٹوٹے شہر رقم ادا کریں خواہ یہ پس مانگان مغلس
ہوں یا کوڑتی۔ محتاج ہوں یا غنی جس وقت وہ کسی ضرورت
وارث کو معاملہ سے کی رقم ادا کر رہے ہوئے ہیں اس وقت
بھی ان کا ذہن — اور احساسات بعضہ وہی ہوتے
ہیں جو کسی انتہائی دولت مندوارث کو ادا کی کرتے ہوئے
ہو سکتے ہیں۔ پھر بھلا اخلاقیات کا سوال بچ میں کہاں
آگا۔ تاہم "اخلاقی" حیثیت کو کسی دلچسپی میں تیکمی کر لیں
تباہی یہ سوال جوں کا توں رہتا ہے کہ مرے والے کے
پس مانگان کے حصے میں اس سے کہیں زائد رقم کیونکہ انکی
جنی سیمہ کا نیوالا پر یہیم کی شکل میں یہیں کسی کے پاس جمع کر لیا
تھا۔ جواب صرف ایک ہے اور اسی پر آپ زور دے رہے ہیں
ہیں کہ اس تنفع کا ذریعہ وہ باہمی معاملہ ہے جو ہمہ کسی اور
مرتے والے کے درمیان بیندازی و رغبت ہو اتا ہے۔ مگر اسجا
یہ تو سوچن کہ فقط معاملہ — خواہ وہ کتنی ہی خوشی اور
رغبت نے ساٹھ کیوں نہ ہو جلت و حرمت کا دار نہیں
ہو اکرتا۔ جواری بالکل رضاہ و رغبت اور مکمل آمادگی

آپنے خود اپنے نسرا کا زندہ شخصوں کی پریمیم کی رقم سے فوت شد۔ افسر ادارگی رقوم معاہدہ بھی ادا کرنی پڑتی ہیں۔ ہمیں ہمیں معلوم کہ بعض زندہ حضرات کے جمع کردہ پیشے کا ان گروہ حضرات کے نامزدوں یادار لوگوں نے تقریباً کتنا حاصل کا کوئی بھی رشتہ ان زندوں سے نہیں تھا اسلامی قانون کی کس دفعہ کے تحت "دیانت" قرار پاتا ہے سوچے اس کے کہ باہمی معاہدے کو دلیل دیانت مان لیا جائے۔

لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا فقط معاہدہ اور فریقین کی روضائی ہی اسلامی قانون میں دلیل انصاف نہیں مان گئی جب تک کہ معاہدے کی بنیاد اور حدود بھی قانون سے ہم آہنگ نہ ہوں۔

آگے آپنے تحریر کی کچھ نکات میں فرماتے ہیں ہم بھی نمبر لاگر اسی ترتیب کے اطمینان جمال کرتے ہیں۔

(۱) آپ نے ہمیں قرار میں کامیابی بالکل غیر قیمتی ہے ہم کہتے ہیں بے ذکر غیر قیمتی ہے لیکن اس سے زیادہ غیر قیمتی نہیں جتنی خود ہے میں غیر قیمتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں پریمیم کی رقم معقول طور پر ادا کی جاتی ہے تو ہمہ شدہ رقم ہر حال میں مل کر ہے گی۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ تاش پر قماریاری کرنے والے اجر اور ہی الگ پتے لکانے کے حق میں ہماہر ہے یا پتوں کی پشت پر مخفی علامات بنانے میں اس نے درستگاہ حاصل کی ہے۔ یا لشاذ بازی والے جوئے میں ایک شخص لشاذ یا بازی کی پھر بن جہارت کو کام میں لانے کا اہل ہے۔ یا شطرنج کا اھلاؤ یا اپنے فن میں طاقت ہو چکا ہے تو اس کا ہمیشہ یا اکثر حالتوں میں جتنا ایسا ہی قیمتی ہے جیسی ہے آٹ کا آج ہم نے پریمیم کی جو رقم قسط وار ادا کرنے پر ہے کام عایدہ کیا ہے اس کی ادا بھی پر ہم مدت معاہدہ کے اختتام تک برابر قادر رہے جائیں گے مستقبل پر کسی کا اس نہیں بدلک آدمی اپنی اوقات، اپنے وسائل اور اپنی آمدی کا اندازہ کر کے ہی پریمیم کی رقم کا تعین کرتا ہے اور اکثر الحالتوں میں یہ اندازہ قحط بھی نہیں ہوتا لیکن بعض الحالتوں میں یہ یقینی قحط بھی ہو جاتا ہے اور مستقبل کے اندر ہمروں میں چچے ہوتے

باتی سات منٹ تک رہ گئے مگر اعداد و شمار کی راجح ممطون کہتی ہے کہ اس گھرگی آمدی قی کس دلیل روپے ہے۔ اسی طرح ایک آدمی نوٹسے بریس کی عمر میں مر اور دوسرا آدمی تیسوں سال مر گیا۔ اب اعداد و شمار کا تو زائدہ فن فیصلہ دیتا ہے کہ ان دونوں رخموں کے درمیان اوسط عمر ۲۷ سال رہا۔ فرضی افکار سے بحث اپنیکھیک ہے لیکن حقیقت کی بارگاہ میں اس کا آخر کیا مقام ہے؟

بھی بھی ملک کا او سطعرا سطح نکال لیا جائے تو کیا زندہ یا غریب ایسی بھی تعین فرد کے باسے میں یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ یہ اسی اوسط کو پوز اگر کے مرے گا۔ علاوہ ازیں کیا ہمک حادثہ دن رات پیش نہیں آئے جو اس دور ترقی میں تو خاص طور پر آپ دیکھ رہی ہے ہیں کہ صرف موڑوں، بیسوں، ٹرکوں، ریلوؤ اور جہاڑوں ہی کے دم قدم سے روزانہ سکتے ہی ایسے لوگ راہی عالم ہو جاتے ہیں جن کا آسٹریلیا بھی کو سوں دوسرے طراحتا۔ پھر اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایک قطعاً تا قابل افکار اندازے اور سراسریم شے پریمیم کے سارا کاروبار استوار کر لیا گیا۔ یہ ایسا ہی تمار کی بنیاد ہے۔ تمار اسی کا تو نہ ہے کرغ و اونقصان کا مدد اور کمیم اور غیر معین شے پر ہو۔

پھر جیلی تجھنے کی کوئی حیثیت ہی مان لی جائے تو کیا آپ اس سے انکار کریں گے کہ تجھنے تو کشر جوں میں بھی لگاتے جاتے ہیں۔ کارڈیال کے لشاذ بازی دالے جوئے میں ایک اچھے لشاذ باز کا جیت دالے مقام پر لشاذ مار لینا اس سے زیادہ متحقق اور قریں یقیں ہے جتنا کسی شخص کے باسے میں یہ قمی لکاتا کر دے اسے مال سے پہنچے نہیں رکھا اسی طرح تاش اور لیس اور دسرے جو دن میں کارگر قسم کے جاری عموماً طے چھٹے اندازے لکایتے ہیں تو کیا فقط اتنی سی بات کسی جوئے کو حلال تراویدی ہے گی کہ بعض لوگ اپنی جہارت اور کاریگری کے ذریعہ سنتا ہے اور ادد دست تجھنے لکانے کے اہل ہو گئے ہیں؟

صرف نہیں کی جاتیں۔ پھر کیا یہ سب حلال مان لی جائیں؟ خوب سمجھنے لیجئے۔ زندگی کے نیچے میں فتح اور نقصان کا تمام تر زار و مردود چیزوں پر ہے۔ اولاً اس پر کہیمہ دار کب تک زندہ رہتا ہے تا نیا اس پر کہ وہ پریشم کے پیسے کہاں تک باقاعدگی سے جمع کر سکتا ہے۔ یہ دونوں ہی چیزوں مستقبل میں متعلق ہیں۔ بہت کہہ لیجئے تو یہ کہہ لیجئے کہ دوسری بات میں شک اور بے یقینی کا غصہ کرم ہے، لیکن یہی بات میں تو کوئی بھی جانب واضح اور غالب نہیں۔ ہم لذتباری زور لگالیں لیکن ہمارے اس دعوے میں کہ زیداً اٹھے ایک سال تک زندہ رہے کا کسی مفہوم سے بھی نہیں کہا جاتا ہے۔ اسی کیا جاسکتا۔ اگر زندہ رہ گیا تو ایسا ہی پڑھا جیسے ایک واری پیسے اچھانے کے کھلیں میں چوت طلب کرتا ہے اور انفاق سے پیسے چوت ہی گر جاتا ہے۔ حالانکہ اس کا پاؤ گرتا بھی اتنا ہی ممکن تھا جتنا زید کا کل مر جانا۔ پھر بھلاہ معاملہ اسلامی قانون کی نظر میں قمار کے صور کیا ہے؟ کام کے گام کے مدار منڈکرہ دونوں چیزوں پر ہے۔ اب اس قمار کو اپنے حق میں زیادہ مفہیم بنانے پا اس میں عوام کے لئے جاذب ہت پیدا کرنے کی خاطر یہی کمیڈیاں جتنا چاہے نکروں فن، علم و ذہانت اور جہد و کاوش صرف کریں اس کی حشرت دی ہوئی جو کسی بوجے خانے کو زیادہ سے زیادہ فتح بخشن اور متعبوں میانے کی خاطر استعمال کئے ہوئے نکروں فن کی ہو سکتی ہے۔ (۲) یہ کم و میش ولیسا ہی انداز فکر ہے جس نے کفار عرب یہ کہلوا یا یخاکہ انتہا السیع میں امرتی اربعج بھی تو سو ہی حصی ہے، آگے اس پیلو پر یہ تفضیل اگھتوں کیسے گئے۔ یہاں تو فقط اتنا ہی اشن یجھے کہ یہی کے معاملے میں یقینی طور پر فتح ملک کا دھوکی اولًا تو غلط ہے۔ آپ کو شاید یہ علم نہیں کہ لوگ مادت مفردہ سے قبل مر جائیں۔ اور جھوٹوں ضرور مرتے ہیں ان کے ورشاں کو ادا کئے جائے اسے تاداں کی رقمیں بھی کمیڈیاں اپنی گرد سے ادا نہیں کر سکتے دلخواہ سے ایکھیں ہمیڈاروں ہی وصول کرنے کا ڈھنگ نکالا گیا ہے یا تو اس طرح کہ ہمیڈاروں کی

حوالہ بہر حال اس اندازے کے لئے ایک مستقل خطہ ہے جو بارہا آدمی کو ایسے حالات سے دوچار کر دیتے ہیں جنکا بعد ترین تصور بھی وہ حالت موجودہ نہیں کہ سلتا۔ اس کا مطلب صاف طور پر یہی ہو اک باقا عده ادا بھی کرتے رہنے کی جس قید پر فتح کا اختصار ہے دی انسانی علم و اختیار سے باہر کی گیا جا سلتا ہے اس سکم ہی دلوقت اس پر ہو سکتا ہے پھر جس صورت میں کہ پریشم کی رقم حسب معابرہ باقاعدہ ہے ادا نہ ہو سکے تو اس صورت میں جو نقصان ہمیڈار کی پیغام ہے اس میں اور جو سے کی ہار یا سودی فرض کے نقصان میں کیا جو ہری فرق رہا؟ سودی فرض میں یہی تو ہوتا ہے کہ آپ معینہ وقت پر ادا اندر سکیں تو نقصان بڑھ جائے گا اور دیر کریں گے تو اور بڑھ جائے گا۔

ہم نے کہا تھا کہ ہمیڈہ زندگی کے معاملے میں سوچ بوجھ اور فکر و تدبیر کا کوئی دخل نہیں۔ اس کا تعلق قدرتاً اس شے سے تھا جس پر اس کا رد بارے لفظ اور نقصان کا مدار ہے۔ یعنی انسانی زندگی۔ کون شخص اب سے دس سال بعد تو کجا۔ صرف ایک سال بعد تک زندہ رہ سکے گا اس کا خیال فکر و تدبیر اور علم الحساب کی کوئی قسم بھی نہیں کہ سکتی۔ اور اسلام کی آئینہ ناوجی تو قطعی طور پر اسی فصل اکارا میں کی تتمل ہی نہیں۔ مگر اس بخاطب ہے ہماری بات کو اسکے صحیح میخ سے ہٹا کر اس فکر و تدبیر اور جہد و کاوش کی طرف مبذول کر دیا جو پریشم کی شرح معین کرنے میں برائی جاتی ہے۔ ہیران یوں تو دنیا کی کوئی برائی ایسی ہے جس میں سچ بوجھ بوجھ اور فنکاری کی ضرورت نہ ہے۔ صود کا ہمہ گیر کاروبار کیا دنیا میں اعلیٰ درجے کی فتنی صلاحیتوں کے ساتھ نہیں ہمہ رہا؟ سود و سود کے حساب میں تو اور بھی محنت شاقر اور حساب دانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ چوری، رشوت، ستائی، قتل، عیاشی آخوندی برائی ہے جس کے سلسلے میں بعض اوقات بڑی بڑی فکری صلاحیتیں اور فتنی استعدادیں

جیسے کامعاہدہ محدود اس بات پر استوار ہوتا کہ موت آئی گی یا نہیں آئے گی۔ مگر یہ معاہدہ صحت اور وقت پر مختصر ہے۔ لیکن دین اور نفع و نقصان کا سارا اچھا اس تجھنے پر گھومتا ہے کو فلاں وقت تک موت آئے گی یا نہیں آئے گی۔ ذرا بتائیجے تو اس سے زیادہ غیر قصینی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ معلوم و اداثت کا مفہوم یہ ہے کہ "ایسا ہو جی سلطان ہے اور نہیں بھی"۔ تو یہ موت کامعاہدہ بھی ٹھیک ہی نہیں کہ ہم اور آپ کل جو بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی؟

ذاتی حدو جہد کا جوابات آپ سے کیا ہے وہ لطیفے کی نفع کا ہے۔ سوال تو یہ خاکہ قبول از وقت مر جانے پر جو مانی نفع مرے والے کو پہنچتا ہے اس کے حصوں میں اس نے سوائے باری لگانے کے اور کیا آئی۔ آپ ثابت ہر فرمائے ہیں کہ بازی لگانے کے لئے جو روپیہ وہ لاتا رہا ہے وہ تو ہر حال جدو جہد سے مکال ہوا ہے۔ تو جھاتی گیا جواری لوگ بازی لگانے کے لئے روپیہ بھیشہ بولا محنث لے آتے ہیں۔ کیا جیت پار سکائے کھیں کو آپ جو نہیں کہیں گے جس میں کوئی فتنی اپنے کھاڑھ پسند کی کمابی لگا رہا ہو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ داؤ پر لگانے جانے والا بیسہ چاہئے تھی ہی جدو جہد سے کیا جائے لیکن داؤ کے شتجہ میں جیت پار فقط چاں اس اور بخت و انفاقی ہی کہلاتے گی اور اس جدو جہد کی میعاد پر یہ نہیں کہا جاتے گا کہ خود جوے کی کمابی محنث اپنی کمابی ہے۔

زمیندار کی مالکداری کے بائے میں ہم بہت سے حساساً جواب یہ دیں گے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم اے نئے حلال و حرام کا فیصلہ اللہ کا قانون کرتا ہے۔ اللہ نے یہ بتایا ہے کہ زمین گی خرید و فروخت اور انفرادی ملکت درست ہے اور مالک کیلئے اپنی زمین کو بچایا کرایہ پر دینا بھی درست ہے۔ کرایہ قدر طے ہو جس کی تکلیف میں ہمودیوں باقیں حلال ہیں۔ بشرطیکہ شریعت کی متعلقہ قیود و حدود کو لحوظ رکھا جائے۔

آپ کو شاید یہ غلط فہمی ہو گئی کہ ہم کسی بھی قسم کے نفع کو بغیر حدو جہد کے جائز نہیں سمجھتے۔ یہ درست نہیں۔ بہت سے منافع ایسے ہیں جو بغیر ادنیٰ جدو جہد کے انسان کو مکال ہیتے ہیں

مجموعی رقم میں سے اسے دفع کر لیا جائے یا اس طرح کہ نقصان کا ادھر سطح کا کریبی ہے۔ سے ان تمام بھیرداروں پر کچھ تصدیق انداد ادا ہی لازم تر اور دیدی جائے۔ عام رواج میں خراذ کر کا ہے۔ دونوں یہی صورتوں میں نقصان ظاہر ہے اور نفع میں ہم۔ نفع تو بس اس انفاق پر معلق ہے کہ بھیردار صحت اور مدت معاہدہ سے قبل مر جائے۔

لیکن یہ دعویٰ درست ہی فرض کر دیا جائے کہ نفع ملتا ہی ملتا ہے تو یہ حالت سے زیادہ حرمت پر دلالت کر سکتا ہے کیونکہ نفع لازماً ملتا اور نقصان میں مشرکت نہ ہونا سوداگاری کا خاصیت ہے تو کہ مباح تجارت کی۔ پھر یہ بھی سوچیجے کریں کہ دار کے قبل از وقت ہر جانے کی صورت میں اس حقیقت کو رد کر دیا جائے کہ اس نے زیادہ رقم پر مجبور تاکہ ملکیت ہے۔ میں اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک بازی لکائی میں بھی صیہنہ ہر دلے کو جیت ہوتی۔ جیسے کوئی شخص لاٹری کا ملکہ خرید کر مرجاتے اور اسی ملکت کا انعام و نثار حاصل کر لیں۔

(۳) حرمت بھیت و اسقع کے قبے شکر لفظی ہے لیکن دہ کب آئے گی اس سے زیادہ غیر قصینی اور ناصحیتم شے کوئی نہیں۔ الگ قرآن کی تسلیم ذہن سے او جھل ہو جائے کہ کوئی بھی متنفس اپنی موت کا وقت اور مقام نہیں یادنا تو یہ تو ہر حال آپ دن رات دیکھ رہے ہیں کہ ایک اچھا خاصاً اُدمی بیکھنے ہارٹ فلیور کا فنکار پہنچا تھا ہے یا حساس آدمی اچانکہ ہوا تی جیاز کے حادثے میں شتم ہو جائے ہیں حالانکہ کھجور قبیل وہ اسٹے محنت مدد ہے کہ ماذی تھیزون کے اعتبار سے اخیں بھی میں مالک نک نہ رہ دہنا چاہئے تھا آپ پیر اچھا لئے رہتے۔ قطعی طور پر لفظی سے کروہ سیشناکیک عرض نہیں کریے گا بلکہ چوت اور بیٹ دلوں پر یہ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس مرتبہ چوت کرے گا اور کس مرتبہ بیٹ۔ اسی طرح موت تو ایک نہ ایک دن ضرور ہی آئی ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کل نہیں آئے گی یا پرسوں ضرور آئے گی۔ آپ جو یہ فرمائے ہیں کہ حرمت نامعلوم حادثہ نہیں اسے تو ہر حال آئنا ہی ہے اس کا پھر فائدہ اس وقت تو تھا

شے کو نفع اور نقصان کا مدار ٹھیرا لیا گیا ہے، اس کے باقی میں معاہدے کے ہر دو فریق کا ستمہ برابر سی نہ کرنا اور نقطہ پیسے کے لیے دین کو استفاضہ کا ذریعہ بنانا سوائے جوے کے اوپر کیا ہے رکھتا ہے۔

مدت کے مخفف تجھینہ لگانے کو تو اسلامی مزاج بخلاف کسی عالم نہ ہنسی کہا۔ تجھیے آپ شوق سے لگائیئے۔ علماء فقط یہ کہتے ہیں کہ ان تجھینوں پر مالی نفع اور نقصان کے داؤں کا نا اسلامی قانون میں حرام ہے۔ یہ ایسا ہی جیسے آپ اداں دیکھے بغیر اندازہ لگائیں کہ دو ہٹتے بعد بارش ہو گی۔ علماء ہیں ہے کہ ایسا اندازہ لگانا حرام ہے لیکن اس اندازے کو آپ جنت پار کا ذریعہ بنالیں اور زید کے ساتھ پر مشرط پولیں کر دو ہٹتے کے اندر اندر بارش نہ ہوئی تو میں استرن روپے اڑا اور اُگر ہو گئی تو تم استرن روپے ہائے اسے وہ حرام قرار دیتے ہیں۔ کیا آپے خال میں یہ بھی حرم نہیں؟

لیکن یہ کہ تحریات اور قرآن کی مدد سے بہت سے امور و واقعات کا اندازہ اور تجھیں کچھ پہلے سے بھی لگایا جا سکتا ہے اور اس کا درست ثابت ہونا ممکن کچھ بھی نہیں۔ ملکیت موسیمات آلات و تحریات کی بناء پر بہت پہلے سے آئے والے ہوسم کی متعدد تکیفیات کا اعلان کرتا رہتا ہے اور بار بار اعلان درست بھی ثابت ہوتا ہے مگر کیا اسپر بازی لگا کر جیت ہار کرنا بھی آپ جائز قرار دین گے۔ تجھی شخص کے زندہ رہنے کی مدت کا اندازہ فی الحقیقت کو فی علمی اور تحریکی حیثیت ہی نہیں رکھتا بلکہ لیخت کی مہلک مرض کا اٹھ کھڑا ہونا یا قلب کی حرکت دفعتاً نہ ہو جانا یا کسی طرک اور اسکو طرک کا آدمی کو اچانک کچل ڈالنا علم اور تحریک کے دائرے سے سکر خارج ہوادث ہیں تاہم اس پہلو سے صرف نظری کر لیجئے تو بھی کیا آپ کو تین معلوم گر ریں کے بعض تھاں محلہ ٹری جیتے والے ٹھوڑے کا اندازہ اس سے زیادہ صحت کے ساتھ کر لیتے ہیں جتنی صحت کے ساتھ کسی شخص کی مدت عکار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور دوسرے جودوں میں بھی تینی اندازے لگایتے والے ماہر جو ایوں کی

اور وہ اللہ کے قانون میں حلال ہیں جیسے مال و راثت یا جائدہ کے کرائے۔ لیکن جن معاملات میں نفع اور نقصان کا سارا محیل صرف پیسے کے لین دین پر ہو اور کوئی شے نہیں جاری ہی ہونہ کرائے پر دی جاری ہی ہر دہانی حد و جهد ہی ایک اسلامی مسکنی ہے جو حاصل ہونے والے نفع کو "جواز" کا پہلو عطا کر سکے، لیکن جدو جہد کا سب سے سے وجود ہی نہ ہو تو پھر آخر نفع اور نقصان کو فارسے سو اسی چیز سے منسوب کر سکیں گے کیا آپ ہیں دیکھ کر قرآن میں "لِلْإِنْسَانِ الْأَمَانَةَ" دیکھی انسان کے نصیب میں صرف وہی ہے جس کے لئے اس نے کوشش کی، اور اسی قرآن میں دراثت کا بھی مفہوم قانون ہو جو ہے جس میں کچھ لوگ بلا سی سعی و کوشش کے دولت حاصل کر لیتے ہیں تو بظاہر تضاد ہونے کے باوجود ان دونوں بالتوں میں پاشے لئے دائرہ اور حدود کے اعتبار سے کوئی تضاد نہیں۔ اسی طرح ہماری اس بات میں کوئی تضاد نہیں کہ بعض معاملات میں جواز کا مدار جدو جہد پر نہیں ہوتا اور بعض میں ہوتا ہے۔

بیکاری والے کیا کوئی ادنی اسی بھی جدو جہد اور تذیر اس پاسے میں کرتے ہیں کہ جن لوگوں کی زندگیوں کا بیرون کیا ہے وہ معینہ مدت تک زندہ رہے جائیں؟ اگر وہ کسی نوع کی تباہی اور حفاظی انتظامیات پر اپنا وقت اور پیسے صرف کرتے تو اگرچہ معاملہ حرمت کے دامن سے پھر بھی خارج نہ ہوتا کیونکہ ہر ممکن تدبیر کے باوجود کسی کا آئے واسطے کل میں زندہ رہنا یا مر جانا اتنا ہی غریبی ہے جتنا اچھا ہے پہنچے پیسے کا جت پاپٹ گئنا۔ تاہم جواز کا شہر اور تادیں کا ایک بھی بخ ضرور میداہو جانا، لیکن علوم ہے کہ زندہ رہنے والے کے سلسلے میں بیکاریاں شمرہ برابر سی نہیں کرتیں، بلکہ نفع اور نقصان کا بھی خالص بخت والتفاق پر کھیلا جاتا ہے اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ نیکے معاملے میں نفع اور نقصان کا تعلق انسان کی ذاتی جدو جہد اور تکریب تعمیق سے نہ ہونا حرمت کے سلے کافی شانی بنیاد ہے۔ خود بھیر کر اسے والابھی اپنی موت اور حیات کے بالے میں اس سے زیادہ تباہی اور اختیار نہیں کرتا جتنی ہر انسان بھیر کر اسے بغیر بھی فطرتاً اختیار کرتا ہے تو جس

اسی طرح آپ نے فو سال مدرسہ قمیں جمع کیں لیکن دسویں سال یعنی افتاد طریقی کو پریکیم کی اداگی مکن درہی فسرا کھیل گئیا جو نو سال تک جمع کرایا تھا وہ خطرے میں پڑ گیا اور بعض حالتوں میں تو غارت ہی ہو گیا۔ پورا کا پورا نہ ہی جزوی نقصان اس میں لفظی سے اگر پریکیم کی قسم جمع کرنے کی طاقت قواعد کی رو سے مقرر شدہ صورت میں پس نہ آ سکے۔

الفہریزندگی کے بیکے کا نصروف ذہنی رفع کے اعتبار سے بلکہ عملی تفصیلات کے لحاظ سے بھی تمارہونا خاصاً دفعہ مستند ہے اور کوئی ایسا فقیر ہے جو اس باب میں اسی خارجی پڑا۔ پڑھنی جانداری کا شکار نہ ہوا آسانی سے اس بیکے پڑھنے کے لئے کہ اس ستم کا جوور ہی جوار پول وابی ذہنیت ہے خواہ اصلًا اس جوور کو اخلاقی حسن نے تخلیں لیا ہو۔ جوے کے علاوہ سود کے پہلوں پر نظر آئے یہی کمپنیوں کی جمع کردہ رقم کا بہت بڑا حصہ قانون کے زور سے حکومت کے پاس چلا جاتا ہے اور حکومت اس پر نفع دتی ہے۔ نفع الگ مضاربت کے طریقہ پر دیا جاتا تو اعترض ہی مچھاش زخمی لیکن وہ شخص کم سے کم اسلامی اعتبار گزاری ہی قرار پائے گا جو اس نفع کو مضاربت سے چورنے کی کوشش کرے۔ مضاربت میں اسلامی قانون کی رو سے سرشارے اور محنت کے درمیان کسی طور پر نسبت سے نفع اور نقصان کا اشتراک ضروری ہے۔ یہ اشتراک ہی اسے جائز کرتا ہے۔ اگر سرمایہ دار صرف نفع میں شریک ہوا تو نقصان سے کوئی واسطہ نہ رکھے تو معاملہ مضاربت کا نہیں سود کا ہو گا۔ اس پر اسلامی قانون کے تمام معتبر ائمہ و اساتذہ متفق ہیں۔

یہی کمپنیوں کی رقموں پر حکومت ایک طور پر نسبت سے سود دتی ہے۔ نقصان تو درکثار یہی کمپنیاں حقیقتاً نفع کی بھی شریک نہیں کیونکہ ہر دو یہی حکیمت الگ کی کاروباریں نہیں لگاتی بلکہ اس کی دوسرے موں کی رقم میں خاطط ملط ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی حساب نہیں لگتا۔ لہ ایک ساری اور دوسرے کی محنت۔ اس مسئلے کو مضاربت کی

تعاریک منع نہیں کیا اما ذہنہ لگاتے کی تھی اور سمجھ رہا تھا اہلیت داؤ لگانے کو جائز نہیں کیا گی؟

ڈاکٹر مریض کو اچھا کرنے کی سعی کرتا ہے اس کا یہی والی جیت ہار سے آخر کیا العلق ہوا ہے سعی کو اسلام نے کب منع کیا ہے۔ ڈاکٹر اگر اپنے علم و فن کی بنیاد پر فصل دے کہ فلاں مریض فلاں وقت تک اچھا ہو جائے گا اور فلاں مریض فلاں وقت تک راہی ملک عدم ہو گا تو اس پر بھی علماء نے کبھی اعتراض نہیں کیا لیکن ڈاکٹر کے انھی قبل از وقت فیصلوں پر آپ ڈاکٹر کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ جوست بولیں تو کیا یہ حوالہ ہو گا؟ گھستلوں اس پر نہیں ہے کہ مجھے لوگ اوس طبق غیر کیوں نکلتے ہیں، تجربے اور حساب کی روشنی میں تجھے کیوں لگاتے ہیں۔ تجربات، علم الحساب، تحقیق و تیاس اور فکری خلاصتوں سے فائدہ اٹھانا، مستقبل کے لئے اپنے اچھے منصوبے بنانا اور آئندے کی بات سوچنا تو اسلام کی معرفت تعليم ہے لیکن حلال و حرام اور نجاست و نواب کے حدود اس نے تمام ہی معاولات میں معین کئے ہیں۔ آپ شوق سے حساب لگاتے کہ سوچ کس دن گئیں ہو گا، مرست کس ساعت سے شروع ہو گی، آندھی کب چلے گی، کوتاہون کس تدریس سے دور ہو گا، کن مساعی کا شروع شقبل میں کامیاب ہو گا۔ لیکن اس حساب پر اگر آپ جیت ہار کی بازی لگائے تو اسلام اسے حرام قرار دے گا۔ جیت ہار یہی نہیں ہے کہ ایک فرقہ داؤ پر لگی ہوئی ساری رقم ہائے اور دوسرا فرقہ جیتے۔ جیت ہار یہ بھی ہے کہ بعض الحالتوں میں داؤ پر لگی ہوئی رقم کا قلیل سا حصہ ادھر ادھر ہو جیسے سود کا معاملہ ہے کہ سورہ پے پر دش رہے بھی سود ہیں اور ایک آنے بھی سود ہے۔ بیرون زندگی میں جیت ہار کی ساری ہی شکلیں مکن ہیں اور پیش آئی رہتی ہیں۔ آج آپ ایک سال کے لئے بھی ہزار کا بھر کر آئے۔ ابھی صرف ایک پریکیم کی قلیل سی رقم جمع کرائی تھی کہ اندر کو میاۓ ہو گئے اب یہیہ لمحنی وہ ساری رقم ہار گئی جو اس نے معین کی تھی۔

جاری و ساری ہوتا ہے۔ پھر کیوں نہیں معمول پر ملتا ہے جو کہ اسکے کمی جو کو مسلمان صرف سطحی مشاہدے پر مطمئن ہو کر اختیار کر لے اور تو انہیں اسلامی کے اہمیں سے استصحاب کرنے کے عرض خود مامہربن کوین نے کہ یہ جزو ہر قیامت سے باک ہے۔ مامہربن میں ہم خود کو شمار نہیں کرتے لیکن آپ نے چونکہ مامہربن کے نقش کو صرف سطحی تحریر کیا ہے اس لئے جو لوگ بھی مامہربن کہلانے جاسکیں ان سے آپ کی بنی نیازی عاقلانہ نہیں۔

اور ان ساری بحثوں کو طلاق ہی میں رکھ دیا جائے تب بھی آپ کے جملہ دلائل کی بنیاد صرف ایک ہی آیت قرآنی سے انکھڑ جاتی ہے۔ بنیاد یہی تحریر کہ جمیلہ زندگی کو آپ جائز معاملات کے مشاہد پائیں ہیں۔ اس مشاہدت کی وجہ سے آپ کا دعویٰ ہے کہ کہنے کا کاروبار حلال ہے، لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ فقط ظاہری مشاہدتیں حرام و حلال کے قیاس میں کافی نہیں کفایہ عربی دعویٰ کیا تھا انہما الیبیم مثل الریوں سچ جو جو تو سودہ ہی سمجھی ہے پھر کیوں سروبو اکور حرام قرار دیتے ہو۔ اس کا جواب اللہ نے یہ نہیں دیا کہ سچ اور سروبو ایسیں مشاہدت کا دعویٰ بھروسہ ہے بلکہ دیا گئے چھار ان سے کہہ دو اللہ نے سچ کو حلال کیا ہے اور سروبو اکور حرام۔ اس جواب کے میں المطوف میں یہ تنبیہ صاف موجود ہے کہ دو چیزوں میں مشاہدت و حالت کو متعدد پہلو موجود ہے کہ دو چیزوں کے باوجود کچھ اصولی اور جزوی فرق ایسے ہو سکتے ہیں جن کی بناء پر ان کے حکم میں فرق کر دیا جائے۔ اتنا فرق کہ ایک یکسر غلیظ و حرام ٹھیکے اور دوسری صراسر طالہ و حلال قرار پائے۔

پھر بخلاف آپ کی دو بنیاد کہاں سلامت رہی جس پر دلائل کی محارت تغیر کی ہے۔ آپ کو سوچنا چاہئے تھا کہ جب سچ اور معاملات ریواکی گناہوں مشاہدتیں حکم کی کیاں کر لئے کافی نہیں تو کچھ اور معاملات و مسائل بھی ایسے ضرور ہو سکتے ہیں جن میں باہمی مشاہدتیں موجود ہوں جو کسی قیمت و خلقی اور لطیف و نازک فرق کی بناء پر ان کے احکام بدلے ہوئے ہوں۔

جانا کہ خداوس روپ پر نے کتنا نفع پیدا کیا۔ جب ایسا کوئی جانتا ہنس تو سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے کہ یہ لازماً نفع بھی دے اور دے تو اس میں کسی کی تحرکت بھی ہو۔ کمپنیوں کو نفع کے نام پر صرف سودہ ملتا ہے اور سودہ کا نام کوئی بھی مجھی رکھ لے وہ بہر حال حرام ہے اگر حقیقت دیکھا جائی گئی۔

کمپنیوں کے اپنے اس بیرونی اور داخلی رقم کا جو حصہ رہتا ہے وہ بھی عموماً سودی کا روپاں میں ہی لگتا ہے۔ پھر خالص فہماجاتی نوع کے سودی قرضوں میں جانتا ہے اور جو ایسے کاموں میں ملتا ہے جو الگ چیز ایسی ظاہری ہیئت تھے لخاڑ سے ذرا سخت یا صنعت درجت یا تجارت کے دائرے میں آتے ہیں، لیکن ان کی ریکارڈ میں سود کا ہمود و ڈرہ رہا ہے۔ آپ دس بوری کیوں میںک کی معرفت خریدتے شاذ ہی ایسا پڑھ کر ریو اکا کوئی جزاں میں نہ ہونے لیتے۔ پھر بخلافہ کاروبار سود کی آمیزش سے کیسے خالی رہ سکتا ہے جو یہی کمپنیاں بڑی بڑی رسموں سے بالوں سطہ میں کوئے ذریعے یا براہ راست میلناگ ہی کے اصولوں پر کرتی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مغربی تقدیروں کے مسلمان دیکیں ایسے اثر منافع کو دائرہ ساروں سے خارج کرنے کے لئے ایڑی چوڑی کا زور لگاتے ہیں جیسیں عالمہ اسلام نے سردار کامرانی کر دانا ہے لیکن ان کے مغربی متوکل بلا ادنی ایہا کے اس نفع کو ٹھیک دہی حیثیت فتحے ہیں جو اسلامی فدائیوں میں سرداری کی ہے۔ اسی کا نام ہے مدعاً سست گواہ چشت!

ذائق اور داخلی بحثوں کے علاوہ بھی زندگی کے کاروبار کی یہ اضاعتی قیامت بھی قابل نظر اندازی نہیں ہے کہ وہ ایک ایسے معاشی نظام کا جرہ ہے جو یکسر راہہ پر ستانہ بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔ اس نظام میں حلال و حرام کوئی شے نہیں۔ یہ مسترد مرحلوں میں اسلام کے معاشی نظام سے مکراتا اور ان کی نفعی کرتا ہے۔ اس کے ایک ایک جز میں اس کے اساسی نظریات اور جمیعی نظر کی روح اسی طرح جاری و ساری ہے جس طرح اکمی کے ایک ایک عضووں اپنے

حکم بیان کرنا ایسا ہی ہے جیسے دلیل کا کوئی سرکاری قانون بیان کرنا۔ پوستا ہے ایک دلیل کسی فعل و عمل کا آئینی مقام معینی کرنے میں غلطی کو جائے اسی طرح میں ملن ہے کہ قانون شرعی کے اطلاق و اظ بواسطہ میں کسی عالم سے جوک ہو جائے لیکن اس چوک کی گرفت اور قانون شرعی کی عصی طور پر نشانہ ہی پر کم و مرد کا منصب نہیں بلکہ ان ہی تخصیص افراد کا منصب ہے جنہوں نے قانون شرعی کو ایک مسٹر و مرتباً کی حیثیت سے باقاعدہ پڑھا ہوا اور اس کے اصول مبادی روح اور منابع دادرک کو سمجھا ہو۔ آپ ایمانداری سے خود ہی اپنے باتیں میں سوچیں کہ کیا اسلام کے ایک فلسفی مسئلہ پر قائد انہ اذار میں کلام کرنے اور علماء کی رائے کے بر عکس رائے پر جم جانے کا استھان عقولیت، انصاف اور مسلم قاعده کی روستے آپ کو ہماری ہے یا فقط چند تو سے مفر کے بل پر آپ ایسا کر رہے ہیں۔ یہ خود تنقیدی کی فلسفہ اسے دعوت ہے اپنے ہی کو نہیں ہر شخص کو ہے اور یہ اسی بیویت مسئلہ تک محدود نہیں بلکہ تمام مسائل اس کے دائرے میں آتے ہیں۔

مکتوپ کے اختصار پر آئنے ہوئے "قلم" میں علی عنسرور کی جھلک پائی جانے کا خوندگہ فرمایا ہے اس کے بازیں میں عرض ہے کہ شخص آپ کی درست نہیں "غزوہ" جس خاشت غنیمی کا نام ہے الحمد للہ اس کا سایہ تک ہوئے نفس پر نہیں پڑا۔ البته ہماری تحریر دن ہیں اگر واٹھی کچھ ناموزوں اور قابل اغراض عناصر شامل ہو گئے ہیں تو اسے ہماری نا اہلی کا ثغر سمجھ لیجئے۔ ہم بلا ادنیِ الصنعت ایک بیضاخت انسان ہیں جو پڑھ لے ہو پڑھنا کامنگ ہو سکتا ہے۔ محترم عروج قادری صاحب یا مکمل پرزاٹر صاحب کے بابت ہیں اگر واٹھی ہماری لگنگوئے ڈھنگی رہی ہے تو اس کے لئے ہم شرمساز بھی ہیں اور ان حضرات سے معاف بھی چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری لغز شوں کو معاف فریلے اور ہمیں بات کہنے کا بہتر سلیقہ ہے۔

آپ اگر ہمیں کوچع ور بولے کے ملے میں تو کفار کی ظاظفہ ہی کا جواب دھی کی زبان سے مل گیا، لیکن اس دھی کہاں۔ اب تو دین مکمل ہو چکا ہے اہم اعلان خدا نہیں ہو کر وہ جو حکم ہے میں اس کے سامنے ہماری پریتی فعل و فہم کے قیصلے خلطفزار ایسا جائیں کہم کہیں گے کہے شک مسلم خدا تو کیا رسول بھی نہیں ہیں۔ ان کا اپنا کوئی قول یا فیصلہ حجت نہیں۔ ان سے بحث کی جاسکتی ہے۔ ان کا رد بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن دینی احکام کے باب میں وہ جو چکچکے ہیں اس کی حیثیت ان کے ذاتی فصلوں کی نہیں پڑتی بلکہ وہ اللہ اور رسول ہی کے دینے ہوتے تو این کی بعض اصول یا فروہی دعوات لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص کسی فیصلے کے باسے میں یہ دعویٰ کرنا چاہیے کہ لسان اللہ اور رسول کا حکم قرار دینے میں غلطی کی گئی ہے تو یقیناً وہ ایسا کارہ کا جائز ہے لیکن جماز ہونے کی بیشتر بہر حال دنیا کے ملتات میں سے ہے کہ دعویٰ کرنے والے کو اس علم و فن میں درک پڑنا چاہیے جس سے متعلق فیصلے پر وہ خطا کا حکم لگا رہا ہے یہ تو معقول نہیں پوستا کل بعض پیر طرازگی معاشرے کے خلاف قانون ہونے کا فیصلہ صادر کر رہے ہوں تو ایک ایسا آدمی جس نے قانون کا باقاعدہ بیفراہدی بھی نہ پڑھا ہو کوئی عقل و منطق کی نیاد پر یہ دعویٰ کر سکتے کہ یہ معاشرہ خلاف قانون ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ خوب جانتے ہیں قانون کا معاملہ ایک پچیدہ اور دقیق معاملہ ہے۔ دیواری یا فوجداری کے کسی ایک ہی شعبے کے قوانین ملک حظہ فرایدیے آپ کو متعدد ایسی دعوات ملیں گی جن کی کوئی افادیت آپ کی سمجھیں نہیں آئے گی بلکہ عقل اُتو اخیں آپ بھل یا مفتر رسان ہی قرائیں گے، لیکن فی الحقیقت یہ تصویر قانون کا ہے یہ ہو گا خواہ آپ کا پہنچا کر آپ قانون کی معنیت پیغام صحن کے بغیر غریض پاشی کر رہے ہیں۔ علماء جس وجہ سے "علماء" کہلاتے ہیں وہ آخر یہی تو ہے کہ اخنوں نے باقاعدہ ایک خاص معیار تک ان علوم و فنون کو مصال کیا جن سے شرعی قوانین کے اصول فرعی پر عبور مسیر آتا ہے۔ سرکاری قانون کا فراغت یافتہ کل کہلا یا اور ماسلامی قانون کا سند یا قند عالم۔ عالم کا کوئی فرقی

مسجدوں میں حلقہ

سوال ۱۴۔ از جماد الدین۔ حیدر آباد دکن۔

نماز جumm اور دوسرا مقررہ نمازوں کے بعد بعض مساجد میں پابندی سے حلقہ بنانے کا درود مشرفت یادوں سے اذکار وہ ظالقات پڑھتے جاتے ہیں۔ ان کا باقاعدہ اہم انتظام اور غریب ہوتی ہے شایستہ عقیدت مہندی اور پابندی کے ساتھ کئی ہزار مدرسہ اجتماعی طور پر حلقہ اور فاظ تجھ ہوتی ہے اور اس کو برکت و لواب کا مرچ بھا جاتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ بدعوت ہے۔ الگیہ فاظ تجھ ہے تو رحمت فرمائنا اس پر حمد و نعمت و ذریعہ مکمل طور پر حقیقی روشنی ڈالیں۔

ابحوار ۱۵۔

تجھ کے دریں زیر قارمین جانتے ہیں کہ اس نوع کے سائل پر ہم نے دقاً فوقتاً بہت پھر نہایت شرح و سبط اور لائش کے ساتھ لکھا ہے اب یہ مناسب نہیں کہ ہر نئے سائل کے لئے بھلی بھلی دھرائی جائیں۔ ارادہ یہ ہو رہا ہے کہ "تجھی کی ڈاک" کتابی شکل میں لے آئی جائے تاکہ اسے حضرت حب چاہیں اس جس مطلوبہ مباحثت دیکھیں۔ بدعات کی تفصیل بخوبی کے باسے میں تو یہ خیال ہے کہ اسکیں چھافڑا الگیے کتاب پچھائی جائے اور اسے "بدعت کیا ہے" نامی کتاب کا دوسرا حصہ فراہدیا جائے۔ جب تک ارادہ پورا نہیں ہو جاتا ہم نے سائلین کو مشورہ دیں گے کہ یا تو وہ کہیں سے تجھ کا فائل دیکھیں یا حکم سے کم بدعات کیا ہے" نامی کتاب ضرور ملاحظہ فرمائیں اس میں بدعات و سنت کے موصول یہ مستقیم انداز نظر انتیار کرنے کے لئے کافی مواد جائز گا۔ بالکل ظاہر ہے کہ نماز جumm ہر یا کسی اور وقت کی نماز۔

مسجد میں عبادت کی تحریکی مہیئت ہے یہی ہر دن چاہئے جو قرآن و سنت، تعامل صحابہ اور ارشادات انہی سے معلوم ہو جکی ہے۔ اس مہیئت پر کوئی اضافہ بدعات مچھا چاہے وہ بظاہر کتنا ہی مقدس اور خوشنما ہو۔ اجتماعی طور پر

حتم فاتحہ تو ایک بالکل ہی نہایت احمد عمل ہے اور مسجد کے اندر اجتماعی شکل میں وظائف پڑھنے کی کرامت صاحبی جیل حضرت عبد اللہ بن ابن مسعود سے برآ راست معلوم ہو جکی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگوں کو ایک بار عبد اللہ بن مسعود نے مسجد میں جمع ہو کر کچھ وظائف پڑھتے۔ یکجا تھا تو سختی سے حافظت فرمادی تھی اور پھر یہ مسلمانہ معتمد ہو گیا تھا۔ اس کے بعد کیا کنجائیں ہے کہ اسے پھر میں زندہ کر لیا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ دین کا خالص خالقی تصور اسے خبری میں یہ داعید و مکتوب کر تذکرہ نفس اور حصول ثواب پر مہل اور پُر امن طرقوں میں زیادہ سے زیادہ اعتماد کیا جاتے، اور دل و دماغ کو یہ سوچنے کی فرضت ہی نہ دی جائے کہ انفردی اصلاح و تربیت کے ساتھ اجتماعی لا اثرے میں بھی مسلمان پر کچھ فراخص عائد ہوتے ہیں اور اقامۃ دین کی خاطر مجھی کچھ پا پڑے میلانا اس کی داری کا لازمی تھا۔

ہم بدعات و حیثیات کے درمیں والائیں کے لئے کتاب کے اشارہ بھی لگا دیں تو یہ آسان سائنسخ اور باب بدعات کے پاہذا لگایا ہے کہ ہمیں "دہانی" یا "مودودی" کہہ کر اپنے کام میں پھٹک رہیں گے۔ پھر تباہی ہاتھ بنے تو کیسے بنے؟

نہر کے بعد کی رعنیں

سوال ۱۶۔ دالیض۔

ایک مسجد کے امام حسن نماز نہر میں فرض کے بعد متصل بالاترزم بھائی دو رکعت سنت مولکہ کے چار رکعات پڑھتے ہیں۔ اس خلاف سنت عمل کے متعلق دریافت کیا گیا۔ انہوں نے کہ کوئی خود تو اقتضیت نہیں ابتدا کیا۔ شیور رفیقی صاحب اور ایک بڑے عالم صاحب بھائی ترمذی اور قندوری کے حوالے سے اُن کو سنایا ہے کہ اس طرح انعام سے دو سنت مولکہ ساقط ہو کر جاری رکعات کا تراویب ملتا ہے اور یعنی نماز مغرب وعشاء کے فرض کے بعد کچھ کیا جا سکتا ہے۔ کیا عمل صحیح درست ہو سکتا ہے۔ ازدراہ کرم اپنے فضل و مدلل ترقیع فرمائیں۔

پتسلیمہ و احمدۃ
رکعتیں پڑھے چاہتے ایک کو
ڈاکشنا اس بعدا۔
سلام سے چار۔

اس میں اشارہ تک نہیں کہ ایک رکعت سے چار
پڑھنے میں کوئی فضیلت ہے بلکہ دونوں حمور تو نکیساں
بتایا گیا ہے۔

ترمذی میں اس سلسلے میں مرتب چالی روایت تو
حضرت علیؑ کی یہ نذر کو پوری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ظہر سے قبل چار اور ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے
تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ فقیرہ الامۃ حضرت عائشۃ
اور ام المؤمنین حضرت جمیلۃ بنۃ ابی سفیانؓ سے بھی اسی
ہی روایت ہے اور اکثر علماء کا عمل اسی پر ہے حضرت علیؑ
کی اس روایت کو ترمذی نے "حسن" قرار دیا ہے۔

دوسری روایت حضرت عبد اللہ بن عثمنؓ مژدی
تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتھے ظہر سے
قبل چار اور ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ اس روایت کو
ترمذی نے حسن و صحیح کہا ہے۔

تیسرا روایت حضرت عائشۃ وہ میں مقول ہے کہ
جب کبھی حضورؐ ظہر سے قبل چار رکعت نہیں پڑھتے تھوڑے
ظہر کے بعد چار پڑھ لیا کرتے تھے۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ
حضرت جب الرخمنؓ ابی ایلی سے بھی ایسا ہی روایت ہے
ان تینوں روایتوں سے ظہر کے بعد دو ہی رکعت
کا پڑھنا شابت ہوا۔ اس کے بعد دو روایتیں البنتہ اسی
آئی ہیں جن سے یہ مگان پیدا ہو سکتا ہے کہ چاروں رکعت
زیادہ بہتر ہیں۔ یہ دونوں ہی حضرت ام جیبیہ سے مروی
ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ حضور نے فرمایا:-

"جس نے قبل ظہر چار اور بعد ظہر چار رکعت پڑھیں
اس پر اللہ نے دوزخ کی آگ حرام کی۔"

دوسری یہ ہے کہ:-

"جو آدمی ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد پیارہ رکعت
کا تحفظ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر نار حشم حرام
کر دے گا۔"

البوا علیاً :-
چنان تک متذکرہ امام حنفی کا تعلق ہے ان سے تو بس
اتنا ہی کہنا ہے کہ عبادت کی جو شکل مسلمانوں میں عام طور پر
پائی جا رہی ہو اس سے مختلف راہ اختیار کرنے کیلئے یہ بات
کافی نہیں کہ کسی بھی مفتی اور عالم نے مشورہ دیا اور آپ نے بلا
ادقی تحقیق اسے قبول کر لیا۔ غماز دین کا مستون ہے اسکے
باب میں تو اور بھی اختیاط بر تنی چاہیے۔ کم سے کم اتنا تو کہنا
ہی تھا کہ دارالعلوم جیسے کسی ادارے کے دارالافتخار سے
رجوع کرنے اور اس سوال کا جواب حاصل فرماتے کہ جب
بقیل ایک مفتی کے ترمذی اور قدوری میں ظہر کے بعد ایک
ہی سلام سے چاروں رکعتیں کو افضل قرار دیا گیا ہے تو کیا ہاتھ
ہے کہ عوام و خواص عام طور پر اس کے خلاف عمل کرتے ہیں
اور یا تو صرف دو رکعت پڑھتے ہیں یا پھر وہ سلاموں سے
چادر رکعت۔

ظہر کے بعد ایک ہی سلام سے چاروں رکعت پڑھنا تو خیر
الیسا فعل نہیں ہے قابل تکریب ایک بدعوت کہا جاسکے۔ وہ اپنی
جلگ درست ہے لیکن بے اختیاطی اور سہل انگاری کے عائد
آدمی بسا اوقات ناچار علماء اور غیرہ مدد اور مفتیوں کے
پھریں بدعوت و مخصوصت نہیں کے آمودہ ہو جاتا ہے اسدا
ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ حل طلب مسائل معتبر علماء
ہی سے پوچھ جائیں۔

اور چنانکہ نظر مسلم کا تعلق ہے متذکرہ مفتی اور عالم
صاحبان نے بھی تی بات نہیں کہی۔ ترمذی اور قدوری فتنہ
میں ایسا ایک بھی نقطہ موجود نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتا
ہو کہ ظہر کے بعد ایک ہی سلام سے چاروں رکعت پڑھنے میں
فضیلت ہے۔

قدوری باب المذاقل میں بسطہ تمام اوقات صلاۃ
کی رکعتیں مشورہ بیان کی گئی ہیں اور ظہر کے بعد طور پر افائل
دُو ہی رکعت کا تعین کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا گیا ہے:-
ذنو افضل الحمار اف اور دن کی نفلوں کا معاملہ
مشاعر صلی رکعتیں ہے کہ چاہیے ایک لام سے دو

کو معلوم بالحیث قرار دیتے ہیں لیکن اس قیکے ساتھ نہیں کہ ایک ہی سلام سے ہوں۔ امدا حقيقة کوئی اختلاف نہیں ہوا کیونکہ دو مفہوم پڑھ کر مزید دو نفیلیں پڑھنا تو ظرف کے بعد بھی کے ہمارا افضل ہے۔ بس فرق چیزیت کا ہے کہ پہلی دو رکعتات تو نو اپنی سراتب ہیں اور اگلی دو نو اپنی مندرجہ و مختبہ۔ تعداد دوسری رہی جس کی ترغیب حضرت ام حبیبہ والی دو روایتوں میں دی گئی۔ سلام کی قصہ اور بڑھ گئی یعنی بجائے ایک کے دو سلاموں سے چار رکعتیں۔

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ایک ہی سلام سے چار پڑھنا ہتر ہونا چاہیے یادو سلاموں سے۔ تو محدث ترمذی کی متذکرہ پہلی تین روایتوں سے دو سلام ہتر معلوم ہوتے ہیں بلکہ حشیتوں کا فرق قائم رکھنا بھی دوسری سلاموں کا طالب ہے جب اس پر الفاق ہے کہ مسنون و مورکد صرف دوسری ہیں اور مزید دو غیر مزید ہیں تو اس معنوی فرق کا باقی رہنا اور عالمہ اللہ کا سامنے جو سوس کرنے کے لئے اسی پڑھنے کے دو فروں کے درمیان سلام کی حدود فاصل قائم رکھی ہے۔ اگر علماء غیر قوی دلائل سے ایک ساتھ چار پڑھنے کا فضل بھجتے ہوئے اسی پر عمل پیرا ہو جائیں گے تو ماہنہ الناس کا غلط ہمیں میں مبتلا ہو جانا یعنی تسلیم قاس ہو گا۔ وہ عبادات میں خدرتاً علماء ہی کی تحریک کرتے ہیں اور فقیہ معلومات کی بجائے ان کا عمل علماء کے قتل کے تابع ہو اکرتا ہے لہذا امام طور پر سمجھا جانے لگے کاکھر کے بعد چار رکعتیں ضروری ہیں۔ یہ ایک غلط خیال پڑگا۔ دین میں جو چیز جس درجے میں رکھی گئی اسی درجے میں رہنی چلئے گو کہ دو رکعتات ہوں تو چار کاموں کے قابل قرار پا اجازت اور طفو کے ہم معنی ہو گا۔ یہ صرف دو کاعات نظر ہی کا معاملہ نہیں تھا اس اتنی دینیہ میں اس کا الحاظ رکھنا چاہیے کہ کوئی شے پر جگہ سے ہٹھنے نہ پائے۔

ویسے ہمیں علوم ہے کہ راتی الفلاح میں یہ بات کی گئی ہے دینداب ان یعنیم الیحاما اور یہ بات پتھر ہے کہ نظر کی دو رکعتیں سارکعتیں فتحیہ اس بعد۔ میں مزید دو رکعتیں ملا رہا جاتیں ہیں دو چار پڑھ جاتیں۔

یعنی ان دونوں روایتوں میں اس کی کوئی تصریح نہیں کہ بعد کی جاری رکعتیں ایک ہی سلام سے ہوئی چاہیں یا دو دو کر کے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ جہاں تمہرے حکم کے بغیر رکعتات کی تعداد بتائی جاتی ہے وہاں یہ نہشانہ نہیں ہوتا کہ یہ پوری تعداد ایک ہی سلام سے پوری کی جائے گی۔ مثلاً حضرت عائشہؓ سے حضور کی نماز شب کے باسے میں دریافت کیا گی تو آپنے لیا رہ یا تیرہ دو رکعتات بتائیں۔ یہ تصریح نہیں کی کہ لئے سلاموں کے ساتھ۔ تو کسی نے بھی اس کا مطلب یہ نہیں کیجا کہ یہ ساری رکعتیں آپ ایک ہی سلام سے پڑھتے ہیں ہوں گے۔ یا مثلًا آپ سنتے کہ تزادی کی نماز میں رکعت ہے تو اس کا تیرہ طلب نہیں ہوتا کہ بیسوں رکعت فقط ایک سلام سے پڑھی جاتیں گی۔

اسی طرح حضرت ام حبیبہؓ کی ان دونوں روایتوں سے پتھر اخذ کرنا درست نہیں کہ نظر کے بعد ای جاری رکعتے کی ترغیب ایک ہی سلام کے ساتھ دی گئی ہے نہ کہ دو سلاموں کے ساتھ۔ دو سنتوں کے بعد دو نفیلیں مزید پڑھنا پڑتے ایسی بات ہے اور اسی کی ترغیب ان دونوں روایتوں سے مطابق ہے کہ یا حضور نے تجویزی تعداد بتائی تھے ایک ہی سلام سے چار پڑھنا افضل استوار دیا۔ بعد دونوں روایتوں میں اس مطابق ہیں ساکت ہیں کہ یہ نظر کے بعد ای چار ایک ہی سلام سے ہر چاہیں یادو سلاموں سے۔ اب اس سکوت سے یہ ترجیحہ نکالنا کہ ایک ہی سلام سے پڑھنا افضل ہو گا بے دلیل ہے جب کہ دو سلاموں سے پڑھنے کو ہر گھنٹا متذکرہ بالا پہلو تین روایتوں سے ثابت ہے۔ دو سلام ہی اس حقیقی صورت حال کو ہتر طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ پہلی دو رکعتیں نو اپنی مسندیدہ ہیں اور دوسری دو رکعتیں نو اپنی مندوہ ہیں۔

سوائے مالکیہ کے تینوں عدایہب تھیں اس پرتفق ہیں کہ نظر کے بعد دوسری رکعتیں ملا تھیں یعنی سنتی مزدکہ ہیں مالکیہ البصریہ کہتے ہیں کہ نو اپنی راتی میں کسی خاص عدد کی حدیندی ہیں بلکہ جو بھی عدد کسی وقت کے لئے احادیث سے معلوم ہو دی افضل ہے۔ پھر نظر کے بعد پر چار کے عدد

اک توپر کے شمارے میں ان اخال المباری اور اس کا عالم تراویح پر آپ کے تصریح پڑھ کر دلی روح بروار تھوڑے آپ جیسا وسیع علم و مطالعہ کا ادی بھی اس غلط پیر پیغمبر سے متاثر ہو گیا کہ اہل حدیث حضرات امام ابو حنفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی عزت نہیں کرتے اور انہیں ان کے شایان شان مقام مرتبہ نہیں دیتے۔

لے حترم ! میں آپ کو یقین دلتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ میں خدا ہیں حدیث ہوں اور میرے خیالات یہ ہیں کہ امام ابو حنفہ ہائے محنت ہے۔ انہیں نے قرآن و حدیث کے بھیجے بھیجا لئے میں ہماری قیمتی رہنمائی کی ہے اور انکی ذات تمام امرت مسلم کا فتحی سرمایہ ہے۔ یہ کہنا کہ اہل حدیث امام صاحب کی توہین کرتے ہیں بر طبعی کے اس بھیجی سا ہے کہ دو مندرجی لوگ اولیاء اللہ کو نہیں مانتے اور نہ صرف اولیاء کی بلکہ رسول اللہ کی بھی توہین کرتے ہیں۔ آنحضرت احرار صرف اس لئے اہل حدیث کو امام صاحب کی توہین کرنے والے باور کرنے ہیں کہ وہ ان کے مقابلہ نہیں بلکہ وہ سرے سے تھلکی بھی کے مقابلہ نہیں تو پھر آپ مقلد حضرات بھی تو اپنے امام کے سواباتی تینوں فتحی اماموں کی تقدیسے دامن کش ہیں کیا آپ بھی ان تینوں اماموں کی توہین و تھیص کا الزام چسپاں نہ ہو گا؟

مزید تجویز ہے، کہ آپ ایک طرف تو نقد و نظر کے قائل اور بڑے سے بڑے عالم کے قول کو قرآن و سنت کی ترازوں میں تو نئے کا مشورہ دیتے وائے ہیں بلکہ و سری طرف نقطہ اتنی سی بات کہ امام صاحب کی توہین بھیجتے ہیں کہ کوئی شخص پر ای نیک سیتی کے ساتھ یہ رائے قائم گئے کہ غالباً فلاں حدیث امام صاحب کو نہ ملی ہو گی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جاریت کا آغاز و اقدام اہل حدیث کی طرف ہے مگر میں عرض کرتا ہوں کہ ایسی غیر واقعی بات آپ جیسے حق پسند کرنے ہیں کہنی چاہئے جاریت کا ارتکاب موقع ہے موقع دلوں ہی فرق کرتے آئے ہیں اور جیسوں جائزہ یعنی پر زیادہ الزم شاید قدر ہی پر آئے۔

اور حضرت امام ابو حنفہ کی طرف بھی یہ بات مخصوص ہے کہ ان کے نزدیک نافل میں چار بھی رکھات فقط ایک سلام است افضل ہیں، لیکن جس صورت میں کہ تمام نعماتے احانت نظر کے بعد صرف دو بھی رکھات کو روایتیہ و مورگہ ماننے پر تتفق ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ بعض احادیث میں حضور نے جن چاروں رکھات کی ترجیب دی ہے وہ چاروں مذکورہ ہیں، تو قول ای حنفیت سے ذیر بحث دو رکھتوں کو مستعار کرنا ہی اولیٰ ہو گا۔ یعنی ان دو کے سیا جنتی بھی نو اصل پڑھی جائیں ہیں چار چار کرکے پڑھنا افضل ہو گا۔

ملک ایک مستشار اور بھی فہرست کیا ہے۔ امام صاحب شاگرد رشید، قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ رکھات کی انفلوں میں ایک سلام سے بس دو بھی رکھتا ہے تھری ہیں دو سے زائد ہیں اور انھی کا قول مخفی ہے بھی مانا گیا ہے۔ لہذا آپ دیکھتے ہیں کہ مستشار کے فرض پڑھ کر صرف دو رکھتوں پڑھی جاتی ہیں اور جو لوگ ان دو کے بعد مزید دو فلکیں متصل ہیں وہ بھی چاروں کو جوڑتے نہیں بلکہ یہی دو کا سلام پھیر کر دوسری دو پڑھتے ہیں۔

حال جاب یہ نکلا کہ نہ ہے کہ بعد چاروں رکھات جسے پڑھنی ہوں وہ دو بھی سلاموں سے بڑھتے۔ تھوڑا علا ماروا نکتہ مساجد کے لئے تو اور بھی ضروری ہے کہ کوئی ایسا عمل نہ کریں جو عوام پرید میں کسی دلچسپی اور متفق علیہ مسئلہ کو سبھم اور اور غیار آؤ دنیا دے۔ مراتی الفلاح کی تصریح کے بیو جب اگر دو سعن من موقکہ میں مزید دو فلکیں مانند وہ بھی مان لیں تب بھی ایسا امر مذوب کم سے کم منتظر ہاں پر اختیار کرنے کے لائق نہیں جس سے عوام غلط فتحی میں مبتلا ہوں یا اللہ عالم رکھات ترجیح کا قضیہ

سوال ۱۱:- از ناظر اقبال لائل پور (پا)
بھلی میں آپ کے علامہ مضاہین یار جو کروٹھے سے فیض یاب ہو رہا ہوں۔ بڑے ہی شوق سے تھلی کا انتظار کرتا ہوں اور جب مل جاتا ہے تو سراپا شوق بلکہ پڑھنا ہوں، لیکن ان پر

محکوم نہ ہو سکا۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؓ کی محبت و مقتدیت کا معاملہ دنیاوی محبوبین جیسا ہیں کم الفتوؤ اور قاتلین کلام اور فقط جذبات پر ہو۔ یہ ایک علمی تاریخی اور دینی مسئلہ ہے جس میں کمی بھی جذبے کے لئے ایک قوی میاد چاہئے۔ قعیت چاہئے میطفی و ازان چاہئے۔

خیر۔ آپ سب بھائیوں کا شکریہ۔ قصور فقط ہمارا ہو یا آپ کا یادوں ہی تھوڑے تھوڑے صور و ارہوں ہر صور میں ہمارے آپ کے اُس برادرانہ تعقل اور اُس روحاں بالبلط کا خاتمہ نہیں ہوتا چاہیے جو سید الابراصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علمی کے رشتے نے ہمیں سب کو مختال ہے۔ درکذر، نرمی، رواداری اور محبتِ مومن کے امتیازی اوصاف ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ یہ ایک درست کو معاف نہ کر سکیں۔

یہ اس تہذیب کا مشاء جو اسے فراہم ہے۔ جواب ہمارا یہ ہے کہ جس طرح کچھ عوصہ قبل ہم بھی اہل حدیث و مسنون کی حمار حما روشن سے تفصیل دا اتفاق نہ ہے اسی طرح آنحضرت بھی باوجود اہل حدیث ہم نے کے کافی اطلاع نہیں رکھتے اور جس سنگ ان اور تہذیب شناسی کا انہار آئے امام صاحبؒ کے لئے گیا ہے وہ آپ کے ذاتی خوالات ہیں ان کی تائید اہل حدیث اسکوں کا بنیادی بنکر بھی نہیں کرتا۔ تائید تو کجا وہ بڑی شدود مسے ان کا استزاداً ان کی نفعی، ان کا البطلان کرتا ہے۔ بڑے سے بڑا اہل حدیث عالم یہ مانتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے ہر ذریعہ کے علاوہ بھی ایک چیز ہے جو اخذ کرنے والے جوہر کے لئے اتنی بھی ضروری ہوتی ہے جتنی نہ ہے وہی کے لئے روتی ہو اور سو نہ کرنے کے لئے قوت شامہ۔ اس چیز کو قوت آخذہ کہتے یا صلاحیت قانون سازی۔ یا جو چلتے نام دیجئے یہ بھال ایک فیصلہ کی استعداد ہے جو کافی نہیں جاتی مدد و فیض سے عطا ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہؓ کا اُفرزہ امتیاز اور عظمت و مرمت کا بڑا امہمیتی بھی استعداد ہے۔ اس سے قطع نظر کرو تو ان کی ہر قوی صفت سے ورنہ ہر کوئر بھاتی ہے۔ عحدو زاد اہم ترین ایک گذے ہیں۔ کیونکہ العلم لوگوں کی بھی کمی نہیں رہی ہے۔

آپ کا یہ دعویٰ ہمکن ہے درست ہی پر کہ ابوحنیفہؓ صحابہؓ کے بعد پوری دنیا سے زیادہ علم رکھتے واسطے ہیں۔ اس کی صحت اور خطاؤ کو اول علمی جاگی رکھتے ہیں، لیکن یہ تو آنحضرت کو صرف معلوم ہو گا کہ اسے اپنے تصور بزرگوں کے ہاتھے میں تمام ہی گروہ اسی اندماز کا حسن ہلن ظاہر رہتا ہے، میں اور شیعوں کو تو ہم نے اپنے کا لاؤں سے کہتے تھے اسے کہتے تھے کہ جو لامی ہمیں ہوا اکرئے، ہمارے اہم اشرف انسان تھے، وہ معموم ہیں اور سب سے بڑیے جام مل گئی۔

بہت ڈرتے ہوئے لرزیدہ علم سے یہ علیغہ لکھا ہے، کہیں آپ خانہ ہو جائیں ملکیں بھلیں کام طالع آپ کی جس فراغی لہو حقیقت پسندی کا احساس دلاتے ہیں اسکے ساتھ یہ بھی توقع ہے کہ آپ اس علیغہ کو "تجھی کی ڈال" سے تھوتی بیش کر کے منصوفاتہ انہار خیال فرمائیں گے میں بہت ہمیں ہوں گا اگر اسے "ڈال بزر" ہی میں سے لیا جائے۔

ابوالعتا :

علمی مباحثت میں خلقی کا سوال ہی نہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہم جب جو لکھدیں پھر کی لیں ہو۔ آپ ہی کی طرح بعض اور بھائیوں کو ہمارے ہزارہ تھصرے ناگوار گذے ہیں اور اپنے تکالیف ناموں میں اخنوں نے خداون غلطی اور حدیث سے کے طبق احساسات کے ساتھ جو کچھ لکھا ہے اس میں یہ شکایت تقریباً مشترک ہی ہے کہ ہم نے احمدیت پر امام ابوحنیفہؓ کی توجیہ کیتی کا الزام خلاف دائر گا ہے۔ اس طرح کے تکالیف ناموں سے ہمیں خوشی بھی ہوئی اور اس طرح بھی۔ خوشی یوں کہ تکالیف تعلق کی علمت ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ جلی سے۔ اور اس کے ناطق ہم سرکتی ہی الحدیث بھائیوں اور بزرگوں کو اس کے باوجود قلبی و ذہنی تعلق ہے کہ ہم مغلب ہیں۔ ایسے مغلب جو اپنے مسلک تقلید کا انسکاف اور اگر نہ ہے۔ تعلق نہ ہونا تو احمدیں بھلی پڑھنے اور ہم سے شکوہ کرنے کی بوبت ہی نہ ہے۔

اور روحیوں کے شکوہ کی بیان و معرفت پر نظر آئی۔ علمی تقاہت اور حقیقت پسندی کا کوئی بہلو اسیں

تین حضرات بھی ابوحنینؑ کی توصیف کرتے ہیں نہ فقط ان ادھار کی حد تک جو میں امانت کے لئے شمار اکا بر شہر شریک ہیں بلکہ بعض ان سے بڑھ بھی گئی ہیں۔ زید و قومی اخلاق صحت اختیت، علمی شفقت، کثرت مطالعہ، پرسب اور ہاف ابوحنینؑ سے مخصوص ہیں۔ ان تک میں کرنا اور اس نامول و صفت کو لفڑانداز دینا جس نے ابوحنینؑ کو ابوحنینؑ بنایا حقیقتہ تعریف ہیں شایان شان اعتراض غلطت ہیں۔ انہیاں کی تقدیمیں پر مزار صفحے سیاہ کر دے گروہ صفت بہوت کو دیا جاوے یہ توصیف ہیں مگن سازی ہو گی اسی طرح ابوحنینؑ کو بہت پڑا عابد وزادہ عالم اور پیکار اخلاص کیتے رہو گئے اس چوہر خداداد کا ذکر است کرو جو بہوت ہی کی طرح ہبھی ہے کبھی نہیں تو اسے بیخ نہیں دم کہیں گے۔ دم نہ سہی نادرتی اور مرتبہ اسی توصیہ پر ہبھی کہیں گے۔

یہ ذرا الہری بات تھی۔ صاف و سادہ بات یہ ہے کہ اہل حدیث علماء تقیید کی مختلف اوزاع کا فرق لفڑانداز کے مطلق تقیید ہی کوٹھیک اُس تقیید کا مصدق اوقار دیتے ہے ہیں جس کی مذمت کفار کے سلسلے میں قرآن نے صراحت اور سختی طور پر کی ہے۔ اُن حرمؓ جیسے بڑے لوگوں نے تقیید کی اوزاع اور مقلدین کی اقسام کا تھوڑا بہت لحاظ بھی کیا میکن ان سے چھوٹے درجے اور نگہ نظر و اسے علماء نے جو باوجود حربہ بے تقییدی کے خود بھی مرعن تقیید ہی میں گرفدار تھے۔ اس تھوڑے بہت لحاظ کو بھی آٹھا دیا اور بڑے شدید سے ایسی باتیں کہیں جن کی رو سے کوئی بھی مقلد حنفی رسیدہ ہونے سے نہیں بجا۔ حد ہے کہ اِنْهُدُوا أَجْهَادُهُمْ وَرَبُّهُمَا أَصْمَمَ أَرْبَابَهُمْ دُوْلَتُ اللَّهِ۔ اور میں تسبیح مَا أَقْفَيْنَا كَعْلَمَكَ آبَاءَ نَاجِيَيْنِ آیات کو جو متفق عليه طور پر کفار عرب کی تقیید بالکفر کے لئے وارد ہوئی تھیں بلکہ استثناء نفس تقیید کے لئے استعمال کر لیا گیا حالانکہ تقیید کی بعض اوزاع جہاں حرماً ہیں دیہی بعض اوزاع واجب ولازم بھی ہیں۔

یہاں پر ضمیح لفظ "تقیید" نہیں اس لئے ہے اجمال

منطق اور علم کلام کے ائمہ بھی دنما وقتاً اپنی رفتوں کا حجم اڑاتے رہے ہیں۔ پھر کی خصوصیت ہوئی اگر کوئی یقیناً کرنے کے لئے بھی ابوجنیدؑ نے بڑے مشقی تھے۔ پھر ہرگز کار رکھے اعلیٰ علم، علم کلام کے امام تھے۔ یہ اوصاف نادر ہیں، فیصلہ کی بھی نہیں۔ ابوحنینؑ جو حقیقتی کا نام ہے اس کی معنوی عظمت کا ایوان ان میں سے کسی ایک بھی وصف پر فاقہ نہیں۔ یہ اوصاف اس ایوان میں فقط ستوفیں دیواریوں اور چھوٹوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ بیان اس ایوان کی اُسی خدمہ داد صلحیت پر ہے جس نے امانت کے بڑے بڑے اسلامی اور شیوخ کو اس سر جبور کر دیا کہ فقیر امور میں ابوحنینؑ کی تقدیر کیا تھا اور اس کی تقدیر کی تقدیر کیا تھا اس کی اگر دنوں میں طالیں اور اجتہاد و تقدیر میں ان کی قیادت قبول کریں۔ اس صلحیت سے صرف نظر کر کے ابوحنینؑ کی خوبی کا اعتراف کرنا حقیقتہ ان کے ترتیب و مقام کا اعتراف نہیں ہے۔ اہل حدیث مکتب کا اس اسی فکر ہی ہے کہ اجتہاد، استباحت اور قانون سازی کا سارا مدارک علمات کے ذخیرے پر ہے زکر خاص بیماری کی ذہنی صلاحیتوں پر۔ اور ہمارا نقطہ نظر یہ کہ معلمات صرف خاص مواد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان سے ٹھیک ٹھیک تتفاہد اور اتفاق کا اخصار اُس جو پر فطرت پر ہے جو عام نہیں خاص ہے۔ جو بازار میں بکتا ہیں۔ جو ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے والے مرضعہ گوشت کے ساتھ ساتھ باہر آتا ہے۔ جو زندگی بھر کی عبادات، طلب علم، جدوجہد اور رنج کا اوی سے ٹھیک ٹھیک سلکتا اگر اس کا تم حرم مادر ہی میں قدرت نے مولود کے اندر نہ رکھ دیا ہو۔

دنیا بھر کے عطیات سا منے رکھ لے اور ناک کے تھنوں پر سہنٹ پڑھا دو۔ ان عطیات اور غلطیات کے دھریوں پر سہنٹ پڑھا دو۔ اس کے رجس سے کوئی منیر نہ ہو گا۔ مزار نقاشوں پر چوٹ مارنے لیکن قوت سامنہ کو ختم کر دے مکمل منسلک کے سوا کوئی بھی احسان جنم نہیں لے جاتا۔ ٹھیک ایسا ہی رشتہ علم اور تفہم میں ہے۔ تفہم صلحیت اخذ دا جتہاد ہی کا درس رہا نام ہے۔ اہل حدیث حضرات کے ثقہ ترا اور محبتاط

وہ سنت و سنت قرآن ہی کو کیا سمجھ جائے۔
یہی سرمن ایک اور اہل حدیث نے رگنے ان الفاظا
میں الایا:-

”چونکہ اُس زمانے میں احادیث کے تراجم تو پڑتے
ہی نہ تھے اس لئے امام صاحب کی قیامت عربیت
حصہ احادیث سے متورا ہی ہی۔“ حقیقت الفقہ
دیکھا آئے۔ کس بھوسے پن سے دودھ کا سارا الحسن
کھینچ لے گیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان حضرات نے جان بوجہر
ابو حینفہ کو اُس طبقہ پر دکھلایا جو اتنے طے امام کی دلائل اوسط
دستجہ کے فقیہ اور دوسرے درجے کے عالمگیر بھی نہیں ہو سکتے
عربی ہی میں انتاظری رہا تو اُسی حجتہ دیکھتا یا لوں سمجھتے ہمیں بن
گیا۔ لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ ابو حینفہ کے باشے میں لیے
تازیہ اخیال کی بنیاد جہل پر ہی۔ غلط مطابعے کو بھی جہل ہی
کہتے ہیں۔ بلکہ وہ جہل در جہل کہلانے کا حقیقہ ہے کہ کوئی صانع
او حقیقوں سے بے خبری کے ساختہ ساختہ ہے بے خبری اور عقول
پر جسمے رہنے کے لئے دلائل بھی جتنا کہتا ہے جسے مغرب فراز
درستگا ہوں میں اسلامیات کی تعلیم حاصل کرنے والوں کی
حالت ہے کہ وہ حقیقی اسلام سے محض جاہل ہی نہیں بلکہ حقیقی
اسلام کے خلاف اخفین منطق بھی جو ہیا کی جائی ہے۔

یہی حقیقت الفقہ کے فاضل مصنفوں کی تصریح کا ہے:-

اوہ شریفہا نے شر بھی بیش فرماتے ہیں۔ اس کا ترجیح خود اخفی
کے قلم سے ملا خطرہ ہو:-

”کتنی ایک پاک اہل عورتوں کی تصریح گاہیں جو یہ
حرام ہیں ابو حینفہ کی بدعت حلال ہو گئیں۔“
ایک صاحب مولوی ابو عران غایب اللہ و زیر ابادی
تھے۔ شدید دل کے اہل حدیث۔ انہوں نے ایک کتاب
اُس سال ”الصیحۃ تصنیف“ کی تھی۔ اس میں جن جن کر
انہوں نے ابو حینفہ کی برائیاں، خامیاں اور نارسائیاں
پیش فرمائے کے بعد حاصلہ دیا تھا:-

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا
خط لکھ کر سمجھایا۔“

بھی پر اتفاقاً کرتے ہوئے آئے چلپڑے۔ اس اجمال سے یہ ہے
بھاجا جا سکتے ہے کہ تقدیم کے باشے میں اہل حدیث اسانتہ
کا پیغام نکران کے شاگردوں کو تمام ہی علمائے مقلدوں کے باشے
میں کس طرح کے خیالات عطا کرتا ہو گا۔

موضوع یہ ہے کہ اہل حدیث حضرات امام ابو حینفہ کی
بے عزمی کرتے ہیں یا نہیں۔ آپ کا خیال ہے ہرگز نہیں کرتے
ہمارا بھی ہی خیال تھا کہ یہ ریکیک حرکت صرف اطفال مکتب
ہی کر سکتے ہیں لفظ علمائے اہل حدیث اس سے ملوث نہیں
ہو سکتے مگر یہ خیال درست ثابت نہیں ہوا۔ چند اعتبات
بلطفہ ہوں۔

جانب فواب صدیق حسن حسب تاب اللہ سراہ موجودہ
اہل حدیث کی صحف اول کے علماء میں شمار ہوتے ہیں اور
دائعتہ وہ بڑے عالم تھے۔ نہ صرف عالم بالکل بلکہ اخلاقیں
اور خادم دین۔ لیکن ابو حینفہ کے لیے ان کے دل کے دروازے
بھی ہن۔ ہی رہے۔ انہوں نے شاید تھیں علم کا کوئی ایسا داراء
بنایا تھا جس سے باہر جانے کی اھمیں فرصت ہی نہیں تھی،
ورز جن خیالات کا اخہار انہوں نے ابو حینفہ کے لئے بڑی
صفائی اور بے فکری سے کیا ہے ان کو تجذیب میں سے اکھاڑا
والا لڑپچنایا ہے تھا۔

حدیث الفاشیہ میں وہ رقمطر اڑیں:-

”جو شہر اللہ واسطہ اجتہاد کے حفیظے ذکر کئے ہیں
ہم جیال کرتے ہیں تو یہ ان کے امام میں ہرگز موجود نہ ہے
ادل درج لغت عرب کے جانے کا ہے۔ امام صاحب
کی عربیت میں جو کچھ قصور و فتوت ہوادہ کتب تائیخ و
طبقات سے بخوبی ثابت ہے۔“ صہن

مزید یہ کہ:-

”بہر عال علم حدیث میں ان کو کچھ دخل نہ تھا۔“
یہ ایک بھی اعتباں ہماری اس گزارش کا کافی ثبوت
ہے کہ آج تھا جو ابو حینفہ کو قرآن و سنت میں رہنمانا اور
تکمیل کی وہ آپ کا ذاتی فعل ہے اہل حدیث اسکو اس کو تسلیم
نہیں کرتا جس شخص کو بقول مرزا جمیں بھی دخل نہ ہو۔

پھر مولوی صاحب نے اپنے دست مبارک سے یہ خط اس طرح کھیچ کر دکھلا یا تھام۔ بالآخر یعنی ملکان مکال یہ کیا تھا کہ خفیہ شاعر نے اسے حضور کے ایک ارشاد کے پیغ میں روکا۔

ارشاد یہ تھا و ان حدا صدر اعلیٰ مستقیماً تعووا دریم را میدھارا اس تیر سے پس اسی پر جلو، انہیں نہ اس خط کو مستقیماً اور فاتیتعووا کے تجھ میں روکا۔ یہ کوئی تازیہ حرکت نہیں تھی بلکہ نازیں ہیں ہو گئیں کہ چاروں مذاہب فقہاء کے نام انہیں نے اپنی طرف سے لکھ دیتے اور یہی دفعہ کر سکہ دھلایا کر کسی عالم کی اپنی رضیع کی ہوئی تعمیر و تشریع بھی حدیث رسولؐ کا ٹھیک جزو ہی تطہیر کا تھی۔ علم عجم بھی اسے اس شاندار حرکت سے اس کے سوا کیا بھیں نہ کرو افغانی یہ چاروں مذاہب تحریث ہی سے باطل ثابت ہو گئے۔ اور اپنی یونتو کا مقصود بھی تھا۔ چنانچہ صفاتِ فرمائے ہیں:-

”یہ اسلامی سرطک سے جائز طرد لفڑی سے برا اور موصل ای المطلوب اور موجود بخات اُخڑی ہے اور یہ جو اس کے ارزگرد متعبد و خطوط لفڑی تھے ہیں وہ سب شیطانی سرطکیں اور بناء کی مذاہب ہیں۔“ (فتح) حقیقت الفقہ کے اہل حدیث مصنفوں کا ایک کارنامہ یقینی چیز۔ حقیقت اسکا پر پہنچنے والے کافر ہے۔ ”جو شخص قرآن کو خلائق کی وجہ کا فرہنے ہے اور اس کے بعد مع وال الکھدایا۔“

”اہم ایڈنٹیٹسے دریافت کیا گیا تو پولے قرآن خلائق ہے۔“ حوالہ دھکر کر ایک علم آدمی کو سمجھتا ہی جائیں کہ ایڈنٹیٹ خود فقہ خفیہ ہی کی ایک کتاب سے کافر ثابت ہو گئے چلوا چلی ہوئی۔ ۲۵۳۱ء کی ایک کتاب ”حقیقت و تعلیم کا مناظر“ دیکھنے ہے۔ اس میں اہل حدیث مرتبہ مولوی حیدر اللہ نے صرف ایڈنٹیٹ بلکہ ان کے اساتذہ اور شاگردوں کے باسے میں بھی جو شاندار گل انشایاں کی ہیں میں دیکھا کیجئے۔ مولوی سعد بن اسی کا رسالہ ”الجرح علی اپنی حقیقت“ بھی بھیکم ہیں (مطبوعہ سید المطابع۔ مجلہ دارالٹکر۔ بنارس)

فرماتے ہیں:-

”اہم صاحب ہے قرآن و حدیث و صرف و نہ مفہوم غسل فہر و غیرہ میں کھا ہیں صرف تو فخر کو سکھا۔ باقی علم سے کوئی نہ ہے۔“ (صلت)

”هزید فرمایا۔-

”ابی ابن حیرون نے قرطی ہر باتی کی کہہ دیا۔“
”اپنے تھیں؟“ کوئی حدیث پہنچی تھیں۔ ہم کہتے ہیں ایک بھی بندوق بخی تھی بلکہ اہم صاحب حدیث سے ایسے کوئی نہ تھے جسے جانتا ہا تو کسکے کوئی نہ تھا بلکہ اسکے بھاؤ سے۔“ (صلت)

اسی پر بس نہیں اور یہجے دت

”اہم صاحب کا عاذنہ اور ان کا ضعیف ہوتا اور مرجب ہوتا اور جسمی ہوتا اور زندگی ہوتا اور ان کے استادوں شاگرد اور اولاد وغیرہ کل کے کل کا ایک ہے کا خوت۔“ (صلت)

مگر اس میں ”زندگی“ کہنے کے باوجود صفاتِ کافر نہیں کیا جاسکا۔ دل نے کہا ہے تو بہت برا ہوا عام لوگ شاید نہ بھی سلیکن کر زندگی بھی کفر ہی کے خاندان سے ہے۔ پھر تو ذرا ہمار فہم الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ چل مرے خلیلِ اسم اللہ

”اہم صاحب، سو اسے اس کے ضعیف تھے جسمی بھی تھے اور جسمی کے باسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اسلام سے خارج ہیں (خطبہ کو مسلمان نہیں)..... اب تمام حنفیوں کی نسبت یہ کہنا ہے جانہ پڑھا لیں ہم سلسلہ سلسلہ مرضیب۔“ (صلت)

سیرہ نبوی سے ہوں تو ذرا اس اور:-

”لوہا جو آؤ تو تم کو ہم اور بھی ساختے ہیں۔“ (صلت)
”زندگی بخی تھے (صلت)، (صلت)، ایڈنٹیٹ باعی بھی تھے (صلت)،“ اہم صاحب کی پیدائش کی تاریخ کسی نے پوچھا کہا ہے سگ شتر اور انتقال کی تاریخ ہے۔

”بیکم جہاں پا۔“ (صلت)

اپ کہہ سکتے ہیں کہ دیوار نے کی ٹرس سے کسی پر جوت قائم

عاملہ ایسا ہی ہے جو الفصافت کیجئے الفاظ سے لیکر معانی
لیک اور مفہوم سے لیکر بہ و پہچن تک کون سی جیزاں سی ہے
جس پر افزار اور گالی کا اطلاق نہ ہو سکے۔ یہ مقولہ ہیں
بے شک اپنے ایام کے سواباقی ائمہ کی تقدیر نہیں کرتے، لیکن
ان کی تصریروں اتفاق عظیموں کا سلسلہ ہیں سے اعتراف کرتے ہیں
اٹھیں بڑھی ائمہ ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں مگر احادیث
حضرات اس پوزیشن میں نہیں۔ وہ جہاں ہیں اُس کا اندازہ
آئندگاہ انتسابات سے لگائیں۔

رہا ہرگز رہ کا اپنے بزرگوں کی شان میں قصیدہ پڑھاتا
بے شک یہ واقعہ واقعہ ہی ہے لیکن کیا صدقی رکذب اور
غینیں وہ ہم اس کے امتیاز کے لئے علم و حکم پر ہیں کیونکہ ہمیں یہ
بخارا خود علی کا سید الانبیاء ہونا یعنی الیساہی ایک دعویٰ ہے
یعنی علی بن میریمؑ کا ابن اللہ ہوتا ہے۔ شیعوں کی مشاہد
بے توبہ دی۔ وہ ابوحنیفؓ کو تو کیا اپنے بکر و عمرہ کی بھی
معتکیوں میں اٹھتے ہیں۔ ان کے کسی قول و فعل سے استلال
صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے حکم و ہیوش کو کالکے شہاب
نے ڈس لیا ہے۔

الحاصل خفاہوئے کی بات نہیں۔ جو ہر اسوہ ہوا
بِ تَعْدِيْدِ دِيْنِ اُوْزِغِرِ مُقْدِيْنِ سب کو دیکھنا چاہیے کہ گفرو و
رَدَفُ اور دیدعَتْ و مِشَارَكَتْ جو تو پختے مُسْلِمُ اُوْلَئِر سامنے ہے
ہیں ان کا مقابلاً کیوں نکل ہو۔ آپس میں لڑاؤ کر رجحان اکتے کی موت
ہے۔ کتنا بھی زیادہ امترف سے اگر وہ اپنے الٰک کی دناداری
میں جان دیجے، انگریز ہم تو فقط نفس آمارہ کی راہ میں جان
خُلے رہے ہیں جان بھی کہاں شے رہے ہیں خدا اپنے ہاتھوں
سے اپنی فریں طهیہ کھو دکر نہ دو درگور ہو رہے ہیں۔ محمدؑ
کی قسم نعمتوں سے بھی ارزل سطح پر استحق ہیں۔ دین کی ہیئت کو
کوئی عورت ہے ہبھوں اور رکھوں اے آپس ہی کی جنگ کے فرست
کاشت اے۔ اے۔ سے پڑھو کے۔ اے۔ کل اے۔ خشنے کوئون بنو گا۔

جنگیں وانی سے رسم اور ریوں کا درجہ میں دین چاہیے جنگ اور ان کو چاہیں توحید کو ایک دوسرے سے دست
حریب عقادی کی الگ کو پر بزبانی کا تسلیم دیتے ہیں، توڑو

گرنا ہو شمندی نہیں۔ بات معقول ہے لیکن یہ بھی تو سوچیج کر دیوانے فرط جنوں میں اور نئے بازنٹے کی ترمیم میں جگہ بنتے ہیں تیار کیا وہ اس کے علاوہ بھی کچھ پوتا ہے جو ان کے تحت الشعور میں ثابت ہے۔ یہ ثابت آخر کھاں سے ہوا۔ اگر ان چاند پر درصول اڑانے والوں کو استادوں ہی نے الصلیفہ کے باشے میں یہ شاندار اطاعت مرتباً ہم ہنجائی ہوتیں اور کلورت کا ترجمہ ان کے کچھ ذہنوں میں شروع یا اگر یہ متواتر یا انگی کا بڑے سے بڑا درہ بھی ان کی زبان کی سے یہ ہفوات وہر یا ناتہ نہ تکلوا سکتا۔ ان خرپوں کو پڑھایا ہی یہ جامساں ہے کہ ای وحیفہ عربی نہیں جانتے تھے، حدیث میں بھی صرف تھے، عاذ ظهر بھی گھنڈھا وغیرہ لیک۔

استثناء ہر نکلیے میں ہے۔ ہم ہمیں کہتے کہ تمام علمائے
اہل حدیث الچنینؑ کے ہائے میں دریہہ دہن اور ناشاستہ
بھی ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اہل حدیث میں بڑے بڑے تیک دل،
شاختہ، متین اور صاف ذہن اکابر بھی ہیں لیکن انام ایضاً یعنی
کے متعلق ان کے علم و خبر کا مراد جو ایسا ہی ہے کہ وہ شاگرد
کے دماغوں میں پاس رکھتا رہے تو زکار شخصیت کی بڑی قابل تصوری
آناتا ہے اور پھر ہر تلاکرداستے کو وہ ہی تحصیل کریسا ہی اسکے
چھرے پر لیتا ہے۔ الاؤہ تلاکرداست گھر کی تحصیل میں سعادت
کا دار حستہ آیا ہے۔

کسی حکایت علم کا پہ لگان کر لینا کہ فلاں حدیث الوضیفہ
علم میں نہ آئی ہو گی بھائے خود تو ہیں کے مراد فہمیں۔ لیکن اس
معصوم سے لگان میں اور نونے کے ان چنراقب اقتباسات میں وہ
فترق ہے وہ آپ خود بھلیں۔ بر طبق یون نے چند ایسی ادھا
رسوئں کرتے وضع کرتے ہیں اور اولیاء کے لئے بھی طریق طریق
کہنا قب گھر لئے ہیں۔ اب اگر دیوبندی ان کا انکار کرتے ہیں
 تو بر طبق ایسین ایامت کا جنم قرار دیتے ہیں۔ بالآخر یہاں
 ہی سے جیسے عیسائی حضرات سلطانوں پر ایامت عیسیٰ کا لازم
 وہستے ہیں کیونکہ وہ ایسین این اللہ ہیں مانتے۔
 مگر کیا نجور بالا اقتباسات کی روشنی میں ہمارا بھی

یا نے کو جھوڑندا ہیں لیکن اسی حقیقتے کو وہ الفاظ کے
ہتھیار بھیر سے بایس طور بیان کرتے رہتے ہیں کہ سرکار حاضر
ناظر ہیں۔ عالم الغیب ہیں۔ جنت دوزخ کے مالک ہیں۔
قمردار کس ہیں وغیرہ ذلک۔

معلم ایسا ہوتا ہے کہ جن صفاتی "ہرگز نہیں"
کا فیصلہ صادر فرمایا ان کے دماغ میں بھی حضور کے لئے
اُنہیں ہی کاششطاںی عقدہ پیش کر طے ہوتے ہیں اسی
لئے وہ اکاپی بیجاند پیچھے بغیر تکمیل آٹھ کر خدا بھلاد سرا
"خدا" کیسے پیدا کر سکتا ہے۔ درہ اللہ کی صفات اور محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و حیثیت کا ٹھیک ٹھیک اکاٹ
احساس انھیں ہوتا تو آخر اس صفات و سعادت اور بدھی
حقیقت کے تسلیم کرنے میں کیا رکاوٹ پیش آکری ہی کہ
جس نے ایک حجۃ کو خلعت و جسد سے نوازادہ ہزار اور
لائکو حجۃ بھی تخلیق فرلنے پر یقیناً قادر ہو گا۔ حجۃ فداہ امی و
اُن اپنی تمام تر عظمتوں اور صفات کمالیہ کے باوجود ایک
بندر سے ہی تو ہیں، ایک حملوں، ایک لشتر، پھر کی اسکوال،
کوشا مالع یہ مان لیتے میں حائل ہی کہ اکثر جانے ہے تو ایسے
ہی ایک ہزار یا لائکو انسان پھر پر افرما سکتا ہے۔

خوب کچھ لمحے نقل فرمودہ عبارت میں صرف
قدرت خداوندی کا بیان ہے۔ ذرہ برا بر شک نہیں
کہ اللہ دشمن کروڑ حجڑ پیدا کر سے پر قادر تھا قادر ہتا وہ
بہیشہ قادر ہی گا۔ رہا یہ خلجان کہ خاتم النبیین کے بعد
کسی بھی کے یادِ حجۃ کے پیدا ہو سکتے کامکان ہی کیا ہے
تو یہ مسئلے کا واقعی حل ہو ہے نہ کامکانی۔ بشکِ حجۃ کے
بعد کوئی نبی داہنی کیا جائے گا اور نہ حجۃ خبیثی کوئی اور
ہمیشہ تم لے لگی، لیکن یہ ایسا ہی ہے جیسے کفر کی مرد مرنے
و اسے جنت میں نہیں جائیں گے اور انہیاں طیبینِ اسلام کو دفع
میں نہیں دلا جائے گا۔ یہ اللہ کے فیصلہ ہیں۔ ان سے یہ تجویز
نہیں اخذ کیا جا سکتا کہ خدا کسی کا فرکو جنت میں اور کسی بھی
کو دفع میں بھی پر قادر ہی نہیں۔ خدا تو اس پر بھی قادر
ہے کہ چنان سوچ سے زیادہ روشنی دے اور سہن رانی روانی

وہ سلم جو قدرت اور نرخ کی آباری کرتے ہیں۔ آج وہ وقت
آج کا ہے کہ یا تو بھری ہوئی بھیڑیں متی ہو کہ بھیڑیوں سے
آنکھ بھل ہوں یا پھر بھیڑیے ایسے ایک بھیڑ کو جیر چاہا
کر بردا بر کر دیں۔ پساہ بخدا۔

قدرت خداوندی

سوال ۱۵: از جدت بیگ ہماری۔ مظفر دو
براء کرم تعالیٰ کے ڈاک نمبر ۲۱ کے سوال وجہ سے متعلق اپنی
یادے طاہر غرماکر محسوس نہ رہیں۔
خداوندانستگا حضور محمد جسے اور لاکھوں حجۃ بن داک۔

جواب: ہرگز نہیں قرآن علم میں ہے ماکانِ محمد ابا احمد الخ
(ماخوذ رسالہ) نوری کوت جیلی۔ یعنی سلطنتِ صدھ

الحوالہ:

تفصیلی لفظ لفظ تو اسی وقت ہو سکتی تھی جب پرانے طور
پر معلم ہوتا اک جس عبارت کے باسے میں سوال کیا گیا ہے ہو
جس نے کیا ثابت کرنے کی غرض سے پس پردہ قلم کی ہے سلصورت
موجودہ صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ عبارت اپنے معنی
کے اعتبار سے بالکل درست ہے اور جس شخص "ہرگز نہیں"
کے الفاظ میں جواب دیا ہے وہ یا تو کنہڑ ہے اور جاہل
ہے یا مستحصب اور معاذر اس کی قدر آنی آیت سے
استدلال کرنے کی جگارت یہ بھی واضح کریں ہے کہ قرآن
کی اس کے قلب میں کوئی عظمت نہیں درہ قرآن ایسی
کتاب نہیں کہ ایک سچا مسلمان اس کی آیات سے انھیں
چکچکا اور بے سر و پا استدلال کرے۔ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ
أَبْا أَحَدٍ وَالَّيْ أَيْتَ مِنْ هُنْوْنَ يَهْ بِيَانٍ ہو رہا ہے کہ حجۃ
تم میں سے کسی کے باب نہیں ہیں اس کا اس بات سے
کیا تعلق ہے کہ خدا کو حجۃ جسے اور لاکھوں حجۃ پر لکھنے
کی طاقت نہیں۔

یک مسلمان ایسے ہیں جھوٹے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ذہنی طور پر ایسا ہی درجہ دے رکھا ہے جیسا
عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو دیا۔ وہ صفات تو نہیں کہہ

مقصود نہیں پوتا۔ ملادہ ازیں حدیث تشریف میں صرف تین کھیل کا ذکر ہے۔ دیر اندازی سواری اور بیوی کے ساتھ ملاعبت) اور تپیر حرام ہیں۔ لہذا کریکٹ دیگر بھی ناجائز کہونکہ قرآن و حدیت سے اس کا جواز ثابت نہیں۔

الجواب:

مولوی صاحب سے پوچھتے کہ چاہے چاہے پہنچتے ہیں، پان کھاتے ہیں، ٹبلے تشریف لی جاتے ہیں، صحیح کانا شتر کرتے ہیں یہ سب بھی جائز کیسے ہو گیا جب کہ ان میں کوئی بھی کار خیر نہیں۔ کار خیر تو کجا انھیں اسراف کے خاتمے میں رکھنا ہو گا اور اسراف حرام ہے۔ پھر حرمت کی تاریخ ان کی قسم پر بھی ٹوٹے گی۔ آخر اندھا مٹھائی پلاڑکوں جائز ہو جب کہ سائل کا مطلب صرف روٹی اور جنپی سے بھی قائم رہ سکتا ہے۔

صلی ہے کچھ لوگ خود کو دین و شریعت کا تابع بنانے کے عوض دین و شریعت کا اپنا تابع بنانے کے درپے رہتے ہیں۔ اصول شریعت اور احکام نعم کا محافظ کئے بغیر وہ اپنے خاص حراج دیلان کو قاضی ہنا کر زبان کھولتے ہیں اور ایسی تقوایں کہہ جاتے ہیں جن سے اسلام کے باعث میں ملکت مصور اکھندا تھی ہے۔

تمام اعراف و فہیم علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فرض بال ہر یا ایسی کریکٹ ہر یا ولی بال ان سبکے جواز میں کوئی شری نہیں اگر ان کے چیلنے والے کسی حکم شرعی سے اختلاف کے مرکب نہ ہوں۔ مثلاً مزاریں غائب نہ کی جائیں، دو طرفہ مشرطہ نہ بدی جائیں۔ اپنے دنیوی و دنیاوی نہ سر اقتنی مصوبی سے غفلت نہ بر تی جائے۔

پھر بھیں شرعاً مباح ہیں۔ اس طرح کے امور میں اصل شے اباحت ہے۔ یعنی قہارہ کہتے ہیں کہ انھیں حال قرار دیتے کیلئے کسی مشتبہ دلیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ حرام یا مکروہ قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت پڑتے گی۔ بعض یہ بات کان سے کوئی کار خیر مقصود نہیں حکم انتفاع کے لئے کافی نہیں۔ آپ تاج محل یا قطب ہمارا یا جاگڑا اٹھکل دیکھتے جائیں آپ وہ وقت چلتے کے ساتھ تو سب محسن ہائیں، آپ دو آنسے کی درپی ٹوپی

چھوڑ دیں۔ بیرونی دل کے بارش ہو جائے اور بغیر کھاتے پہنچتے آدمی سوسال زندہ رہے۔ مگر ایسا پہنچا نہیں ہے کیونکہ خدا نے اپنی مرضی سے کھاٹل قوانین بنادیے ہیں۔ اس طرح محمد جسی کوئی اور ہستی پیدا ہوئی نہیں ہے مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ خدا میں اس سکے میدا کرنے کی قدرت بھی نہیں ہے۔

چونکہ عقیدہ رشحے کہ خدا کو اب محمد جسیا کوئی وجود تخلیق کرنے کی طاقت ہی نہیں رہی وہ ایمان اور قتل دونوں سے فارغ ہوا۔ اَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ جسی میاں کا مطلب بھائی کے لئے عربی داتی کی ضرورت نہیں۔ قرآن کا کرنا پارہ ہے جن میں یہ ضمیون مختار الفاظ میں نہیں رہا کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ قادر ہونے کا مطلب یہی تھے کہ وہ چاہے تو اس موجودہ کائنات جیسے ہزار عالم دم کے دم میں پیدا کرے۔ وہ چاہے تو بغیر قصیح و بیفع تقریر میں کرسی اور سمندر رکابا فی آسمان کے تابع چھوٹے وہ چاہے تو ہزار آدم لَاكھ عیسیٰ اور کروڑ محمد اکن کی آن میں خلعت وجود ہیں لیں۔ اسے بن کن ہئے کی دیر ہے پھر کیا بجا ہے کہ جو چھا اس نے ارادہ کیا ہو وہ پورا نہ ہو۔ ہاں ارادہ کرنا درکرنا اس کی ضریب پر ہے۔ اس نے ارادہ کیا ہے کہ آئندہ کے بھیں سے پیدا ہونے والے محمد بن عبد اللہ کا کوئی ہمسرا و مشیل پیدا نہیں کرے گا اہنہا ہو گا اپنی کو جلد خداہ امی و ولی یہ مثال دیجئے اس نے ارادہ کیا ہے کہ جو لوگ حکم حکما اس کے باعثی میں انھیں بھی روزن سے محروم نہیں کرے گا لہذا الحدود اور دہریوں کو روشن ٹھکانے آپ بھی دیکھ سکتے ہیں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اللہ ان سے روزن سلب کر لیتے پر قادر بھی نہیں!

جامع اور غیر مفتی

سوال:

(الیصن)

کیا فرض بال کریکٹ اور ولی بال کا کھینلانا جائز ہے؟ ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب ہیں جن کا کہنا ہے کہ مذکورہ بال کھینلنا جائز نہیں کیونکہ اس میں کوئی کار خیر

بعد بھی رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ حضور مسٹر نہ کہا ہے اتنا معنی
آنکہ ادا سیمہ لہذا اللہ نے حضور کو محضہ اور اختیارات
کلی دے کر دنیا پر ہوت کیا۔ واضح ہے کہ تم لوٹاں فلسفہ
تو ہجد کا ایک جزیہ بھی ہے کہ بعض چیزوں مثلاً اُپ، یا نی،
زمیں، آسمان کو اختیارات کلی دے کر دنیا میں بھیجا گیا ہے
تو کیا مولانا مصروف کے نظریہ تو ہجد سے یہ ظاہر ہے جتنا
کہ اُس طبقے اللہ نے حضور کو اختیارات جزیہ یا کلی دیکر
بھیجا الہم بری جگہ پر کام کرہ تو ہجد سری ٹکل حلول کی مرتب نظر
رکھ۔ صاف ظاہر ہوا کہ اللہ ٹرا خدا ہے اور حضور چھوٹے
خدا۔ ٹرا خدا انھیں دیتا ہے تو چھوٹا خدا مخلوق کو قیم کرتا
ہے۔ پھر ہجد ان وابہوں میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے۔
سرماہ کرم آپ اس مسئلے پر اظہار اسے فرمائیں۔

اجواب :-

دنیا میں کوئی لغو سے نفواد اور انہی سے انہی بات

ایسی نہیں جس کے حق میں بطور دلیل خوبصورت الفاظ کا ایناء
نہ لگا یا جاسکتا ہو۔ عیسائی میں خدا مانتے ہیں اور اس کی طرف
عقیدت کے لئے انھوں نے اپنی داشت میں دلائل کے قطب
میہار کھڑے کر دیتے ہیں۔ خدا کا انکار کرنے والے دہریوں کا
لٹکر بھی کچھ کرم نہیں۔ ہر زیریب کفر اور بیان اسلام اپنی
پشت پر مشفیق چرب زبانیوں اور فلسفیا نہ کہتے سمجھ کی چھاؤنی
رکھتے ہے۔ پھر کیا ان سب کو برحق ہی مان لیا جائے؟

خدا ان تاریک دماغ اور پر الفضیل واعظوں سے
پناہ میں رکھ جو اپنی طلاقت سائی اور پھر داراللطیف سمجھوں سے
بچا ہے سب سعی مانے عوام اور موٹی عقل والے خواہیں اپی
کھو ٹپریوں میں اپنا اوندھا دماغ اُنمانتے اور ان کی صاف و
سادہ خیالات کے ماءِ صافی میں زبر گھوٹتے ہیں۔ مولانا
الیاقوم صاحب الگ توریت و تجھیں کو ٹھوک کر بھی پی گئے
ہیں تب بھی خدا اور رسولؐ کے بارے میں ان کی خاطری
کو روی شاعری سے زیادہ کسی التفات کی ستحق نہیں استوار
پائے گی۔ توریت و تجھیں کا مطالعہ صرف اسی شخص کیستے جائز
ہے جو ان کی تحریفات کا پول کھوئے اور ان کے بال مقابل

کے حوصل میں رد پی کا نتیجہ، صاف راستھیں، افسوس ملک کا کوئی
اور طریقہ کا یا جامہ نہیں، موٹگ اور مسورو کی دال کے
بجائے قربت اور سریانی پر باقہ ماں تو یہ سالک ہی شاغل
دکا ریخیر کہا تیس گئے نہ اسرات اور فضیل خرچی کی سخت گیر
تعریف سے خالج کئے جا سکیں گے پھر بھی یہ بالاتفاق جائز
ہیں تو آخوند ہی کے ٹھیکانوں سے ایسا یہ کیوں نہ جیت تک ان
پر کارخیر کا اطلاق نہ ہو جو اس کا فتنی ہی نہ ملتے۔

نادان دوست سے دنادش کے پہنچنے والی ضرب
المثل ایسے ہی لوگوں پر صادق اُنی ہے یو علم اور تفقیہ ہی دک
ہر سے کے باوجود مشریعت میں ٹانگ اٹانے لگتے ہیں اور نہیں
جلست کہ ان کے اس سخرے پن کا اثر اُس اسلام پر کیا پڑے گا
جس کی حماہت و محبت کا وہ دم بھر رہے ہیں۔

کھلیل نگاشہ

سوال :- از محمد علی۔ صلح شاه، آباد (دہار)

یہاں جلد توریت میں مولانا ابوالقاسم قلبی ام اوری
(عالم توریت و تجھیں وغیرہ) نے دو ران تقریر میں نہ رایا کہ
اللہ عز و جل نے جب اپنا جمال و یقین کی خواہش کی تو ہجہ کو
پیدا کیا اور حمد صلیم کے سید و جسم میں اپنا عکس دیکھ کر اپنے
جمال و مکال قادر تر و کیریاں پر بہت خوش ہوا اور مولانا
محترم نے توریت، زیور، تجھیں، قرآن، حدیث سے دلیلیں
پیش کیں جو مختلف طوالت حذف کرتا ہوں۔ بھیری بھیں
یہ بات نہیں اُنی کہ مولانا محترم کا نظریہ دعویٰ ہے وہ تدبیح
یو تعلیم فلسفہ تو ہجد سے کیا الگ ہوا۔ قدیم ہونا نی فلسفہ
تو ہجد بھی تو اپنی کہتا ہے کہ خدا قادر مطلق ہے تیکن وہ اپنے
خاص مندوں میں حلول کرے اُسے بھی کافی اور کوئی شر کے
اختیارات دے دیا کہتا ہے اور اپنا عکس اپنے خاص بندوں
کے ذریعہ اپنی مخلوق کو دکھاتا ہے۔ اسی لئے سیکھ تفت کئی
خدا ہوتے ہیں جو بعض اوقات جزء کل نہ کے اختیارات
رکھتے ہیں۔ مولانا ابوالقاسم صاحب پر صحیفہ آسامی و احمد
سے دلائل پیش کئے کہ حضور اختیارات کلی نہیں ووصال کے

کر رہا ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا تھا کہ میں تو فقط قسم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ بالکل صاف و سادہ بات۔ نام صحابہؓ، تابعین اور انکر و فقہاء نے بلا تامل اس کا مطلب یہی لیا اور یہی لیتا ہی چاہئے تھا کہ احکام شریعت کے جو فعل و حرام ہر اور اخلاقی حسنة کی جو گزارنے والے تبلیغات حضورؐ نے اپنے دے رہے ہیں وہ اسکے اپنے دل و مانع کا خزانہ نہیں ہیں بلکہ وہ تو آپ پراللہ نے نازل فرمائی ہیں اور آپ کا کام بس اتنا ہے کہ اسی عطا سے رہائی کو بنروں میں قسم فراہمیں۔ نیز جو تجوہات پریکی طالبی کر کے صحابہؓ کو ملیں، جن تعمیون سے وہ حضورؐ کی قیادت و رہنمائی میں سفرانہ ہوئے وہ سب بھی اللہ ہی کی عنايت تک دہ تھیں حضورؐ تو اس گنجینہ عذایات کے لئے صرف نیلمہ بنتے گئے تھے۔

لیکن جس شیطان نے یہود کے دماغ میں حضرت عزیزؑ کے نئے اور نصرانیوں کے سروں میں حضرت عیسیٰ کے لئے مشترکاً من عقیدتوں کی ختم ریزی کی اور صراط حق سے بہکا شے گیا اسی نے بہت سے مسلمانوں کی کھوپڑیوں میں تسلیم الغزو و اپلی خیال داخل کیا کہ حجہ توڑیں ہوئیں۔ ایک جلد اختیارات تفویض کر دیئے گئے ہیں۔ وہ خدا ہی کی طرح ہر جگہ موجود، ہر غیر کے عالم، ہر جلی و خنکی کے شاہد اور کائنات میں ہر تفہیم و تغیری کے حجاز ہیں۔ العیاذ باللہ خم العیاذ باللہ سیرت کے جملسوں میں عموماً بالغہ آرائیاں ہی ہوتی ہیں کہاں تک آپ سوال کریں گے اور کہاں تک ہم تردید میں سرکھیاں گے۔ یہ سیرت کے جملے کھلی درہ میں کھلے میدان ہیں گے۔ یہاں تکی اور فقط بال تو نہیں کھلے جاتے لیکن شیدہ بیانی اور خطابات الطیفیہ سی اور سماں پندری کے مقابلے ضرور ہوتے ہیں۔ یہاں قلب رشح کے زخمیوں کا علاج مرہم سے نہیں تاریخی اور جگنشوں سے کیا جاتا ہے تاکہ کچھ دیر کر لئے میں اور کرب کا احساس ہی ختم ہو جائے۔ یہاں شاعری اور مصادری ہوتی ہے یہاں صین الفاظ موتیوں کی طرح برستے ہیں اور سامعین قلب

قرآنی صد اقوال کو نایاں کرنے کی نیت رکھتا ہو میکن ج شخص ایکیں پڑھ کر انھی جسی پولی بولنے لگے اور مفتر آن کے عطا کردہ طرز نکر کو ناند پڑھانے والے اس کیلئے پرطاوے آخر الحرام ہے۔

محمود کے سینے میں خدا کا عکس اور پھر اسکے نظائرے سے خدا کا جھووم پڑھنا ایسی ہی الطیف سی جسی ہے جو قرآن کے عطا فرمودہ انداز نکر اور تصویرات سے کوئی ربط نہیں رکھتی۔ پورا قرآن دیکھ جائیے ایسے خیال و تصویر کا سایہ تک نہیں ملے گا۔ وہاں تجھے بس ایک بندے ہیں۔ ایک بشر۔ ایک ابن آدم۔ جن کی تصویر صرف اتنی ہی ہے کہ اللہ نے ایکیں اپنا آخری نبی بنایا، ان کے ذمیعی آخري دین پھیجا اور ان کی نظرت میں صلحیخت کا دہ مستقم جو ہر تخلیق فرمایا جس کے اثر سے ان کی پوری زندگی اخلاقی حرمت کے ساتھی میں ڈھنلگئی۔ اس۔ اس سے اسے کوئی ایسی بات نہیں ملتی جو حسن و جمال اور آئینہ و عکس کے لطائف کے لئے بنیاد فراہم کر سکے۔

ہی حال احادیث کا ہے۔ احادیث سے راد بولیا ت یعنی معتبر ہیں نہ کہ وہ کہا بیان جو لوگوں نے احادیث کے نام سے طریقہ لی ہیں۔ ان میں بھی ایسی کوئی چیز نہیں ملتی جو اللہ اور رسولؐ کے بائیے میں ایسے طرز خیالات اور ایسے بے تہہ لطائف کے لئے جو ازد سے ملے۔ حضورؐ اللہ کے بال مقابلیں اپنے گمراہ جمز و احتیاج اور شان عبدیۃ البشرت کا اسی صفت ہے میں جس کا تصویر کسی عاجزت مرین بنے کے لئے کیا جا سکتا ہے۔ وہ نہیں بتاتے کہ ان کے اور خدا کے ما بین آئینہ و عکس کی بھی کوئی کمائی نہ ہے۔ آئینہ و عکس کے بائیے میں ہم آپ سے مولا نا الہ الا ہے ملکیں نیکن اپنہا انا قاسم روا اللہ یعلیٰ والی پاسنکر کسی استفسار کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ تو ہبھی حدیث ہے جسے شیطان بدلت سے اپنے نشان کے حق میں استعمال

بھی جواز معاشرت کی شرط ہے اور بعض اسے شرط نہیں بانتے
صحیح تربات دوسرا ہی ہے۔ معاشرت صرف دور ان حیض
میں حرام ہے۔ حیض بند ہو گیا تو حرمت ختم ہوئی۔ ہان مظافت
اور اشائی اسی ہیں ہے کاغذ سے پہلے معاشرت نہ کی جائے
اس پہلو سے قبل از حمل معاشرت میں کراہت بہر حال مسلم
ہے۔ اس سے زیادہ اس سلسلہ پر کفکو ہمیں ضروری نہیں علوم
ہوتی۔

شفاعت کی حقیقت

سوال ۱۳:-

حکم شفاعة پڑھا جو یعنی اس فرمان کے تحت نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا کیا درج ہے۔ ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ نبی اکرم صلعم شافع محسن ہیں۔ نیز چھوٹی چھوٹی شفاعتیں بھی ہوں گی جیسا کہ علماء نے کتب احادیث کے واسطے سے میدان خیر کا نقشہ پیش کرتے ہوئے غیر نبی کی شفاعتیں بھی کتوانی ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی کیا حیثیت ہوگی و نیز فرمان ابھی حکم شفاعة پڑھا جو یعنی کی قسم بھی ہو جاتے شفاعت کا تحصر مضمون جس کا مفہوم شک و شبہ سے بالکل بالا ہو، بالضریح واضح کریں۔

اجواب ۱۳:-

آنپرے آیت درست نقل نہیں کی۔ سورہ زمر میں یہ الفاظ آئے ہیں تھے وہی الشفاعة جو یعنی مسئلہ شفاعة کا حل احمد یہ ہے کہ قیامت کے دن سفارش کا سلسلہ تو ضرور پہنچا، لیکن دنیا جیسا معاملہ نہیں کہ جس حاکم سے سفارش کرنی ہے اس سے اجازت حاصل کرنے بغیر ہی جس کا جو چالہے جس کی جانبے سفارش کرنے کا پنج جلتے۔ اس دن خدا کے حضور صرف ایسے ہی لوگوں کی سفارش کی جاسکے گی جن کی سفارش کا ذمہ اللہ تبارک تعالیٰ دے گا اور وہی جیسا تیار سفارش کر سکیں گی جنہیں اذن دیا جائے گا۔

سرکار رسمات صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی میں تو معلوم ہے کہ وہ اللہ کی اجازت سے کچھ لوگوں کی سفارش

روج کی سطح پر سے اس طرح پھسلتے چلے جاتے ہیں جو طرح گنبد سے اخروٹ۔

خلافہ بجا باب یہ ہے کہ دو رحماء رہے فتنوں کا دوڑ ہے۔ جوں جوں انسان سامنے ہیں ترقی کر رہا ہے وہی دوں شیطان اپنی فنکاریوں میں ترقی کر رہا ہے۔ اسلام کو ایک انقلاب انگزیر اور اراق ایمی دین کے مقام سے ٹھاکر دیتا
کے رسکی مذاہب کی شکل دیکھنا اور اس شکل پر عالم ہی کو ہمیں اپنے چھوٹے چھوٹے اما خواص کو مطمئن کرتے چلے جانا ایسی شاندار فنکاری ہے کہ سامنے کی طرفی سے بڑی ایجاد اس کے مقابلے میں پستہ لظاہری ہے۔ رسکی جو اس سریت اور فعلی میلاد، خانقاہی تصور کے ہنگامے اور موکبی عدیہ کشف و کرامت کے بازار اور لغت و منقبہ کے غلام امیر ترکی سب اس جاہ کے چندے ہیں جو شیطان کی ہیاں قادات میں ملت سلسلہ خود اپنے گروہس رہی ہے۔ جس طرح سنبھاگے پر نے پر کھانیاں حقیقت کا جامد پہنچ کر آئی ہیں لیکن کردانوں کی ذاتی زندگی، حقیقی جذبات اور اصلی جذبات کا ان سعد اعتماد کوئی بھی اعلیٰ نہیں ہوتا اسی طرح ہمارے اکثر و اعظظ خطب، صوفی، پیر، نعمت خوان، عالم اور شیخ شاذ اور ایکٹرین ٹھنے ہیں (اللہ ماما شاعر اللہ)

خشل حض

سوال ۱۴:- از محمد عبدالسلام۔ موہنی پیٹ

قرآن مجید میں عورت کو حالت حیض میں زدن و شوهر کے نعلنے سے روکا گیا ہے۔ جب حیض سے یا کہ ہو جائیں مقاربت کی اجازت حاصل ہے۔ اب شک اس بات کا ہے کہ مقاربت کے لئے حیض کے بعد ہو جانے کے بعد عمل شرط ہے جیسا کہ نماز کیلئے ہے یا نہیں۔ اگر خشن مقاربت کی خاطر شرط ہے تو دلیل کیا ہے؟ جواب مدلیل مع تفصیل کے ہو۔ نیز اس سلسلے میں کسی مسلمان کا اختلاف رہا ہے؟ یہ بھی درج فرمائیں۔

اجواب ۱۴:-

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ حیض بند ہو جانے کے بعد حمل

مسئلہ میں دماغ کھپانے کی ضرورت نہیں۔

الیصال ثواب

سوال عکس - (الضاد)

را) تلذق اُمّت قدر خلقت هَمَّا مَا كَسْتَتْ
وَلَكَمْ مِمَّا لَكَسْتَمْ وَكَمْ سَعَيْتُونَ عَمَّا كَسَيْتَ
يَعْمَلُونَ (۲۱) وَلَا تَرْهَقْنَا زَارَتْهُ وَلَا أُخْرَى
یہ فرمان الہی عام ہے تو پھر کیا بات ہے کہ اگر علماء الیصال
ثواب کے قائل تو قائل طے شد و مددے عامل ہیں۔ یہاں
میں امپورٹ اسپورٹ ہے اگر کوئی درجع المشتبہ عمدہ
الیصال ثواب کی نیت سے مرد جلد بحوث من کرے یا کوئی
خبر خبرات دیواریے دھا کے مجھی نہ کرے تو عند اللہ ما خود
ہو چاہی صحیح مسلک کیا ہے الیصال ثواب کی نوعیت کیا ہے
کتاب و مدت کی روشنی میں واضح کریں۔ مولانا مودودی
کی کتاب سوال و مسائل میں اس نتیجے سے اطمینان
و سکون نہ ہوا اس لئے کہ بھی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پا خلفاً
راشدین نے الیصال ثواب کی نیت سے کوئی دعوت نہیں
کی۔ فحص اپنے قصور علم کا اعتراض ہے اس بارے میں
مجھے کوئی صحیح اور بکی قابل جھت دلیل نہیں ملی۔ ایک بات
ذہن میں ہمیشہ مکملتی ہے کہ اگر الیصال ثواب سے میت کی فائدہ
ہوتا ہے تو ناظم، خاتم، مشرک، بدعتی اور اُن کی اصطلاح
میں قبوری مسلمان کے حق میں الیصال ثواب کی حیثیت و
وقعت کیا ہوگی۔ آئے دن ہم مسلمانوں میں اکثر ان مسلموں
پر بحث ہو اکرتی ہے۔ براہ کرم صحیح مسلک بالحقین
 واضح کیا جائے۔

اجواب عکس :-

مولانا مودودی کی تصریحات اس وقت ہمارے
سامنے نہیں لیکن ان کی تحریر نے مجھی آپ کو مطہنہ مذکور تو
ہم بھائی کیا مطہن کر سکیں گے۔ دیکھو اس مسئلے میں پہلے
مجھی ہم اظہار رائے کرچکے ہیں۔ اب مجھی بقدر کفایت پکھ
لختے ہیں۔

ضرور فرمائیں گے لیکن اور مجھی کچھ مہتیاں یہ اجازت پائیں گے
یہ بحث طلب ہے۔ یہاں ہم میں اتنا ہی کہیں گے کہ چاہے وغیرہ
یوں ہمیں آئے کہ اللہ تعالیٰ حضور کے علاوہ مجھی کچھ بزرگوں کو
شفاعت کی اجازت دیے گے لیکن جو بے قید اور کامیابی میں
بعض حلقوں میں بزرگوں کی شفاعت کے باعے میں پا جاتا
ہے وہ نہایت جملہ اور مگر اس کی ہے۔ کسی کو نہیں معلوم کر
کسے سفارش کی اجازت مل سکے گی اور کسے نہیں اور مجھی
نہیں کہا جاسکتا کہ کتنے لوگوں کی سفارش ہو سکتے گی اور کتنے
کی نہیں۔ حضور کو شفاعت کی اجازت سمجھت ہو گی یعنی
یہ لیکن کن کن کے حق میں ہو گی میں معلوم نہیں۔ احمد اور الحج
فہم لوگ اس خیال میں ہیں ہیکچاری سفارش حضور رواہ
حضرت ہمیشہ کریں گے، لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس کی کوئی کاریزی
نہیں ہے۔ حضور مجھی فقط اپنی لوگوں کی سفارش کر سکتے
جس کی شفاعت کی اجازت یا رگاہ ربانی سے اخیں بجا تجھی
جن کے لئے اجازت نہیں ان کی شفاعت کا سوال ایسی پیدا
نہیں ہوتا ہمیشہ اہم مسلمان کو امید شفاعت کے ساتھ ساہنہ خود
کو اس لائق بنانے کی بھی کوشش کرنی چاہیے کہ اس کی شفاعت
کا اذن اللہ تعالیٰ عطا فرمادیں۔ یہ نہیں کہ شفاعت کے
زعم میں طاعت و تقویٰ سے لا پرواہ ہو جایا جائے۔ قلن
وتدی الشفاعة حمیعاً ذکر دوائے حجۃ اللہ ہی کے اختیار
میں ہے تمام سفارش، اس کا مطلب یہی تو ہو اکافر
نے بتاؤ اور دیوی دیوتاؤں کو یا مسلمانوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان امداد کو قائم کیا
جو اپنا شفیع مجھ رکھا ہے تو ضروری نہیں کہ ہر شخص کی توقع
پوری ہوں، وہاں صرف وہی مہتیاں شفاعت کر سکتیں
جس کو اجازت عطا کی گئی اور جس مجرموں کی سفارش ہوئی
ہے وہ مجھی اللہ ہی کی جانب سے نامزوں کے جاتیں گے۔ اس
طرح بلا اہم معلوم ہو گیا کہ بر طرح کی شفاعت شفیع اور
مشفویع دونوں کے اعتبار سے اللہ ہی کے دست میں
ہیں ہے۔ ایسا نہیں کہ جس کا جو چاہا سفارشی بن بھا اور
جس کی چاہی سفارش کردی۔ لیں اس سے زیادہ اس

کا بھی کچھ حصہ یا کل اعام کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا۔ دبی لینے اور دینے کا فرق۔ اعام اس کا حق ہے وہ چلے تو وہ چلے کو عطا کر دے مگر مزرا ایسی چرنہیں جس پر حق "کا اطلاق ہو سکے۔

الیصال ثواب کا نام آپ کے ساتھ الیصال گناہ کا نام بھی نہ سنا ہو گا۔ ثواب آپ کے اعمالِ حسنہ کا اعام ہے۔ آپ کی دولت ہے۔ آپ اسیں کسی اور کو حصہ دار بنا نا چاہیں تو عقلِ سیم اور قانون مدل اس پر انگلی نہیں اٹھاتا۔ لیکن گناہوں کی سزا خیز و اذیت سے عبارت ہے اسے آپ کسی اور کے سرطان انجاہیں گے تو عقلِ دعدل دلوں آپ کی رواہ میں ہائی ہو جائیں گے۔

البتہ ثواب چونکہ نیادی دولت نہیں ہے اس لئے اس پر آپ کا قبضہ بھی نہیں ہے۔ آپ جیسے کسی طرح اسے صدقہ نہیں کر سکتے۔ آپ بس اتنا ہی کہ سکتے ہیں کہ جس با اختیارِ ہستی کا اس پر قبضہ ہے اس سے الہام وال التجا کھریں۔ درخواست دیں کہ میرے ثواب کا اتنا حصہ فلان شخص کو بخشدیا جائے۔ اب یہ اسی ستی کے اختیار ہیں، کہ آپ کی درخواست قبول کیے یا رد کرے۔

بھیں سے ظالم، غائب، مشکل اور بدعتی وغیرہ پہنچ مل ہو گا۔ آپ اگر یوں طور پر جانتے ہیں کہ فلاں شخص حالتِ مشکل میں ہے اس کو ثواب پہنچانے کی درخواست نہ صرف رائیگاں جلتے گی بلکہ اُنثا آپ کے حصہ میں عذاب کا انداز کر دے گی کیونکہ مشکل کو معاف نہ کرنے کا آسمان نیصلہ آپ کو پہنچ چکا پھر بھی آپ اسے بخشوana چاہیں تو یہ لشکر کے بال مقابل جارت اور دھناتی ہو گی۔

اوہ اگر آپ کو ایک شخص کے مشکل پر علم نہیں لیکن وہ تھا عند اللہ مشکل ہی تو الیصال ثواب کا فعل آپ کے حق میں عتاب ایسی کا مستوجب نہیں ہو گا مگر ایک لشکر خود جائے گا۔ اسی ظلم و خیانت اور بدعت و حصیت کا معاملہ مشکل سے خلف ہے۔ یہ سارے پھن ایسے ہیں جن کی معافی نہیں ہے لہذا آپ کا الیصال ثواب ضروری نہیں کہ اکارت ہی

ایصال اُو اب کے مسئلے کو سمجھتے ہیں کوئی وقت ہمیں ترکی اگر آپ لینے اور دینے کا فرق اچھی طرح سمجھ لیں۔ تیر کتنا ہی ضرورت مند ہو اسے یہ اختیار نہیں کہ با تحریکی سے پچھ پیسے وصول کر لے لیکن وہ اگر دولت من ہے تو اپنی خوشی سے لا ٹھیوں روپے ضرور تھنوں میں تقسیم کر سکتا ہے۔

اسی طرح ایک مقروض یہ اختیار نہیں رکھتے کہ قرض لی ہوئی رقم کا کوئی جزوی حصہ بھی اپنے ذمہ سے معاف کرے مگر جس نے قرض دیا ہے وہ ختار ہے رچاہے ساری رقم متعاف کر جے۔

اور اسی طرح آپ اگر کسی کو ناجائز تکلیف پہنچائیں گے تو ظالم کہلاتیں گے، مزرا کے سخت ہٹپریں گے، لیکن اُنہم کوچھ بھی ایجاد کریں گے تو کوئی آپ کو مطعون نہیں کرے گا۔

چیز اصول یہ بتا کر حق دینے اور لینے کا معاملہ یکسان نہیں ہے۔ لینے کے لئے تو ضروری ہے کہ آپ اپنے حقوق پہنچ کی شہادت رکھتے ہوں لیکن دینے کے لئے اسی کوئی شرط نہیں۔ آپ شوق سے اپنے تمام حقیق پہاڑک کہ اپنے حق کے کپڑے بھی دوسروں کو پہنچ دیں تو کوئی اُسکا ہاتھ نہیں پکڑے گا، لیکن دوسروں کا کوئی معمولی ساتھ آپ مارنا چاہیں یا تکلیف پہنچانے کا ارادہ فرمائیں تو دنیا اور دین دونوں کا قانون آپ کی گرد دیا رہے گا۔

بھی صاف و سادہ حقیقت ہے جس کی طرف آیت کا تنہ مرد انسان را دُر زدِ حکمری رہنمائی کرتی ہے کوئی پوجھ دھونے والا کسی اور کا بوچھ نہیں اٹھاتے گا۔ وہ سرسر (بوجھ) کا اطلاق ظاہر ہے خشکگار چیزوں پر نہیں پہنچا اس سے مراد تکلیف اور مزرا ہی ہو سکتی ہے۔ بات یہ بھی کہ زید نہ اگر کوئی جرم کیا ہے تو اسی کو اس کی سزا بھلکتی چاہیے۔ وہ چاہے بھی تو اس کی سزا کا کوئی حصہ ایسے کسی نہ کو نہیں دیا جاسکتا جو اس جرم سے بری الذم ہے۔

لیکن یہ بات اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی کہ زید اگر کسی کا یہ خدمت کی شیجہ میں انعام کا حق قرار پائے تو انعام

ایک کہانی ایک حقیقت

سافت طے کرنے کے بعد پانی کا زور گھٹ جاتا تھا۔ اس کے لئے طوفان سازوں نے یہ انتظام کیا کہ ٹھوڑے بخوبی فاصلوں پر پینگ کے ذمی اشیش قائم کئے۔ شدید بیکار یہ دیوبنک مشینیں بھرتے یاں کو بلوپیں اور نیا گروپ عطا کر دیتیں۔ اسی طرح طوفان کا سلسلہ دور رنگ کا گھر بنتا۔ جس سمتی میں ہم تھے وہاں کا ڈکر ہے کہ پہنچیں فیض اور گون کی ایک جماعت اونچی پہاڑی پر بستے ہوئے ایک حفاظتی قلعے میں بیج ہوئی اور برہت درست طوفان اور اس کے مہلک اثرات پر گرا گام گتگو ہوتی رہی۔

آخر کارکشتر راستے سے اس نسبت پر پیچا گیا کہ جب تک فلاں مقام پر ایک اونچی اور مضبوط بندی ہیں پاندھا جائے گا۔ اسی طوفان کی سلسلہ تاختت سے یہاں نہیں ہو سکتی۔ یہ تجھے اتنا طاہر و باہر تھا کہ قدڑاً سمجھی کو بالاتفاق اسی پر پہنچنا چاہتے تھا لیکن چند افراد ایسے ہی نکلے جو کہ راستے تھی کہ بند کے بھیخت جمیز پر اجائے بلکہ بستی ہر بیس گھنٹے پہنچ کر لوگوں کو تو لفظیں کی جائے کہ وہ اپنے اپنے طوفان سے پھینکی کوکوش کر دیں۔ لوگوں کے گرد مضبوط اعلیٰ بنائیں۔ اکثر وقت آگ روشن رکھیں تاکہ طوفانی ہواں کی رطوبت صوت کو بر باد نکر سکے۔ اونچی اونچی پہاڑیاں تلاش کر کے ان پر ڈیرے ڈالیں وغیرہ تک۔

اس راستے کو صاحب نہیں سمجھا گیا۔ بند ہی بستائی کی تجویز پر بحث تمام ہو گئی۔

”مگر سازوں سامان کہاں سے آئے گا؟“ کسی نے پوچھا۔

”ہم بستی والوں سے چندہ کریں گے ڈجوابدیا گیا۔“

چھر ارباب کارگل کھڑے ہوئے۔ چندہ ملا۔ اچھا خاصاً ملا مگر اتنا نہیں ملا کہ مطلوبہ بند کی صرف بیماریں ہی بھر دیں

دو یا میں طوفان آیا ہوا تھا۔ ایسا لرزہ خیز اور غاریب طوفان جس کی قدر اتنیوں کو دیکھا گیا بڑھا آسمان بھی جیت سے دم بخود تھا۔ خودش اتنا کہ بڑے بڑے کوہ پیسکر ایوان غصہ بنائی موجودوں میں تنکوں کی طرح یہ پھرے چلے جا رہے تھے۔ عظیم الحجم چہارہ جہازوں کے نگاروٹ پھرے تھے پھری ہوئی لہریں پہاڑوں تک کو جڑ سے اگھاڑ پیچکے کے اندازیں سر پلٹ رہی تھیں۔

پہلا وہ اتنا کہ دور دور رنگ کوئی پیتا نہ گا اسے باقی نہیں رہی تھی۔ موست جیل کووں کی طرح منڈار ہی تھی۔ مرست والوں کا شمار ہی نہیں تھا۔ گلی گلی، قدم قدم لائیں پر لاث۔ کوں کے کہاں دفن کرتا۔

اور یہ طوفان خارجی نہیں مستقل تھا۔ برسوں پہلے نہ جائے کہ اس کا آغاز ہوا تھا اور اسکی دریا میں اس نے پھن سے لے کر جوانی تک کے حوصلے کے تھے کون جانے کیجی ختم ہی ہو گایا نہیں۔ قدرتی طوفان اُشتہنے ہیں اور قلیل سی دست میں ختم ہو جاتے ہیں میکن جو طوفان فود انسان ہی کا اٹھایا ہوا ہواں کے بارے میں پیش کوئی کوں کر سکتا ہے۔

چونکی نہیں۔ یہ کچھ ایک معمولی طوفان تھا۔ پہت دور چہاں سے اس دریا کا آغاز ہوا تھا۔ اسازوں کے ایک گروہ نے بڑی بڑی پینگ شدیدیں نصب کی تھیں۔ پیشینیں جاپ اویگل کی قوت سے کروڑوں گیلیں پانی کو اندر ہی اندر گردش دیکھا یا ہوناں کہ خودش کے ساتھ پاہستگی تھیں جیسے توپ کا دہانگوئے اگلتا ہے۔ پھر یہ پانی دور رنگ قیامت صفری اُٹھاتا چلا جاتا تھا۔ مگر خاقدت کی بہر حال کچھ حدیں ہوتی ہیں۔ ایک طویل

گئے۔ بہت دنوں بعد طانیت کی ہنسی ان کے خشک ہو گئے پر نمودار ہوئی۔ مگر یہ بس وہی شرہی تھی۔ جلد ہی انہوں نے دیکھ لیا کہ اتنی محنت اور سرماں سے بنائے ہوئے ستونوں نے فقط اتنا فائدہ دیا ہے کہ چند گلیوں میں پانی کی سطح کو کم ہو گئی ہے۔ مگر جو وقت ان ستونوں کی تعمیر پر صرف ہوتی تھی اس میں طوفان کی شدت کمی درجہ برا کیتی تھی۔ یہ بہت نہیں ہارے۔ سہ ماہی اور سالی مہیا کرنے پر شب و روز محنت کر کے انہوں نے بند کا تھوڑا اضافہ اور تیار کر لیا۔ مگر افسوس جب وہ تیار کر چکے تو انہوں نے دیکھا کہ پہلے ہستے ہوئے ستونوں کی کمزیداد ہو گئی ہے اور کیف درد ہیں موجود ان کی بیتاوں بھی برے کی طرح ہیرو سرت ہوتی چاہی ہیں۔

”اب کیا ہو؟“ نے اجتماع میں سوال کردا ہوا۔ ”ہم بستی کے ایک ایک فرد سے اس کی ساری فاصلہ دولت حاصل کر لیں تب ہم اتنے بڑے بند کی تحریر مکن ہیں۔“ ”وہ تو اصرف دولت اور سالی ہی کاروں تاکیوں“ ایک دبیلے پتھے بدحال سے شخص نے زبان کھولی۔ ”یہ بھی تو سوچو کہیں طوفان سی بھی بند تعمیر ہوئے ہیں۔“ ”پھر؟“ کمی تاخوٹگواری آوازیں اپھریں۔

”طفوان میں بند تعمیر کرنے کا خواب دیکھنے کے عوض ہیں یہ سوچنا چاہئے کہ کیا ہم میں کوئی فرد ایسا بھی ہے جو پر سکون ہی اور یا میں اتنا بڑا بند وجود میں لانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔“

”چپ رہو۔“ کمی خشکیں غراہیں بلند ہو لیں۔ ”ہم تم سے زیادہ معاملات کو سمجھتے ہیں۔“

پھر عقل برخواست ہو گئی۔ یہ لوگ بزرگ نہیں تھے بلے سی بھی تہیں تھے مان کے دلوں میں پوری بستی کیتی ورد تھا۔ اس انسان کیلئے در تھا جو زہری میں موجود کیتی ہے پھر اور یہو کے ڈھانچوں کے اندر دم توڑ رہا تھا۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ چلتے پھر تے انسان خود اپنی قبریں ہیں۔

جا سکتیں، مگر بھی تھا کہ لوگ طوفان کے خوکر ہوئے تھے اور خوکر اس سے ہو گئے تھے کہ یہ طوفان بڑی اور گوشت کو نہیں ڈالتا تھا۔ ڈیونا تو درستار، اس کی موجودی اور گوشت کے جھوٹے — جسم کو پہنے سے کچھ زیادہ ہی خوشناہی تھی ہوئی گزر تھیں۔ بس اتنا ہوتا تھا کہ ان موجودوں کے قطبے قطبے میں ملایا ہوا زہر سامات کی راہ سے گذر کر بڑی خاموشی کے ساتھ اُس حقیقی انسان کو موت کی خینہ سلا دیتا تھا جو ہیئت دل و داشت اسی کی دنیا میں جنم دینا آیا ہے۔ اسی طرح یہ طوفان لو ہے اور پھر کہ جی ہوئی عمارتوں کو نہایہ نہیں کرتا تھا بلکہ ان تعلوں اور حصاروں کو ڈھاتا تھا جو روح کے تحفظیکی انسان کے دل و دماغ میں تعمیر ہوا کرتے ہیں۔

بستی والوں نے اپنے اُنچی محسوس کیا تھا کہ ان کے اندر ہی اندر شکست و رنجت کا ایک سلسلہ ہنگامہ پڑا ہے مگر جسروں خادی ہو گئے تھے اور اسی سے بہت سے لوگوں نے یہ کہہ کر چڑھ دیتے سے انکار کر دیا اس طوفان سے ہیں کیا لینا ہے اسے دندان لئے دندمنکی مزورت شفیل بخت کام ہبھر عال شروع کیا گیا۔ یو لوگ بتاہر ہمجنیز نگ کے الی معلوم ہوتے تھے ان کی رہنمائی میں مردار کے پچھتوں کھڑے ہی کر لئے گئے مگر یہ خولاد کے نہیں تھے۔ سرائے اور دسالی کی کمی نے مجموع کیا تھا کہ چونا کارا جو بھی یا تھے لگ لے سے تھوپ تھاپ کر ستون بناتے ہیں اور بدنیا دوں میں سیسی پنگھلاتے کے عوض کوڑا کر کت جو کچھ بسرا کئے جو دیا جائے۔

ماں اس کے سوا کیا ہوتا کہ طوفان کی چند ہی موجودوں نے اس گھر و نرس کو توڑھوڑ کے لامبر کر دیا۔ پہاڑی واسی قلعہ میں اجتماع پھر ہوا۔ اب زیادہ زور فور سے دسالی مہیا کرنے کی انسکیم سنائی گئی اور مٹے کیا گیا کہ بند کا جو بھی حصہ بنے مضبوط بنے۔

ٹولی جدو جو رکے بعد آخر کار ایک دوستون نے بھی کھڑے نظر آئے جن کو موجود کا خوش بہ اسائی اپنی بھرے نہیں بلا سکتا تھا۔ بنائے والوں کے چہرے بھل

اگر ایسے افراد کے قبضہ میں آ جائے تو بستی کے بدغواہ دہوں تو مشینوں کا درخ دوسرا ہی سمت ہی مز سکتا ہے اور درخ مرجن پر بستی کا سارا القش پول سکتا ہے۔ یہ سکون یا بیٹھ جہاں چاہے ہے بند باندھنا اور وہ سارے وسائل طبقاً سے استعمال کرنا جو آخر طوفان سازوں کے قبضہ میں ہے۔

”بکواس ہے۔“ شور بلند ہوا۔

”کیا، ہم ایک الحق کے کھنے پر بند کا ارادہ ترک کرنے والے نہیں۔“ دبل پتلا آدمی زور سے جو چاہے“ زیریہ نہیں کہتا کہ یہی موجودہ کوششوں کو قطعاً بند کرو۔ وہ کہتا ہے کہ کوششوں سب طرح کی جاری رہنے چاہیں لیکن یہ بیناہی کام ہر حال میں میں نظر ہے کہ پاس والے پہنچ کوششوں سے بھیں کا اقتدار ختم کر نا ہے۔ جب تک یہ اقتدار باقی ہے طوفان ختم نہ ہو گا بلکہ اور جو ہے کام اور جو ہے حکا۔ ایک سے ایک رنج کر طاقت دشمنوں نسبت کی جاتی رہیں گی اور انہوں نے انسان کو پچانے کی ساری کوششوں میانے ہوتی رہیں گی۔“

”چو بخ بند کرو۔“ ایک بلند پایہ بڑگ وہائے یہ اس گروہ کے نمائے تھے جو فقط اس کا قائل تھا کہ ملکت و محلوں اور سبب و سبب کی ساری منطق طواریاں کر کے اس اہل بستی کو بھانتے رہنا چاہئیے کہ وہ فرد افراد اپنے پچاؤ کی تدبیریں کریں۔ پھر عرصے سے ان بڑگ نے اپنا گم دعاؤں کا بھی انتظام کیا تھا۔

جلس اکھڑ گئی۔

چھر کنی سالوں بعد جیب کو شراب اور پنڈی کی سحر ک قبروں کے لائے اس بڑی طرح سڑ گئے کہ ان کا دلخ سوز تھن گلی گلی کر کچھ کوچھ گوئی بخنے لگا۔ ہرشاہ ناہ ہر بھلے بیدبو کے قوارے اپن پڑے تو دعویٰ ملند ترک اُدمی پھر اسی پہاڑی قلعے میں جمع ہوئے۔ ان کے چھروں پر بُرگہری سوچ کے تثار تھے۔ سب بیکار ہے۔ سب فضول ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا ”جب تک یہ طوفان نہیں تھتا ہماری کوئی کوشش کا رگ نہیں ہو سکتی۔“

ان کی کوشش جاری رہی۔ پار یار چندوں کے ذہیر ہے۔ تعمیری سامان زیادہ ہے زیادہ اکٹھا کیا گیا۔ بند باندھ کی مانگل بجد وجد میں کھنے ہی کارکن جان بھی پارے مکھ طوفان طوفان تھا۔ ہر دن بڑھتا جڑھتا طوفان۔ اس کا ایک ایک دتو پیشیں جب تک تو چار جمی جاتی اکھڑ جاتیں۔ دو محلوں میانے کا زار دھکھتا تو چار محلوں میں غصباں موجیں اپنی کسر کمال لیتیں۔ عمارہ ہانپ رہے تھے جوں پسینہ بنکریاں میں گم ہو رہا تھا اور دو پیکرہوں کی زد پر بند باندھنے کی یہ ساری بجد وجد ایسی ہی الگ رہی تھی جس سے جنہ بالشتہ پہلا کو کانہوں پر اٹھاتے کی ضھک خیر کو کشش کر رہے ہوں۔ ”سنا تم نے۔ زید کیا کر نے جا رہا ہے؟“ ایک ہنگامی اجلاس میں آوازہ اٹھا۔ یہ اجلاس اسی پہاڑی تعلف میں قوہری طور پر طلب کیا گیا تھا۔

”اں سنا۔ وہ حق ہے خود سر ہے۔“

”کیا کر سلنے جا رہا ہے؟“ کس نے پوچھا

”خود لشی۔“ وہ کہتا ہے ہم قریب والے پہنچ ایشیں پر قبضہ کریں گے۔ ”ذاق اُڑاتے والے لہجے میں کہا گیا۔

”یا وحشت! کیا اے نہیں معلوم کہ دہاں کتنا زبردست فوجی ہے۔“

”کہانا وہ آنک ہے۔“ وہ کہتا ہے ہم ہتھیاروں کی جنگ نہیں کریں گے۔ ہم اُس پُر امن یعنی فولادی قوت سے کام لیں گے جس کے ذریعہ طوفان سازوں کا گروہ پہنچنگ ایشیوں کا جال پھانسیں کامیاب ہو ہے۔“ ”سائنس؟“ جیرت سے سوال کیا گیا۔

”نہیں۔ راتے عامہ کی قوت۔“ وہ کہتا ہے ہم بستی والوں کو سمجھائیں گے کہ طوفان میں بند باندھنے کی لاحاظ کوششوں پر اپنی قوت دوست اور وقت بر بار کرنے کے عوض پاس والے پہنچ ایشیوں کو بدہناد طوفان سازوں کے اقتدار سے نکالنے کے لئے تھد ہو جاؤ۔ یہ ایشیوں

ہزار سوالوں کا ایک سوال

بولا زادیہ اول الحسن علی نہادی جو بقول ایک دوست
کے اپنے وقت کے گنجائیں الدین افغانی ہیں۔ ان کی
ایک بڑی قابل قدر و فکر انگریز ریاضی تصنیف سے:-
”درخت اگر اپنے طبعی نظام سے نشود نہ پائے
تو وہ اپنے برگ و یار ضرور پیدا کرے گا۔ اور وقت پر
پھل لائے گا۔ انسانوں کو اس کا اختیار ہے کہ درخت
نہ کھائیں یا اس کو پانی نہ دیں یا حب تیار ہو تو اسکے مت
کو ختم کر دیں۔ مگر اس کا اختیار نہیں کہ ایک قواناوت درخت
اور سر بیز و شاداب درخت کو اپنے فرعی وجود و خصیت
کے انہیار اور وقت پر پھل پھول لائے سے روک سکیں۔
بھی عالمہ بغیری نظام تعلیم کا ہے کہ وہ اپنی ایک فتح
اور اپنا ایک منفرد ضمیر رکھتا ہے۔ جو اپنے تصنیفیں و
مرثیہن کے عقیدہ و ذہنیت کا علیس ہزاروں سال
کے طبعی ارتقا کا تیجو۔ اہل مغرب کے مسلمان ائکار و اقدام
کا محمود اور ان کی تعبیر ہے۔ یہ نظام تعلیم جب کسی اسلامی
ملک یا مسلمان سوسائٹی میں نافذ کیا جائے گا، تو اس سے
ابتداء ہی نکشکش

پھر اخلاقی اور تربیتی

پھر زہنی اور بعد نہیں (الا ماشاء اللہ) دینی اور ادوار۔
قرآن ہے..... اس بنا پر اجع عالم اسلام
میں دو ذہنوں رو فلسفوں دو معیاروں اور دو رہنوں
کے دریان جو کشمکش یہ یا ہے اور جو عام طور پر مطلع
ہوئی ہے زیارتہ طائفوں اسلیح، صاحب اختیار و اقتدار
گروہ کی کامیابی پر وہ بالکل قدرتی ہے۔ وہ اگر ہے
تو خواہ کتنے ہی تصرف کی بات ہو تو تھب کی بات نہیں
تھب اس وقت ہوتا جب کشمکش اور پر تجد و مغربیت
کا رجحان نہ پایا جاتا لہار الفرقان۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء
تشخیص کے عجیب اور موصوفیتی سمجھ ہونے میں شک
نہیں۔ یہ کوئی فلسفہ نہیں دلیل نظر یہ نہیں۔ ساسنے کا

”قدیما نہیں ہو سکتی۔ ہر گز نہیں ہو سکتی“
”کچھ بھی ہو یک اس طوفان کو روکنا ہو گا۔“
”کون روکے گا۔ کس کے پس کی بات ہے۔ یہاں
بسی کی ساری جماعتیں، سارے ادارے، رب ملک کو بھی
کیا اتنی سکمت رکھتے ہار کے سکتے ہیں؟۔ ساری جماعتوں
میں لے دے کر ایک۔ فقط ایک گردہ اساتھا جو اس
مشکل ترین کام کو کرنے کا حوصلہ کر سکتا تھا مگر اس کا تمام
ذبح پینگ اسیش والوں سے مکر نہیں کی طرف مل گیا۔“
اور دفعہ اگر میں سے آساناں تک ایک برق سی لہراں،
خوناں کے جوف سے ایک زارہ انکن قیقهہ بلند ہوا
اور — اور کہاں ختم ہو گئی؟

اس کہاں میں۔ بستی سے مراد خدا کی وہ زمین ہے
جو آج ہند اور پاک دملکوں میں بٹ چکی ہے۔ طوفان
باطل افکار و نظریات کے اُس نیزہ نہد دھارے کو کہا
گیا ہے جو اپنے تمام اجزاء عنصر سمیت ان دو نوں ملکوں
کی پستانگیوں پر چھاپیلا حصار ہے پہنچنگ مشینیں و فرمان رہا
گر وہ ہیں جو انصور زندگی اور اقدار و انکار کے رشت پر
محض کٹ پتلیاں یہیں جن کی دُور استاد مغرب کے ہاتھ
میں ہے اور اپنی کے ذریعہ ان ملکوں میں وہ نظام تعلیم
وہ پھر اور ثقافت، وہ نظریہ حیات ارتقائی مراضی طے
کر رہا ہے جو ادی کے دل و دماغ میں اخلاقی اور روحانیت
کے سارے قید سماں سے توڑ پھوڑ کر کہ دیتے میں تو پوپ اور
بیوں سے زیادہ قوی الاثر ہے۔

اب یکھئے ہر فرمیر ۲۳۷۷ کے صدق جدید میں
شیخ عمر مولانا عبد الماجد دریا یادی نے ”ہزار سوالوں
کا ایک سوال“ عنوان دیا گیا تھا۔ ان کا پورا صدق پیراء
دھوکت غور و فکر کے ساتھ مشتمل تھا۔ پھر وہ کچھ تفصیل
کریں اسے بھی آپ فہم کے میران پر قلیں اور مولانا
عبد الماجد دریا یادی بھی اس پر لگا غور ڈالیں تو ان کی
شان حق پرستی کے عین مطابق ہو گا۔

.....

بما عننوں میں سے دیکھ ایک جماعت اسلامی ایسی ہو سکتی تھی، جو اتنا بڑا اقدام کرنے کا ہو سکتا کہ سکتی تھی۔ لیکن پاکستان میں اس کا رخ تمدن حکومت سے ٹکر لیئے کیف مٹ گیا ہے مگر وادی و نیشاو غیرہ میں جو اس کے حوالہ جا ہٹتھیں تھیں۔ ان کی کسی کارگزاری کی خبر عرصہ دراز سے سختے میں نہیں آئی۔ اور کسی غیر مسلم ملک (مشتملہ ترکان) میں تو اس عظیم الشان پیمانہ پر نکری چاہ کرنے کا خیال بھی نہیں کیا جاسکت۔ کارگزاری ہیں پر اگر کامک جاتی ہے۔ خدا کرنے مولانا نے اس کا کوئی قابل عمل کتاب کے کسی حصہ میں بیش کیا ہو۔ یہ ایک سیل تو اس کا اپنے اور ہمیں ایک ہزاروں سوالوں کا ایک سوال۔

(صدق جدید ۲۰ فروری ۱۹۷۴)

تجھی

دوسری ہی شیوخ محترم کو اس پر کلی اتفاق ہے کہ آج عام اسلام میں ذہنی تکش سے تیکر فکری ارتاداکم جو کچھ ہو رہا ہے وہ غربی نظام تعلیم کا زار میں اور ناگزین تحریر ہے یہ نظام ہر حال میں اپنے برک و بارپ کا کر کے رہے گا۔ اس کے زیر سایہ اعتقاد استertilizan ہو گریں گے۔ دنیا پیزاری کی فصل یہاں پہنچا کر رہے گی۔ الحاذر اور تدارس رہا کر رہے گا۔ اس نظام کو بدے بغیر اور اسے از سر نو دوسری ایسی قدروں اور اصولوں پر استوار کئے ہوں مکن ہیں جیسے ہے کہ ذہب سے اخراج اور درکن و اخلاق سے بغاوت کے جذبے دب جائیں۔ خدا پرستی اور آخرت کوئی کی فضا پیدا نہیں ہو سکتی جب تک مغربی نظام تعلیم کا پھیلتا استہتا سیلا بھاری بستیوں میں دلتا پھر رہا ہے۔

یہ ہے وہ فقط جس برد و نوں شیوخ متفق ہیں۔ مصرف متفق ہیں بلکہ بقول مولانا دریا باری یہ محوری سلسلہ راس المسائل ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی بھی اور شے کی اہمیت نہیں۔ اور مروع اس کا بھی یورا احساس رکھتے ہیں کہ اس نامسحود نظام تعلیم کو توڑھوڑ کر اسکی جگہ مطلوب نظام تعلیم

صاف و صریح واقعہ سے مشکل سوال اس صحیح تشریف کے بعد صحیح علاج کا ہے یہاں پہنچ کر مولانا فرماتے ہیں۔

”اس کا علاج رخواہ وہ کتنا ہی مشکل اور کتنا ہی در طلب ہو۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس نظام تعلیم کو از سر نوڑھا جائے۔ اس کو مسلمان اقوام کے عقائد و سلسلات اور مقاصد و ضروریات کے مطابق بٹایا جائے۔ اس کے تمام علوم و مضمایں سے مادہ پرستی۔ خدا پرستی اخلاقی و روحانی اقدار سے بغاوت اور حرم پرستی کی روشنی کرنا۔ اس میں خدا پرستی، خدا طلبی، آخرت کوشی اتفاقی شعاری اور انسانیت کی روشنی پیدا کی جائے۔ زبان و ادب سے لیکر فلسفہ و نفسیات تک اور حکوم عمرانیہ سے لیکر معاشیات و سیاست تک رب کو ایک نئے ساتھی میں ڈھالا جائے۔ مغرب کے ہنچی سلط

کو دور کیا جائے اس کی معصومیت و امانت کا انکار کیا جائے۔ اس کے علوم و نظریات کو آزادانہ تقدیم اور خلائق مسلمان تشریف (پوسٹ مارٹم) کا معمونیت قرار دیا جائے۔ سترب کی سیادت و بالا سری سے عالم انسانی کو جو عظیم الشان نقصانات سنبھال کی شاندیہ کی جائے۔

غرض مغرب کی آنکھوں میں اس تھیں ڈال کر اس کے علوم و فنون کو پڑھا جائے اس کے علوم و تجارت کو خام مواد فرض کے اپنی خود روت اور اپنے قد و قامت اور اپنے حقیقتہ و معانیت کے مطابق اس سے سماں تباہ کیا جائے (۳۵)

لیکن ۵

قطعہ میں آپڑی ہے سخن گستاخہ بات!

ہم تو اصل سوال ہے، کہ یہ سارا کام پیر میرزا ہمت و عزم و استقامت والا آخر کرسے کون؟ پہ کسی کے ہمراہ بات ہے؟ ہماری اگمنیں اور ہمارے ادارے رب ملک بھی اتنی سکت رکھتے یا رکھ سکتے ہیں؟ بھلاؤ رہا کوہستان ہمالیہ کیا ہمارے آپ کے دوچار مقالوں اور دس نیس تقریبیوں سے۔ اپنی جگہ سے ٹل جائے گا؟ — ساری

و زنداق کے بغیر جہا نہیں ہو سکتا جن پر آجھل گھوٹوں
ہی کامکمل قبضہ ایک امر سلم بن چکا ہے۔ اسی سلسلے وہ
صاف صاف یہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری ساری انجمنیں
اور ادارے مل کر بھی اس علاج کو جہا اگر تھی کی مکت
نہیں رکھتے۔ نہ صرف نہیں وہ کھے بلکہ رکھی نہیں
سکتے اور اسی کے ساتھ دھڑکان کا ذہن جماعتِ اسلامی
کے لئے اس مکت کا امکان تسلیم کر لیتا ہے۔ کیوں؟
گیجا جماعتِ اسلامی بڑی دولتِ جماعت ہے کہ روپے
کے زور سے ملک بھر میں بھی درستا ہیں اور نیا نظام تعلیم
پھیلا دے گی۔ یا اس کے پاس کوئی جادو کا فائدہ ہے جس
سے کام لیکر وہ مغربی نظام تعلیم کو سلطار کھنے والوں کی
فولادی مذاہتوں کو بھوکوں سے ادا تے ہوئے یعنی تمام
ہفت خواں طے کرنے کی جن کی نفعی تصویر بولنا مغلیہ
نہ کھینچی ہے۔

ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی بات نہیں۔
بات ہے تو صرف یہ ہے کہ مولانا دریا بادی کا نادر
ڈہن دوسری نام جماعتوں اور اداروں کے مقابل
ترہا جماعتِ اسلامی ہی کے فکر، اندازِ نظر اور سرتاسر
کو منزلِ مطلوب تک پہنچنے کا وہ مسئلہ تسلیم کر چکا ہے مگر
سیاست سے جڑھا اور وضعداری کے تقاضے انھیں
اللہ مٹھ کی راہ پر کھینچنے سے جاتے ہیں یہ بات نہ ہوئی تو آخر
کیسے ایک ہی سانس میں وہ جماعتِ اسلامی کو دوسری
ہر جماعت پر کھلی بر تری بھی عطا کر دیتے اور ساتھ ہی "لیکن"
کہہ کر اس بینا دکو بھی دھادیتے جس بدیری بر تری کی روپاں
انھی تھیں۔ ہم یہ سے ادب اور عالمی سے دونوں ہی زرگوں
سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جو سقدرت رگوہ مغربی ایکار و اقتدار
کے ایک ایجنت یا ایک ذہنی تلاع کی حیثیت سے مغربی نظام
تعلیم کو اس کے مقتنیات و مطالبات سمیت کسی ملک
میں نافذ و رائج کئے ہوئے ہے اسے پہنچنے کی کوشش کرنا
اور اس کی جگہ ایسے گروہ کو لانے کی پُرانی داہم ذہنوں نا
جو مطلوب نظام تعلیم کے لئے اپنا بھروسہ تعاون دے سکے

لانا اتنا دشوار اور ہم بالشان کام ہے کہ چاری ساری
انجمنیں اور ادارے مل کر بھی اس کو انجام دینے کی سکت
نہیں رکھتے۔ نہیں رکھ سکتے۔ میں تھا جماعتِ اسلامی
کو اپنوں نے اس کا اہل سہما۔ مگر اسی اتفاق وہ ایک
ایسا موڑ بھی لے گئے جس کی صورت خود بھی ستائیں تو
بتائیں ہماری بھوٹی میں عقل اس بکار اداک نہیں کر سکتے۔
کسی بھی ملک میں کوئی بھی نظام تعلیم آسمان سے تھوڑ
برستا۔ اسے دہان کی حکمرانی ہی تیار کرنی ہے میا اگر
وہ پہلے سے تیار شدہ ہے تو اس کے نفاذ یارہ اور اس
میں فرمیں یا اضافے کا اختیار بھی اسی ٹیکم کو ہوتا ہے۔ ملک
کے باشندے تو بس اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ ان میں سے جن
افراد کو اس نظام تعلیم سے اختلاف ہو وہ اپنے بھوکوں کو
اپنی پڑھ رہے ہیں دیں۔ یا پھر اپنی الگ درستا ہیں بنائیں۔
اللہ درستا ہیں بنانا ناممکن تو نہیں ہے لیکن حکومت کے
نافذ کردہ ملک گیر نظام تعلیم کے مقابلے میں اس کی حیثیت
وہی ہوگی جو توپ کے آگے چوبی ڈھان کی ہو سکتی ہے۔
خصوصاً ایسی سر دور میں جب کہ سانس کی ترقی نے حکمران
پارٹی کے نافذ کردہ فاسد و ہبلک نظام کے زہر پلے اثرات
کو کوچ کو پیدا کر دیکھ گھر عام کر دینے کے لئے نئے نئے الات
و سائل ہیسا کر دیئے جس کوئی بھی معنادہ شیخ چند ٹیکم ویسیر
درستا ہوں سے نہیں تکل سکتا چاہے ان میں فرشتوں ہی
کا بنیابا ہوں نظام تعلیم کیوں نہ جاری کر دیا جائے۔

پھر آخوندا ذریعہ مغربی نظام تعلیم کو از مر نو مطلوب سلسلے
میں ڈھانسیں اور سارے ملک میں نافذ کرنے کی واحد سیل
اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ اس مقصدِ عظیمی کو حاصل
کرنے کے لئے عزم و حکمت کے ساتھ آگے بڑھا جائے
اور اس حکمران ٹیکم کو مند اقتدار سے اتارنے کی جدوجہد
کی جائے جو مقصص کی راہ میں کوہ کیاں کی طرح حائل ہے۔
احساس مولانا دریا بادی کو بھی ہے کہ معاشرے
کی روزافزوں بے دبی اور خدا فراموشی کا جو علاط جملنا
علی میاں نے واحد علاج قرار دیا ہے وہ ان عظیمہ مسائل

کو پلاسٹ اور اسکل جگہ مطلوب کو ملودونصب کرنے کی خاطر تقدیر
و تحریر سے گزر کر تباش و تبریک پہنچتی ہے تو وہی علاطفتی ہیں کہ
ہو ددھی بھادب تو عالم سے لیدر بن گئے اور تسبیح پڑھتے
پڑھتے وفات اتنا نہ لگے، پھر کیا بچوں سے یا جادو کے زور
سے یہ کوہستان سر کے گاہ
لکھنی مقدس تمنا ہے کہ۔

"خدا کرے مولانا نے اس کا کوئی قابل عمل حل
کتاب کے لئے حصہ میں پیش کیا ہو" ॥

لیکن تناول سے تقدیریں نہیں پٹا کریں۔ اگر دنیا کے
رب سے بڑے افسان اور خدا کے رب سے بڑے بغیر کاش
بھی سیاست و حکومت کی راہوں سے گزرے بغیر تکمیل کو نہیں
پہنچا تو زٹ کیسے کہ ہزاد شیوپیاں اور بُوہزاد خلیفیں و داعیا
و س ہزار مغلکو د۔ بڑی سیاست و حکومت کی راہوں سے
گزرے بغیر الحاد و زندگہ اور خدا پیز اوری و اخلاق دشمن کے
ہر حال ان کی نظر میں سیموب ہے کہ وہ پہنچ اشیائیں سے
ٹوٹاں سازوں کو ہٹانا چاہتی ہے اور چاہتی ہے کہ مغربی
اتکار و اقدار کو سیلابی اندراہ میں درآمد کرنے والی مشینوں
کے سخن پھر دے۔

دنیا تھی۔ ایک سیر علم سے سزا من بدی پیدا کرنے
کی سائنس لوگوں کے ہاتھ نہیں آئی تھی۔ فقط جواہر اگل
بڑھتی تکوار سے جنگوں کے فیصلے ہو جایا کرتے
تھے۔ لیکن آج پورے ملک کے نام و سائل اور
خدا نے ایک ہی گروہ کے ہاتھ میں سرفت آئے ہیں۔
آج ریڈیو۔ سینما اور شیل و بڑن جیسی ایجادوں کے
ذریعے خواہ کے دل و دماغ نکل پر مقصد رگر وہوں
کا قبضہ ہے۔ آج دس ایمان ایقزوختیوں اور
وعظوں کے اثرات کو دل و دماغ سے اچک سے
جانے کے لئے ایک فلم، ایک رسالہ، ایک کلپرل شو
ایک ریڈیو بہت کافی ہے۔

لیکن ہمارے بزرگوں کو پھر تھی یہی صدھے کہ انہوں نے
کو سیاست سے ماسٹر نہیں رکھنا چاہئے!

الغلط ہے تو پھر صحیح کیا ہے؟ ہم بتائیں نظام تعلیم ہے جس
بنیادی اور قائم الشان انقلاب کے آپ اس درجہ
طالب ہیں کہ اسے ہی سب سے اہم سٹل بکری اسکا بھائی
قرار دیتے ہیں وہ آخر کے گزرے درجے میں بھی کیسے طیوریں
اکلتا ہے الٰ رحمۃت، سرمایہ اور جلد و مثال عزیزی نظام تعلیم
کے عشاں ربانے پڑتے ہوں

خیال و خواب کی دنیا الگ ہے۔ کہاں کے گرد اڑاؤنا
میں بند باندھنے کے خواب دیکھتے رہے اور قسمت منقصی ہی۔
ہم بھی خوابوں سے کھبیل رہے ہیں اور تقدیر اس سر ہی ہے۔
فلکی جہاد جب تک پدر واحد کے میدانوں میں رہے اور
خون کی بوجی نزدیکے بیوت الشر سے تین سو سالہ برت ہیں
اٹھ سکتے تھے۔ لطف یہ ہے کہ مولانا دریا بادی کوئی حل
بھی پیش نہیں کرتے۔ معرفت ہیں کہ بیری قوت فصلہ
کی گاڑی ایک گنی لیکن پاکستان جماعت اسلامی کی یونیورسیٹی
بہر حال ان کی نظر میں سیموب ہے کہ وہ پہنچ اشیائیں سے
ٹوٹاں سازوں کو ہٹانا چاہتی ہے اور چاہتی ہے کہ مغربی
اتکار و اقدار کو سیلابی اندراہ میں درآمد کرنے والی مشینوں
کے سخن پھر دے۔

ٹپڑے کے نشتر کو ٹھلیں الفاظ کے غلاف میں پیٹ کر جو
سوال مولانا نے عقزم علی میاں سے کیا ہے اس میں ہم بھی
ان کے شرکیں ہیں مگر ہمیں ان جیسی سخن طنزی کا سلیقہ نہیں ہم تو
دھقانیوں کی طرح یہی پوچھ سکتے ہیں کہ مولانا اتنی کے ٹھلیں
حکمتی کوں ڈالے؟

واحد علاج کے طور پر مولانا علی میاں نے اپنی روای
دوال عبارت میں جو ہمت پاہشان کام پیش کیا ہے اس کی
دشواری کا احساس مولانا دریا بادی نے بڑی عمدگی سے کیا۔
ان کے یہ الفاظ آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں کہ۔

"بُورا کوہستان چالیہ کیا ہمارے آپ کے دوچار
مقابلوں اور دس میں تقریبیوں سے اپنی جگہ
سے ٹل جائے گا" ॥

لیکن جب پاکستان کی جماعت اسلامی اس کوہستان

ہوئی ہیں وہیں تم بھی اپنے کھلیاں روانہ کر دیجئے ہو اور جہاں مخلوق دانتے دانتے کو ترس رہی ہے وہاں ایک بوری بھی پیچھے کے روادار نہیں۔ ثواب بزرگوں کو بھیجا بھی شرافت ہی کی دلیل ہے کونکردہ ہمارے محض ہیں۔ محض کی قد رشنا سی اور سپاس گزاری ایک اعلیٰ صفت ہے لیکن گناہ کار و نکلواب بھیجا ہر حال ایک ضرورت ہے۔ ضرورت بوری ہو جائے تو قابل حیرت بھی ایچی لگتی ہیں۔ والدرا علم بالصورات۔

القاموس البیدي عربی سکھنے والے شالقین کیلئے تحفہ
تادری۔ آپ اور دلکشی بھی لفظ کا عربی مراد فرمائی سے
پاسکتے ہیں۔ نئے زمانے کی اصطلاحات اور ناموں وغیرہ کے
بھی عربی ترجم میں گئے جو پرانی لشتوں میں نایاب ہیں۔
تمہت مجلدات روپے

مکتبہ بھلی۔ دیوبند (بیوپی)

جانے۔ میت کو فائدہ بیٹھنا نہ پہنچا طشدہ مسئلہ نہیں۔ ہم صرف دعا کر سکتے ہیں قبول و رد اللہ کے لامتحب ہیں ہے۔

امکن کے مابین اس بلکے میں اختلاف ہے کہ کون سے اعمالِ حسنہ کا ثواب دسوں کو بھیجا جاسکتا ہے اور کوئی کوئی نہیں۔ بعض کے نزدیک مدین عبداللہ کا ثواب بھی بیٹھایا جاسکتا ہے مگر بعض کہتے ہیں کہ صرف مالی عبادات کا حقیقت چو بھی نہ۔ الیصالِ ثواب در ۹۱ جذبہ ایثار کی نہود ہے اور یہ اگر صرف دسم بن کر نہ رہ جائے تو اس سے ایثار و قربانی کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔

دیسے آج کل جو الیصالِ ثواب چل گیا ہے اسکی منطق ہماری سمجھیں نہیں آسکی۔ جسے دیکھو ٹرے بڑے بزرگوں اور سوں کو الیصالِ ثواب کر رہا ہے۔ فلاں قطب کی فاتح فلاں پیر کی دیگ۔ فلاں شہید کا حلم۔ یعنی بھر توں ہی کو بھرا جا رہا ہے اللہ کے بندوں بھی کوئی کو روٹی کھلا کر ضرور تمندیوں کو بدیہ دد۔ یہ کہا کہ ہماری داشت میں ثواب واجر کی کھاتیاں بھروسی



ایک ایسا ننک ہے جو نوجوانوں کا سا
کس میں قائم رکھتا ہے

ماں گم جن مدتی اس قرآن کریمال کیلئے ملا ایک طاقت بخش
ڈاکٹر یہ خالص اور محنت مذکون کی پیٹھیوں مدد تباہ۔

ہمدرد کا

ماء الحمد

ہمدرد

مسیح بن شاہزادہ

لائے دا لے ہیں۔ کہہ گئے ام صنیون مکمل شاہزادہ کا تاب کو پہنچ جائے درست۔۔۔۔۔ وہ کہتے کہتے جھوک گئی۔

”ورزکا۔۔۔۔۔ چھاضی پر حڑھادیں گے۔۔۔۔۔ بس بس اب اتنا بھی گیا گذرا ان بھوکر سارے ہی معاملات میں ان کی لاث صاحبی اان لوں کا۔۔۔۔۔“

”جھوک کیا ساتھ میں۔۔۔۔۔ میں کب کہتی ہوں اگری لاث صاحبی مانئے۔۔۔۔۔ اس کا ہمچوں قطعاً پر سکون تھا۔

”بس اڑو دست۔۔۔۔۔ میرا برو گرام اٹل ہے۔۔۔۔۔ تم ان سے کہہ سکتی ہو کہ میں ذکر ہی کرنا بھوول گئی تھی۔۔۔۔۔“

”نہیں جناب۔۔۔۔۔ وہ مان ہی نہیں سکتے کہ ان کی تائید کے باوجود میں بھوول سکتی ہوں۔۔۔۔۔“

”تو کہہ دنادہ دو پر میں گھر آیا ہی نہیں۔۔۔۔۔ باہر ہی باہر اللہ کو سارا ہو گیا۔۔۔۔۔“

”تیسے سلیم کریں گے۔۔۔۔۔ آپ کا بندھا بندھا یا استر تود کیوں گھے ہوں۔۔۔۔۔ کہہ رہے تھے اسے ھولو ڈالو۔۔۔۔۔“

”مرجیع بخونئے داسے۔۔۔۔۔ اسے میں خوب سمجھتا ہوں یہ تمہاری ہی سازش ہو گی۔۔۔۔۔ ورنہ کل نک تو یہ بالکل طبق تھا کہ اس مرتبہ میری چھپی رہے گی۔۔۔۔۔“

”جھوک بھی معلوم ہے طبق تھا۔۔۔۔۔ مگر شاید تقاضوں کے خطوط زیادہ آگئے ہوں۔۔۔۔۔“

”بہت آئے خطوط۔۔۔۔۔ پندرہ دن سے ڈاک میں خود لارہ ہوں۔۔۔۔۔ اپنے کسی دشمن کا خط۔۔۔۔۔ کہتے کہ اس پندرہ دن سے میں تو میں نے ان تک پہنچنے نہیں دیا۔۔۔۔۔“

”میرے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی۔۔۔۔۔ نیتھر جو کچھ کہہ رہی تھی وہ اگر واقعی مذاق نہیں تھا تو پھر قیامتی امیری ہوت ہی کا پیغام تھا۔۔۔۔۔ ہوت ہر فداش ہند پڑھانے کا نام نہیں۔۔۔۔۔ برتی بھی ہے کہ آدمی بڑے شوق سے ایک پر بڑا گرام بنا کے اور اپنے وقت پر اُس کی ڈرم میں خدا باندہ باندہ دیں۔۔۔۔۔ ڈرم میں خدا بہت بُرا خواہ دے ہے کہ اس سے بُرا اکوئی خواہ دے آپ بتا تھیں تو میری اس وقت کی حالت پر وہ ضرور صادق آئے گا۔۔۔۔۔ طیش اور خوف کے طے چلے عالم میں میں نے اسے بھوکر۔۔۔۔۔ اس کے چہرے پر شرارت کی کوئی ملامت نہیں تھی۔۔۔۔۔ ویسے وہ سر اہم انتہم کی سکون خوش چاندی ضرور اس کے لب و مارض پر بھی ہوئی تھی جو شاید قبر میں بھی اس کیسا تھی ہی جلتے گی۔۔۔۔۔“

”میں اس وقت مذاق کے مود میں نہیں ہوں گے جتنا۔۔۔۔۔ سمجھیں۔۔۔۔۔ میں نے مکتر پن سے کہا ”لا د کھانا لاؤ کاڑی تین تک چھوٹ جاتی ہے اور اب بارہ نجکے ہیں۔۔۔۔۔“

”آپ مذاق سمجھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ حالانکہ میں ابھی آپ کو بھیتا کاریا ہوں افزاں دوں گی۔۔۔۔۔ وہ اندر میز پر رکھا ہے۔۔۔۔۔ اس نے دھنے ہوتے تیس کو اٹھیاں سے بخوبی ہوتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔“

”کیا ضروری تھا کہ وہ سمجھیں یاد ہی رہا۔۔۔۔۔“ میں جھلکا کر بولا ”شاہ کو اپنے چھیا سے کہہ سکتی تھیں کہ میں دینا بھوول گئی اور وہ تین پچھے چلا گیا۔۔۔۔۔“

”وہ جعلتے چلتے کہہ گئے تھے کہ خبردار بھول نہیں۔۔۔۔۔ میں نے کوشش کی تھی کہ بات پھر پڑی جائے لیکن وہ کہاں

”ذہایا ہوگا۔ میں ہی تم میں جارہا ہوں مگر جاؤں گا فروٹ
عطا کے بھی خدا اخوند اپنیں ہیں جو میرا رزق بن دکر دیں گے“
”اویٹیتھے مت۔ پلے جائیجے میں کہنوں گی بھلے لفاف
دینا یاد نہیں رہا۔“

”کبودی۔ اللہ قسم“
”پھر سکیا کروں گی۔ آپ کی وجہ سے بھلے کسی نہ کسی
دن بھیاکی مار کھانی ہی بچے گی۔“

”کوئی پردہ انہیں۔ وہ صرف نظلوں کی مار دیں گے۔
گولی تو ماہنے سے رہے۔ دیسے گولی بھی ارادیں تو شوہروں
پر جان قربان کرنے والی بیویاں امر شہید کہلاتی ہیں۔“
”بس اب جلدی سے کھانا کھا کر رخصت ہو جائی۔ مجھے
ڈر ہے بھیسا ادھر بھر زانتلیں۔“

”لا وجہ دی اُتار لاد۔ تم اللہ قسم دندر قل نوجہ
ہو۔ الکم شاندار۔ لکھ وی دلچسپ جنت میں جاؤ گی۔“

”زوج“ کے لفظ سے وہ کبھی کبھی چڑھ بھی جاتی ہے مگر
اس وقت نہیں چڑھی تھی۔ مجھے احساں بھی ہوا تھا کہ یہ لفظ
بول کر میں نے اس کے ایسا عظیم کی تدریشنا سی کا حق ادا نہیں
کیا لیکن نازک ہو واقع پر زبان بے قابو ہو ہی جاتی ہے۔ خلائق
طیارے کی رفتار سے پانچ سات لفٹے ملن سے اُتار کریں بھاگ
نکلا۔ رکھتا مجھے ہی میں مل گئی تھی۔ بول ڈول اور صوت کیسیں
پہلے ہی سے نیارتھے۔

”پل صراط دہ میں گزر کار استہ تھا جو دفترِ محلی کے نیچے
سے گزرتا ہے۔ اس سے نہ گزرں تو پھر بولی متفار کے گھر بخوبی
لئے تقریباً چار گناہ مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ گاڑی میں اپنی
دیر تھی۔ عافت اسی میں حکوم ہوئی کہ کوئی نہیں مسافت کو ارا
کھر لی جاتے۔

لیکن موت جب مقدر ہو جاتی ہے تو آدمی خود جلکر
شہادت گاہ میں پہنچنے پر محروم ہوتا ہے۔ ایک پتلی سی گلی کو
پار کرتے ہوئے رفتاد تھیرے ستارے مگر دش میں آگئے۔

”مر گئے۔“

سامنے سے سائے حصہ پلے آئے تھے اور کمال پیٹھا

”بھر میں کیا جانوں فیصلہ کیوں بدل گیا۔ وہ غالباً کملنے
کے اخبار ”آزاد ہنر“ کا تراستہ ہے جس پر لکھنے کو کہہ گئے ہیں۔“
”وہ آزاد امر یک کامی ترا نہ کیوں نہ ہو۔ میرے تھے
کی آزادی تو تم نے اور تھا کے بھیانے ایڑیوں جس رکھا کر
رکھدی ہے۔“

”تجھے غریب پر برستے سے ہلال کیا تجوہ ہوگا؟“ وہ اتنے
پر سکون ہے جیسیں بول رہی تھی جیسے ہم چشم بددو بیار کی ہی ہی
یا تین کروڑ ہے ہیں۔

”تجھے ذہیری ہوت سے بھی کچھ نہیں ہوگا۔ مگر میں
جا تا ہوں تم نہیں چاہتیں کہ ملسوختہ سمت کو تفریح کی چند
ساختیں میرا سکیں۔ ذر اچوچو آٹھ روڑے پر دگر ایم
سیٹ ہے۔ موڑی منقار اور میر لطافت نے ٹپے شاندار رہنم
اور ہرن کے کتاب راستے کے لئے بوا میں ہیں۔ مہر لفضل حسین
نے گاؤں سے خالص دودہ منگا کر قیریتی تیار کرائی ہے۔“
”لئے اللہ تو آپ رات تک دوچار صفحے ٹھیک ہی
جود یکجھے سچے چلے جائیے گا۔“

”بات کرتی ہو۔ اسے آج ہی رات کو توہنی کے ایک صوفی چھٹا
کے ہیاں ٹڑی ٹکر کی قوالی ہے۔ پونا اور اجیر کی جوڑیاں آئی ہوئی
ہیں۔ ساٹھے آٹھ تک طریں دلپی پیچ جائے گی اور کشیش پر
خواہ بغا، اللہ کی نئی کارہیں رسیو کرے گی۔ پھر اسی کارے سے
اگلی صبح ہم لوگوں کو آگرہ جانا ہے۔“

”آپ بھول لئے ہیں۔۔۔“ اس نے پڑھوں پر ظرفا کا
ہشتم چھٹا کاٹے ہوتے کہا ”آپ کا یخال تھا کہ آپ کیسی آل انڈیا
اُردو کا فرانسیسیں جانا ہے۔“

”آن۔۔۔ ان۔۔۔ جانا تھا۔۔۔ اب بھی جان لئے۔۔۔ ہزار بہ
جاوں گا۔۔۔ دیکھو نیک بخت تم سے پہلے سے اسلئے پر دہ رکھا تھا
کہ خواہ خواہ تھیں نہ صحن لگ جائے گی۔ بیویاں کبھی نہیں پسند
کریں کہ ان کے شوہر کسی ایسی تفریح میں حصہ لیں جو ان کی ذات
سے خوب نہ ہو۔۔۔ نہیں تم ترید نہیں کہ سکتیں یہ فیضی نہ کریں۔“
”اچھا تو آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھے اُردو کا فرانسیس کی کہانی
پر قیصیں ہی آگیا تھا۔۔۔“

”بس تو پو اپنی اپار آپ کے وہ شعر نہیں سنتا۔ ہرست
تم دوست جس کے دھنی اس کا آسمان کیوں ہو۔“
”چھڑو بھی یار۔ در حمل وہ بڑا صرار کر رہے
تھے۔“

”وجہ؟“
”کوئی مضمون تم سے لکھنا نہیں۔ کہہ چھے تھے دفت
ٹنگ ہے۔“

”اور آپ کسی شوہر پرست جوئی کی طرح ناگزیر ہے؟“
”بھی کیا کرتا۔ بھول گئے۔ اپنے بخوبی پرچے کیلئے
ان سے تعاون لیتا ہے۔“

”جنم میں گیا تعاون اور پرچہ۔ یہاں تو جان پر
کھل کر گھر سے نکل تھے۔“

”کوئی ہرج نہیں پیا۔ دوست۔ پرسوں جان سیں
فائدہ ہی فائدہ ہے۔ ابھی دش بیکے صابر سلسلہ دہلي سے آئے
ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ چوتھے روز یا سیمین والی ٹولی بھی بھی سے
آئ رہی ہے۔“ انہوں نے جائزو لینے والی نظر دن سے ادھر
ادھر کھاوا پھر آواز دبا کے بولے ”یاد ہے نادی اجیر والی
یاسیں؟“

ان کی آنکھوں میں طمی خاند اور چک اُھڑائی تھی۔
”مجھے اس کے سوا کچھ یاد نہیں کہ میں کے ایک سو دوسرے
نے مجھ پھینکی میں غلام کی جیشیت سے آپ لوگوں کے ہاتھ
پیچ دالا تھا۔ مولانا یہ کوئی شرافت ہے کہ بندھا بندھا بستہ۔
”بیکرو مت پیا۔ دوست۔۔۔“

”پیا۔ دوست پر مزار بالعنت۔ آپ نہیں مجھے یہ
حداد شجھے بھیجے کی دق میں بتلا کر گئے گا۔ اس کا لمطلب یہ
ہوا کہ سہنوتی سالے کے ہاتھ کٹ پیلے ہے۔ وہی ہر کوہ پہنچا
جو سالا چاہتا ہے۔ کوئی پروانہیں آپ پرسوں جانیں
میں آج ہی جاؤں گا۔ نہ سہنی درپی۔ میرٹ، مظفر نگہیں بھی
دھکے کھانے کے لئے سڑکوں کی کمی نہیں۔ اور کیا میرطافت
بھی مان گئے؟“

”بھلا کیسے نہ مانتے۔ یاسین کے لئے تو وہ ایک دوستی
وہ تو دوست آدمی ہیں۔“

ان کے ہمراہ مولوی منقار احمدی تھے۔

”ایسے۔ آپ چل بھی دیتے۔“ مولوی منقار نے
تریں پہنچ کر کہا۔ سالے صاحب نے فقط ایک خلط انداز سی
نگاہ بھر برداںی اور پھر قریب والے مکان کی اویحی دیوار کو
اس طرح دیکھنے لگی ہے اور جو حصہ کے امکانات کا جائزہ
لے رہے ہوں۔ شجوں نہیں اور ما تھا کہ اس وقت ان کا اوس
مولوی منقار کا ساختہ کیا معنی رکھتا ہے۔ وہ کہاں آئے ہے
ہیں کہ ہر چار ہے ہیں۔ پھر مولوی منقار کا سوال بھی بچ پدار
تھا۔ کیا جواب دوں۔

”میں سمجھتا ہوں آپ سیری ہی طرف جائے ہے ہوں گے۔
انہوں نے فرمایا۔

”جی نہیں میں چاند کے سفر پر جا رہا ہوں۔“ میں لایا
اور پھر انکھیں کے اشانے سے بچا۔

”یہ آخر عملاء کیا ہے؟“
”افسوس ہے آج کا پروگرام می خر کرنا پڑا۔ پرسوں
چلیں گے۔“

”کیا؟“ میں حلق کے میں چیخا۔ پھر یہ چیخ مذبوحی
غفرانیت میں تبدیل ہوئی جلی گئی۔

”اچھا مولانا یہیں چل رہا ہوں۔“ یہ سالے صاحب کے
الفاظ تھے اور پھر وہ مولوی منقار کے جواب کا انتظار کئے
بیرون ادھر بھی کو لوٹ گئے جو حصہ اسے سفر۔

”یہ پھر ہے مولانا۔؟“ میں بتا باندھ سوال کیا۔
”میں سچھ بھی نہیں۔ ابھی ڈاکٹرنے سے تارے کر
آئے ہیں۔“

”تار؟“
”جی ہاں۔ خواجہ قام اللہ کو۔ تاکہ وہ پر نیاش ہوں
اب پرسوں چلنا ہو گا۔“

”آخر حصیت کیا آئی۔ یا یار صاحب آپ کے بھی
آت ہیں؟“

”کون صاحب؟۔ ایڈٹر تھا!۔ اسے نہیں بھیجا
وہ تو دوست آدمی ہیں۔“

"اللہ تو یہ۔ اس درجے میں ہنپیں آپ کے دشمن۔ آخر کیا مضاائقہ ہوا اگر لوٹ ہی آکے۔"

"مضاائقہ ہے ہو اگر اس وقت ہیری ہو ٹھی میں فنا اٹھ رہا ہے۔ بگوئے ناج رہے ہیں۔ میں لٹانا چاہتا ہوں۔" "مڑ لججے۔ میں جنگ سے پہلے ہی آپ کو فلاح قرار دیتی ہوں۔"

"فلاح تو تمہارے بھتائیں۔ نہتے ہیں بچے لاطھندا۔" "ان کی لادھا جنی انھی کو مبارک۔ آپ کب کسی سے کم ہیں۔"

کافی بو شش۔ بلکہ یوں کہتے سعیِ سعی کی لذتیں گما جائے اور سر جنگ کے شعلے گریٹ وار میں تبدیل ہو جائیں مگر توبہ۔ وہ شاید آنس کریم ہاکر یعنی ہمی۔ حاصل یہ کہ آپ ہی آپ خون چکر بیتا رہا۔

"لا دوہ لفاف لاؤ۔" ایک گھنٹے بعد میں کہا۔ اب سارا خون چکر مدارے میں تخلیل ہو چکا تھا۔ وہ لفاف سلطانی پر ایڈ پر چکلی ہی کے نام تھا۔ اس میں سے تراشے علاوہ ایک تقریباً ساختم بھی نکلا جس میں فرماںش کی گئی تھی کہ اخبار کے منسلکہ تراشے بر تصریح فرمایا جاتے۔

درادشہ زمین پرستی کے "آزاد ہند" کا تھا۔ تھیں کھوتے ہوئے تو ضرور نظر آیا کہ ادا رہیے کاغذوں ہے۔ "جنت اسلامی پر عقاب۔" لیکن پھر ادا مریہ پڑھنے کی نوبت فروznہر آسکی کیوں نہ نظروں کو تو کسی اور ہر چیز نے الجھا لیا تھا الاماں۔ کیا تصویر بھی۔ نہ شکن۔ کافر کر۔ دیکھ لھوپر میں تو نہیں تھیں۔ ایک نہم "میرے محبوب" کی۔ اس کے پیچے لکھا گیا تھا "سادھا کا میلیوں دل والوں کا۔"

دوسری فلم۔ "گھاٹا میتا تو ہے پیری پڑھیو۔" کی اور تیسرا "ولاد" کی۔ یہ تیسرا ہی نظروں کیلئے لکھنے بنی تھی۔ ایک تندروست قسم کی حسینہ کروٹ سے لیٹی ہوتی ہے اور چہرہ ناظرن کی طرف ہے۔ پیٹ نکالے۔ اس نگے حصے اور چہرے کے درمیان ایک ایسا باس ہے جس کا کوئی صحیح ناکم سے کم دیوبن کے حقیقیں سے تو معلوم نہیں ہو سکا۔ میں

نک ہو آئے ہیں۔"

"ہوں۔ اور مجھ سے کہہ رہے تھے ایک تسبیح ردود کی روز پڑھ لیں گرو۔۔۔"

"صاحب۔۔۔ اب کو صرحنا ہے۔" رکھشاولے نے سوال کیا۔ وہ چند منٹ پہلے پیش اس کرنے برابر کی گئی میں چلا گیا تھا۔

"پھر چھپ جلو۔" میں بختی کے بولا۔

"شام کو ملیئے گا۔" مولوی منقار نے خصوص ہر ہوئے فرمایا۔

"اگر زندہ رہا تو میں جاؤں گا۔ فیسے امید کم ہی ہے کہ کہ۔۔۔ اسے ہاں وہ پر اٹھے اور کیا ہے؟"

"شام کو ملائیں گے۔ آئے گا مظہور۔ رسم کے باتے میں چند باتیں اور بھی مشورہ طلب رہ گئی ہیں۔"

"جنہیں میں گیا اور سارے اور وہ مرزا تقضی کی قبری۔۔۔ یعنی وہ بھی تو کھانے پر آئیں گے نا۔"

"کیوں نہیں آئیں گے۔"

وہی پر گو کر نیمہ تھے ایک لفظ اس انہیں کہا جسے تضمیح سے تھیں کیا جاسکتا تھا مگر خود میرے ہی دل کی ہر تماز اور دھرم کی "جیسے بدھو ٹھر کو آئے" کا دلیل فرگ وان رہی تھی۔ میں نے سوٹ کیس کو اتنی نرور سے تخت پر ٹکا کر پاس رکھا ہوا نیشنیت کا گلاس چھینگنے کے دل صدیارہ کا نمونہ بن گیا۔ وہ اس پر بھی کھنیں بولی بلکہ جب میں ٹوٹے ہوئے تکڑے ایک طرف کرنے لگا تو بڑی خوشی سے گویا ہوئی۔

"آپ رہنے بھی دیکھئے۔ میں سمیٹ دوں گی۔"

"کیوں۔ کیا میرے ہاتھ ٹوٹ گئے؟" میں لٹکنی آؤ۔ میں بولا۔ "تم کیوں انہیں پوچھتیں کہ میرا جانہ کیوں دا پس آگا۔"

"آپ کی خوشی۔ آپ کسی کے پابند تو نہیں ہیں۔"

"بتوہت۔ میں یہ بیویوں برداشت نہیں کر سکتا کہ خود میں بھی بھوپر ترس کھانے لگیں۔"

”بالا و“— اور پاس دالے پلنگ پر بیٹھ گئے۔
”تم نے اسے پڑھ دیا؟“ انہوں نے بلا تھیہ براں
کیا۔ اشارہ تراش کی طرف تھا۔

”جی۔۔۔ بس۔۔۔ ابھی پڑھ دی رہا تھا۔۔۔ مگر
میں نے تو ان تینوں میں سے ایک بھی فلم نہیں دیکھی پھر کیا
فقط تصویریوں پر تبصرہ ہو گا؟“

”بکومت۔۔۔ مجھے بتاؤ تبصرے میں زور کن پہلووں
دو گے؟“

”میرا خیال ہے خولاد کی ہیر و نن کا ننگا پیٹ اور دھنا
کا غرایہ کافی اہم پہلو۔۔۔“

”بکواس بن کر د۔۔۔ مجھے کل شام تک تمہاری بکواس
مل جانی چاہئے ورز قیامت تک ایشیان کا منفرد دیکھ لے گا۔“

”بکواس بن کر د۔۔۔ تمہاری بکواس کل شام تک مل
چاہی چاہئے۔۔۔ مجھ پھیبت ہے۔۔۔“ میں بچوں کی طرح

ٹھنکا۔۔۔ آخر تباہی ناکوئے پہلو زیادہ اہم ہیں۔۔۔ انہیں
ہونٹ، چاہہ ذقن۔۔۔ ان سب کی تعریف تو شاہروں کی
اتنی لکھ پچھلے ہیں کہ میں بھی اب کوئی نہیں پوچھتا گا۔۔۔ ننگا
پیٹ البتر۔۔۔“

”البتر کے بچے۔۔۔ تم آدیت کے جامیں نہیں
اوے گے۔۔۔ وہ دہاڑتے مگر اس دہاڑتیں بھرم کا دبادبہ
کھدا کا بھی تھا۔۔۔“

”پھر آخر میں کیا کروں۔۔۔ آپ ہی فشان لگا دیجئے
کہ کوئی نہیں پہلو زیادہ اہم ہیں۔۔۔“

”گدھ۔۔۔ تم نے پڑھ بھی لیا یا فقط تصویریں دیکھ
دیکھ کر عاقبت بر باد کر رہے ہو۔۔۔“

”پڑھ دی رہا تھا۔۔۔ ناج اور تصادم رنگیں۔۔۔ یہ
جملہ نہایت بلخی۔۔۔“

”میں چاٹا مار دو گی۔۔۔ انہوں نے پیر بٹخ کر
کھا اور تراشا جھیٹ کر اسے اٹھ کر دیا۔۔۔ میں اٹھا ہی کہونا
کیونکہ جس صفحہ پر تین ماہ وس ایکٹرسوں کی تصویریں ہوں وہ
لازماً سیدھا ہی کہلاتے گا۔۔۔“

خاصی دیر نظر ہی چاڑے غر کرتا رہا کہ فولاد نامی کھیل کے
اشتہار میں آخر اس تصویر کا کیا جوڑ ہے۔۔۔ کتنی تاویلیں دہن
میں آئیں مگر ہوا کے جھونکے کی طرح گزری جل گئیں۔۔۔ پھر
طبعیت جی تو بس اس تاویل مرجی کہ تصویر نہ ہوتی تو ناظرین
شاید اسے سہرت فولاد کا اشتہار کچھ کر گزرا جاتے۔۔۔
”آپ تو تصویریں دیکھ رہے ہیں۔۔۔ نیز نہ اخشنگا
لہجے میں کہا۔۔۔“

”سادھنا تم سے زیادہ دلکش ہے۔۔۔ دیکھو فون
کاریسیور اٹھائے کس ادا سے سکرا رہی ہے۔۔۔“

”یر لٹنگ اشتہاروں پر تنقید کے لئے نہیں آیا ہے۔۔۔
آپ پلٹ کر ادا رہی پڑھیتے۔۔۔“

”اداریتے میں سوائے خشک بالوں کے اور کیا ہو گا۔۔۔
دین۔۔۔ اخلاق۔۔۔ بکریکا۔۔۔ پنھ۔۔۔“

”نہ پڑھیتے۔۔۔ کل تک تبصرہ نہ لکھا جا سکا تو آپ
پر سوں بھی شاید ہی جا سکیں۔۔۔“

”دغنا میرے کان کھڑتے ہو گئے۔۔۔ نیز بھی چو بھی۔۔۔
سرگ پر سے ٹھنکارنے کی اوائز آئی تھی۔۔۔ دی جانی
بیچاہی آواز۔۔۔ پھر ٹھنکار لفظیوں میں تبدیل ہو گئی۔۔۔“

”میں آجاوں۔۔۔ کسی نہ دراڑے سے سوال
کیا تھا اور یہ ”گسی“ اس کے بھیسا کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا تھا
ان کے چہرے پر کسی بھی قسم کے غریب معنوں اُتار نہیں تھے
وہی طبیعت۔۔۔ وہی تھیرا تو۔۔۔ رفتار بھی نارمل ہی تھی۔۔۔“

”ان کی نظر میں پہلے اس لٹنگ ہی پر پڑی تھی جو میری
انگلیوں میں جھوول رہا تھا۔۔۔ سب کی ایک لہری اُن چہرے
پر کوئی اور دار طبعی کے عقبے میں نہ ہو گئی۔۔۔“

”چاۓ بناؤ بھیتا۔۔۔ نیز نے پوچھا۔۔۔ پر نقطاً ایک
رسمی ساسوں تھا در نہ جواب پہلے ہی سے معلوم تھا کہ

اشتہار ڈھائی ٹکنیں ڈال کر فرمائیں گے ”نہیں۔۔۔
اور ہر ایسا ہی ہو گا جیسے کسی بچے کو کتاب پھاٹنے پر ڈھانٹ
رہے ہوں۔۔۔“

”مگر اس وقت ہو ڈال ہوا ثابت ہوا۔۔۔ کہنے لگے۔۔۔“

اور اسی آن نیمہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ کھیلی۔

”کیا بد نیزی ہے۔ منئے کی اس میں کوئی بات تھی؟“
”بہن کی سکر اہمٹ انھیں کھل گئی۔“

”جی... دیے ہی... پھر توجیہیاں کامضمون اکی
رکھنے ہی مت۔“

”میں تم سے شورہ لینے نہیں آیا ہوں۔“ ان کا لمحہ
ظرف اسرد تھا۔ کان بکھول کر شس لوز بزم۔“ انھوں نے میرے کان
کی توپی کر کر کہا۔“ شاستری ہڑتی چاہئے۔ کاٹ گھانے کا انداز
نہیں۔ دیکھئے میں آ رہا ہے کہ تمھارے طرز کا نشرت قصاص کی
خندی جھری ستا چار ہائے۔“

چائے کے دوران ایک بار پھر میں نے جان چھڑانے کی کوشش کی۔

”دیکھئے۔ آزاد ہند ایک سنجیدہ اخبار ہے۔ اسکے کمی
بڑی طور پر آپ ہی جیسے کسی باوقار اور تین عالم کو...“
”میں چاند اپنی تھاں سے تسری بڑی دوں لگا۔ دیکھ رہی
ہواں نالائق کو۔“ انھوں نے بہن سے خطاب کیا ”یہ مرے
ہمیں سکھاتا ہے۔“

”لئے ہیں بھیا۔ واقعی ایک سنبھال اخبار پر ان کا
بصہ۔ ”

”تمہارا بھی دلاغ خراب ہوا۔ اسے یہ تجدید اخبار ہے
میک یہ صفحہ رائکٹھ سوں کی تین تین تصویریں۔“

"یہ توبہ نہ ہے جناب" میں نے فرمایا۔

بدس کو یہ بھی سمجھ لے تم ہم با بھی کا پسہ اھمارے یو۔

جن ستمبر میں اور لوں کو یہ اجاترے کے چہرے پر

لٹنگ کا یہ لفڑا دیتے ہیں دھی تو بذس ہی کرتی ہیں۔ بلکہ رینٹ اسٹنگ نے فروختی یہ سب بذس ہی تو ہیں۔“

”اب دنیا آپ پے اندانز فکر کا ساختہ ہیں دے ملتی۔“

لیں جانے ہے۔ اب کسی نسل کے ایڈٹریٹرز میں مولوی برهان الدین

لی صورت و ایسے رہی۔
”کیا بت ہوئی؟“ وہ بھٹک کے بوئے۔

”بصربے میں اشتعال نہیں پڑنا چاہئے۔ تم اکثر
بڑی بھوٹلی باقیں لکھ جاتے ہو۔“

"میں کہتا ہوں جاپ یہ ادا ریہ جماعتِ اسلامی سے متعلق ہے۔ جماعت کا اتنا یہ حصہ "دھوت" نکلتے ہی

کیوں نہ اس پر جھک مالے۔ آخر تجھی یہی کیوں؟ ”
” یہی خواب میں نے ترا شرپ بھیخے والے صاحب کو لکھا

دیا تھا۔ مگر خط پیر زدگ نہیں ہوتے پایا تھا کہ اسی روز کے دعوت میں اس اداوت سے تم بصرہ نظر آتا۔ خط میں اس کا

ذکر بھی کر دیا کر لیجئے آپ بھلی سے تصریح کے طالب تھے،
دھویت نے بے فرضیہ ادا کر دیا ہے۔

”پھر؟“
”بعد میں تمہرہ طریقہ اور اسے تبدیل کرنی طریقی۔“

وہ تبصرہ نہیں تھا تبصرے کا مذاق تھا۔“
”پھر تو خود آپ لکھتے۔“

"ہمیں۔ جبکہ لکھتا ہوتا تو تمہیں یکواں کام موقع کیوں دستا۔ پڑھ کر دیکھو۔ اس کی ذہنی سطح کو یہی ہے کہ تم

”جیسا کو افکاروں پر دھاں تک اُن ترسکتا ہے۔“
”دیکھو رہی ہو۔“ میں نے اپنی بہن سے جوچ لایا

کیا جوڑے میں چائے کاتام جھام سجائے قریب آگئی تھی۔
— ”میں ہی لو المفضول بھی ہوں۔ میں ہی تک اس بھی کرتا ہوں

اور مجھے ہی آئے درج بھی مل رہا ہے کہ تمہرے لکھو۔
”بھتًا۔ ان سے تو سفر سوارے..... الگریج

”کبھی فضول زمان جلا تی ہو۔۔۔ میرا تو ارادہ ہی

نہیں تھا کہ اس کی خرافات ڈاک نمبریں شامل کروں۔ یہ حضرت اے خوش فوج ہے میرا بھی کہ تھا طرفتے و ائے انکاناں

نہیں اک خود کشی کر لیں گے۔ حالانکہ ابتداءً تو سو دو سو سخن و نے خطور ہیں، اصرار کا تھا کہ انھیں ڈاک ٹکڑا مرنے پڑے، رکھا جائے

لیکن اب تقریباً دو ہفتے سے ایک خط بھی ایسا نہیں آیا ہے جو ۲۰ کمی ہو شدید سے اس کام میں تک لئنا گزر اکامہ ہو۔

پہ کھٹے ہوئے اکھوں نے فاتحانہ نظروں سے تجھے گھورا

جو از کی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جس ورق پر نعمت چھپی ہے اسی پر تین فلموں کے اشتہارات اور ان کے ساتھ فحش و غصب اور چاہا سوز تصویریں چھاننا....."

"چھ بھی کہتے ہیں۔ ہندوپاک۔ بلکہ خالدہ کام دنیاۓ اسلام میں بھی ہو رہا ہے۔ اس سے غالباً تو ازن پسیدا ہوتا ہے۔"

"یاد گو آدمی۔ زبان کو لکام دو۔ تھیں روزانہیں آنکہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ فحش و عریان تھا دیر کساخت نعمت رسیں۔"

"فحش و عریان تو آپ کہہ رہے ہیں۔" میں اپنی رو میں بولا "فقط ایک بالشت پیٹ مکھی حورت کو اگر تھا کہہ سکتے ہیں تو اسے کیا کیسے جس نے سائے ہی کپڑے آثار پھینکے ہوں۔"

اس وقت نیکہ چائے کے برتن سمجھت کر باورچی خانہ چلی گئی تھی۔

"یہ موضوع مذاق کا میضوع نہیں ہے جان عذر گرا ہو سکتے تو خون کے چن تظرے آنکھوں سے پڑ کاؤ۔ مسلمان شور چاہتے ہیں کہ فلاں غیر مسلم نے حضورؐ کی اماں۔ یعنی اور فلاں غیر ملکی رسالت نے اسلام کا مذاق اٹا دیا۔ مکرمین دھڑے خود مسلمان کیا کر رہے ہیں۔"

"آپ و نقوی کی لائی پر نکل گئے۔ بات یہ ہے اب ذرا آزادی اور وسیع النظری کا زمانہ ہے۔ یہ زمانہ ہے۔ باتی و غاشی کے اپنے خصوصی معیار رکھتا ہے۔ حورت کے یہ دن پر جب تک دو دن بھاں باتی ہیں یہ اسے نہ کہا نہیں سایہ گا۔"

"چپ ہو جاؤ۔ ہم یہ سے انسان۔ چپ ہو جاؤ۔" ان کی آواز میں اچانک دیوانگی کے آثار اچھا آئے تھے۔ "کاش یہ گستاخ اور بے حس لوگ سکھ سکتے کہ حورتوں کی فحش تصویریں کس ساتھ نعمت چھانپا خدا اور رسولؐ کے ساتھ ایسا ہی استہزا ہے جیسے یہم اللہ کہہ کر سو دلینا اور شراب بی کرتا تاوت کرنا۔ آخر کیا فرق ہے ان میں۔ بالذعجم!"

"تصویریوں کا فلسفہ آپ شاید نہ سمجھ سکیں۔ فائدہ نے کہا تھا آدمی ایک جنسی جانور ہے۔" "آئے کبو۔"

"فرانڈ کے سواب مجھے کسی عالم کا نام یاد نہیں۔ بہ جاں تصویریوں کی موجودگی آج کل کسی اخبار کے غیر سنجیدہ ہوئے کی دلیل نہیں مانی جا سکتی۔"

"ٹھکارے۔ مغربی اشائیں کے کسی اخبار یا رسائل میں اگر شکلی تصویریں بھی ہوں تو دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کوہہ ہر پہلو سے غیر سنجیدہ ہی ہو گا۔ مگر ایسا اخبار جیسیں فلم ایکٹریوں کی تصویریوں کی صورت پر نعمت ہوئے بھی چھپائی گئی ہو۔ اسے کیا کہو گے؟"

"نعمت ہے۔" میں اور نسیم دونوں چکراتے۔

"ہاں تم دونوں نے تو یہی انیت نجح کر چکا ہی۔ کیا یہ نعمت شریف" لا طینی میں چھپی ہوئی ہے۔" انکوں تھے تراشہ آئے بڑھاتے ہوئے کہا۔ واقعی یہ تو نعمت ہی تھی۔

"حیرت ہوتی ہے نیسا۔" انکوں نے بڑے پر سوز پہچ میں بہن کو فنا طلب کیا "خدابھی کتنا دوست و رحیم ہے۔" وہ دکھدار ہتھی کے اس کے سب سے بڑے پر سے تھجھ کیسا تھ دہی لوگ تمسخ اور ٹھوٹوں کر رہے ہیں جو اس کی غلامی کا دم بھرتے ہیں مگر تھر نہیں بر ساتا۔ زین نہیں سن کرتا۔"

ان کی آواز نیخت بھر اسی گئی تھی۔ آکھیں جو بظاہر نیسر کی سمت اٹھی ہوئی تھیں کہیں دور، بیکھری تھیں ہر یہ لئی تھیں۔ اسی عالم میں کہتے گئے۔

"بستی اور رذالت کی کوئی روح کیا اس سے بھی ارزش ہو سکتی ہے کہ مسلمان ایک ہی ورق پر نعمت رسولؐ سے بھی چھپے اور ایکٹریوں کی تصویر ہر بھی۔ یہ تو صریح طور پر خدا اور رسولؐ کو۔ العیاذ باللہ مسیح چڑانا ہوا۔"

"مگر۔۔۔ وہ دیکھئے تصویر کا مسئلہ تو اخلاقی مسئلہ ہے۔ ہو سکتا ہے "آزاد ہند" کے فضل مدیر جواز کے حق میں ہوں۔"

"جھک ملتے ہو۔ بحث تصویر کے جواز اور عالم

”تین سال پہلے جماعت اسلامی ہندوپور وزیرِ عظم
جو اسلام نہروئے الرم لگایا تھا کہ وہ قوم دشمن جنت
بھی اور ملک دشمن سرگرمیوں میں صرف رفتے۔“
اب کچوپ کیا پنڈت نہر، جیسے ملہم صادق کے قول ہیں بھی
نی نکلنے کی حراثت کرو گی؟“
”پنڈت جی نے ایسا کہا ہو مجھے یقین نہیں“ وہ پھٹ
سے بولی۔ ”لیکن کہا بھی ہو تو کیا خود پنڈت جی کو یہیں کی بعض
پارٹیاں اس سے زیادہ بُر اجھا نہیں کہتیں؟“

”پارٹیوں کی ایسی سی۔ اے کیا چاند پر دھوں اڑانے
سے چاندنی دھواں بن سکتی ہے۔ پنڈت نہر اس دلش کے
ہبے پڑتے آدمی ہیں۔ جماعت اسلامی بکواس کرتی ہے کہ خدا
اور رسول کے سوا کوئی تمیار حق نہیں۔ میں کہتا ہوں پنڈت
نہر بھی میمار حق ہیں۔“

”اب میں بات نہیں کہوں گی۔“ وہ بگر کر بولی۔
”زکر و تمجید کے بات نہ کرنے سے اس ادارتی کی
شان نہیں گھٹ سکتی جس کا آغاز ہری ایک عظیم الشان وزیرِ عظم
کے نام سے کیا گیا ہو۔“
”اچھا چلتے پنڈت جی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ لیکن آپ
اُس سچ کو کیا کہیں تھے جو قاتلوں اور داؤکوں کو سزا دیتے بغیر
چھوڑ دے۔“

”روحانی کہیں گے۔ قاتلوں اور داؤکوں کے بال بچے
رسے دھادیں گے۔“
”پھر تو ساری عدالتوں میں قفل ڈال دینے چاہتیں۔“
”وہ بھی ڈل جاتیں گے۔ مگر تم اپنی کچوپ کہتے جا رہی
تھیں۔“

”جو وزیرِ عظم ملک کی سب سے طاقت و رہنمی ہے وہ
اگر ملک و قوم کے دشمنوں کو آزاد چھوڑے رکھتا ہے تو خدا کی
دھن دوستی ملکوں بھی جائے گی۔“

”زبان سنجھال کے۔۔۔ ذرا دیکھتی جاؤ وقت آنے
پر جماعت اسلامی کے ایک ایک فرد کی کھال مخفی جائیں۔
زن بچپ کو طویں پروا دیا جائے گا۔“

رُوحِ کائنات لرز جاتی ہے جب اسلام کے دعویدار ہی اسلامی
تعلیمات کو سرمایہ ارٹھ جعلتے ہیں۔“

اب ان کا مودع کچھ ایسا ہی تھا کہ میں نے گول ہو جانا
ہر درور کی بھجا۔ نیکمہ بھی با درجی خلنے سے آتے آتے دلان والے
ستینوں سے لگ کر کھڑا ہو گئی تھی۔ آنکھیں بھتائ پر جھی تھیں
اور خواہ خواہ آنسووں کے چن قطرے اس کی پلکوں پر امداد کی
تھی۔

پھر وہ چلتے ہے۔ جاتے جاتے انھوں نے ٹھاکر کر کچھ
کہنا چاہا تھا مگر نہیں کہہ سکتے تھے۔ ہونٹوں کی لرزش اور جھرے
کائنات بھارا تھا کہ ذہن اور زبان کا رابطہ قائم کرنے میں
دو شواری محسوس کر رہے ہیں۔ نیکمہ تواب یا تااعدہ روہی پڑی
تھی۔ پتا نہیں یہ بھائی بہن کیا ہیں۔

”آزاد ہند“ کا سین آموز اور یہ آخر ٹھنڈا ہی ٹرا۔ یہ اور بتا
پئے کہ خود رے خود رے و قفسے سے انگلیاں خود بخود ورق پلٹت
دینی ہوں اور شکل پریٹ ایں تھویر اُنھیوں دل میں اور دل سے
محضے میں اُتر کر ایک ایک اکانت میں بر قی رو دوڑانی رہتی ہو۔
”خدا کے لئے ٹھرہ پکتے۔ آپ کو تبصرہ بھی کرنا ہے۔“
نیکمہ اگتا کر بولی۔

”مگر اس پر تبصرہ نہیں ہو سکتا۔“
”کیوں نہیں ہو سکتا؟“

”بہت سی چیزوں تبصرے سے بے نیاز ہوتی ہیں اور
یہ بھی انھی میں سے ہے۔ تم ہی بتاؤ کیا تبصرہ ہو۔“
”میں کیا بتاؤں۔ جھوٹے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آزاد
ہند کے فضل مدیر کو کسی نے کو کا کو لاسے دھوکے میں شراب
پلا دی ہے۔“

”پی ہو گی خدمت نے۔ میرا تو خجال ہے اس ادارتی سے
کا لفظ لفظ بھر جتھے۔ ذرا بھلی ہی لائی دیکھو۔“

”میں کیا دیکھوں آپ دیکھئے۔“
”میں تو دیکھی رہا ہوں۔ لوہتا دیکھیں کیا اعتراض ہے
آغاز ہی میں فرماتے ہیں۔“

تحصیل اور بھی نہیں پھر بھلان کی یاد کے چلوں مانٹوں کی دلیل بازوں کا وزن کیسے ناتاحا سکتا ہے۔

”اچھا ایک تاشدی بھی ہے“ نیمہ نہ ترا شے پر جھک کر کہا ”اخبار کے فاضل مدیر نے پورا ادارہ تو کھایہ جماعت اسلامی کو خستہ دار پر لٹکائی کرتے، ایسکے ذکر کر رہے ہیں پاکستانی ارباب اقتدار اکاس الزام کا کر، جماعت اسلامی پاکستان اور جیسی کمیٹھ جوڑ کے خلاف ہے۔ اگر کوکا کولا میں سچ جس کسی اور چیز کی ملاوٹ نہ ہوتی تو ایک میونٹ عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا تھا کہ یہ الزام تو ہندوستان کی حد تک جماعت اسلامی کے حق میں ہی جاتا ہے۔“

”اب تم سیاست پر پور کر دی گی۔“

”نہیں ذرا بھی ہے۔ ہم بطور ہندوستانی بجا طور پر شکایت ہے کہ پاکستان نے عین اُس وقت جس سے چھٹیں ٹھھائیں جب چین ہمارا ٹھہرائیں میں چکا تھا۔ ہمارے ہندوستان دشمنی ہی کا ایک روپ بھتھتے ہیں۔ پھر بھل پاکستانی جماعت اسلامی کا اس ٹھہر جوڑ کے خلاف ہونا ہمارے ہی نقطہ نظر کی ہموئی نہیں تو اور کیا ہے۔“

”ہونے دو۔ ہمیں پاکستان سے کہاں نہ ایتا۔“ یہ تو تابت ہے اگر ادارہ نویں کا ذہنی توازن دنواڑوں پر۔ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کھر رہا ہے۔ حد ہے کہ وہ کثیر کسلی میں بھی جماعت اسلامی کا ایک ایسا موقف ہیاں کرتا ہے جو پورے طور پر ہندوستانی زاویہ نظر کی تائید ہی میں ہے۔“

”یہ تو حق گئی ہوتی۔ وہ جماعت اسلامی کے عیوب کے ساتھ محسن بھی بیان کرتا ہے۔“

”محاسن نہیں۔ لکھنے والے کی محبویت۔ اسے ہوش بھی نہیں کہ وہ کیا کھر رہا ہے۔“

”خیر اگے جلو۔ وہ پاکستانی حکمرانوں کے اکاس الزام کا ذکر کرتا ہے کہ جماعت اسلامی نہیں کہ ناپر لئے سیاسی نظریات پھیلاتی ہے۔ کیا اس کی بھی صحت سے انکار کرو گی۔“

”اپ کو تھوڑو نہیں کرنا ہے۔ نیجی ہے۔ میر ایک بگٹا ہے۔“ تو سڑا تاصہ کس چیز پر کرو۔ دھی دالہام کے درجے کی چیزیں تھصرے کی تھیں نہیں ہیوا تھیں۔ کان گھول کر سنو۔ آگے فاعل مدیر نے لکھا ہے۔“

”اب یہی الزام پاکستان کی جماعت اسلامی پر دزیر داخل پاکستان حسیب اللہ خان لے گایا ہے۔ ان کے پیمانے کے مطابق جماعت اسلامی پاکستان ملک کے خلاف تجویزی صرگیاں کر رہی ہے وہ پاکستانی عوام میں بالوں اور بردی بھیلا رہی ہے اور پاکستان نے اپنے مقادے کے لحاظ سے جو خارج پالیسی اختیار کی ہے اس کی مخالفت کر رہی ہے۔“

”دیکھ لو۔ یہاں بھی کسی ایسے قیسے کا ذکر نہیں۔ وزیر اخذ کی بات ہو رہی ہے۔ اب کیا تم کہو گی کہ دزیر اخذ بھی جھوٹ پول سکتا ہے۔“

”دنیا کی نائجی یہی ہے جب بھی دین و اخلاق کے داعیوں نے جھوٹ سے نکل کر دنیا پرست اقتدار کیہا۔ میں لکھا رہا ہے ان پر اسی طرح جھٹے گھٹے الزامات کی بوجھا رہوئی رہی ہے۔ پاکستانی وزیر اخذ مغض چلتے ہوئے فروں میں جو طوکٹے الزامات جماعت اسلامی پر لکھا رہے ہیں اس سے سخت الزامات تو کفار ملک نے ہماشے حضور پیر لگاتے تھے۔ وہ جسچ جس کر رہتا تھا۔ عید النذر کا بیٹھ محمد قوم میں افتراق پیدا کر رہا ہے۔ اپنوں کو اپنوں سے کاٹ رہا ہے۔ ایک خدا کے نام کی آڑ لیکر بادشاہت کے خواب دیکھ رہا ہے۔“

”تم تو گھر سر مردے اکھاڑنے لگیں۔ بتیرہ وودہ سو سال کی فرسودہ ماں توں کا حوالہ دینا جعت پسندی ہے۔ وزیر خلیل کی بات چلکیوں میں نہیں اڑائی جا سکتی۔“

”اپنے پاکستانی جریدوں میں وہ ٹھوس دلائل بھی ملاحظہ فرمائے ہیں جو جماعت اسلامی نے الزام تراشیوں کی اس بے بنیاد ہم کے جواب میں بیش کئے ہیں؟“ ”پڑھتے ہیں۔۔۔ مگر مولانا مورودی تو کسی تھیسے کے

”مسلمان نام ہی اس کا ہے جو خدا اور رسولؐ کے احکام کو سمجھے فاتح ہائے۔“

”پہلے ہوتا تھا۔ بھاگوان اب نیا زمان ہے۔ آج تصویریں پھاپے بغیر اخبار نہیں جلتے۔“

”غیر متعلق بایں مت یچھے۔ الگ ایک جماعت یہ آزاد رکھتی ہے کہ اس کے ملک میں اسلامی قوانین جاری رہوں اور اسلامی اخلاق کا گذار پھیلے تو اس میں کہے کم ان لوگوں کے بگٹھے کی تو کوئی بات نہیں جو بظاہر مسلمان ہی ہوئے کاد عوامی کر سکتے ہیں۔“

”ذر آگے بھی تیدیکھو۔ اس آزاد کو پورا اگزی کے لئے جماعت اسلامی حکمیں کتنی خوفناک کر رہی ہے۔“

”کونسی حکمیں؟“

”سنو۔ فاضل مدیر نے لکھا ہے۔“

”جماعت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہندوستان میں حکومت الہیہ اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب ملک میں اسلامی معاشرہ پیدا ہو اور اسلامی معاشرہ پیدا کرنے کے لئے حضوری ہے کہ غیر مسلموں کو مسلمان بنایا جائے اور پھر تمام مسلمانوں کو جماعت اسلامی کے نظریتی اور حقیقتی کے طبق ”صالح“ بنایا جائے۔ جماعت اسلامی کے ان خطenzak اور تباہ کن نظریات کے باعثے میں ہم پہلے کمی پر عمل سے بات چیت کر رکھے ہیں۔“

”دیکھا تم نے۔ لکھتے خطرناک اور تباہ کن نظریات ہے۔“

”نظریات کو ”حکمیں“ نہیں کہتے۔ فاضل مدیر سے یہ پوچھتے حکمیں وہ کوئی سی کر رہی ہے۔“

”تر سہی فی الحال حکمیں۔ مگر نظریات تو حکمتوں کو ضرور جنم دیں گے۔“

”کاش آپ حمیوس کر سکتے۔ یہ غالباً کافر ذہن بول رہا ہے۔ اس گز بھر کی زبان داسے سے کوئی پوچھ کیں اسے اپنی تائیخ کا پہلا باب بھی یاد نہیں رہا۔ کیا وہ یہ بھی بھول چکا کہ اپنے دور کے داحصلان — محمدی اللہ علیہ وسلم

”انکار کی کیا آفت ہے۔ اگر کوئی یوں کہنے لگے کہ آپ بھی کہ نہیں رہی تو اپنے انکار کریں گے۔“

”اس کے دعویٰ پر سید کریم گلہا۔ بھی کہے

”نام برہہ لی جیں یعنی جائیں تو کیا یقین جائیں گے؟“

”یرہی بات ہوئی جو جماعت اسلامی پر بطور الزام دہرائی جا رہی ہے اخراجی مذہب میں دین دینا سرت کی تفہیں نہ ہو اس سکی پیچے پروردی سیاسی نظریات کو مذہب کے نام پر نہیں تو یاد ہر بیت کے نام پر نہیں کریں گے۔“

”القطع خالص افتراض پردازی ہے۔“

”ہاں یہ جو کہا تاکہ جماعت اپنے سیاسی نظریات پر مذہب

کے نام پر پھیلتی ہے تو ”اپنے“ ہی کا نقطہ نظر کی صاف نظر ہے۔ کیا جماعت کے اپنے سیاسی نظریات پر مذہب کے کوئی چیز ہے؟“

”میری بھوپری میں اتنا بھس نہیں ہے کہ اسی

بازیک باتوں پر دماغ سوزی کرنا پڑھوں۔ سید علی سیاہ تھے کہ بڑے بڑے لوگوں نے الزام عائد کیا تو صورہ درست ہی ہوگا۔ خبر صحی ہے وزیر داخلہ کی کیمپخواہ ہوتی ہے؟“

”آپ تو دفع الوثقی پر اٹراستے۔ ذر آگے تو دیکھئے اس اللہ کے بنے نے کیا کیا اکل افشا نیاں کی ہیں۔“

”دیکھ رہا ہوں۔ اچھا دیکھو وہ کہتا ہے۔“

”ہندوستان میں جماعت اسلامی کا معاملہ ہے کہ دیکھا حکومت الہیہ قائم کرنا چاہتی ہے۔ بتاؤ کیا غلط چیز؟“

”کیوں غلط ہوتا۔ وہ تو پوری دنیا میں حکومت الہیہ کی تمارکھتی ہے پھر؟۔ کیا آزاد ہند کے مدیر

صاحب خود بھی بحیثیت مسلمان یہ نہیں انتے کہ اللہ کے احکام و قوانین دوسرے تمام قوانین سے افضل ہیں وردہی قوانین پوری دنیہ میں نافذ ہو جائیں تو انسانیت اور

کمال پر پہنچ جائے گی۔۔۔“

”تمہیں کیا معلوم وہ ایسا مانتے ہیں؟“

بنے گی؟"

"زبنتے ہی کس دو اتنے نہ کہا ہے کہ جماعت نے حکومت الہیہ بنائی گئی چھوڑنا پہنچے تھے۔ یا ۱۹۵۰ء فقط اتنا ہی کہتی ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کو پھیلانے کے مسئلے میں بس اپنی استطاعت کی حد تک نہ ہے اور ہیں۔ ہم قانون کے دائروں میں رہ کر کامل دیانت اور معمولیت کے ساتھ اسلام کو مقبول مفہوم برنا نے کی وجہ درجہ جماد کے حائیں گے تاخ اللہ کے لام تھیں۔" "تمہرے تو قدری شریع کردی۔ ذرا آگے تید کو یکسے بھیانک تاخ بنتے ہیں جماعت کی اس مخصوص سی مظہن کے جملکی تم دکالت کرو ہی ہو۔"

"میں دیکھ لیا۔ اب سے پہلے ٹرھ چکی ہوں۔ ادمی جب سر کے پل کھٹے ہو کر سوچ لگتا تو۔ اس کی بہترین مثال یاد رکھ رہا ہے۔ اللہ اکبر۔ ذرا دیکھیں آگے کیا گل افتخاری ہوتی ہے۔"

"ہمہ جماعت اسلامی کو کتنی ہی بار بھجا یا کرو، وہیں تباہ کی نظریت سے باز آ جائے اور پس سے ہندوستان اسلام بنانے کے خواب پریشان۔ کیونکہ حقیقت یعنی یہ کام لیتے ہوتے موجودہ مسلمانوں کے مسائل کو

اب پہنچا ہے۔"

کوئی پوچھا آپ کس کھست کا بخواہیں کہ "جماعت اسلامی" کو الف، ب پڑھ لے جاؤ۔"

"اب پوچھ لیتے ہیں کہ ایسا کیا تھا۔ ایک اخبار کا ایڈیٹر معمولی دماغ کامالک نہیں ہوتا۔" "ایسا اخراجیں میں نعت اور غلموں۔ کے تصویری اشتہار ایک ہی ورق پر پھٹتے ہوں ا۔ ٹھہ۔"

"یہ تو تم نے اپنے بھیکی نقل آتا ہی۔ نعت سے پڑنے والے کافر ہوتے ہیں۔"

"میں کہتی ہوں آپ تصریح میں اذایت تو پوچھتے ہی ان فاضل مدرب سے اخنوں نے خود مسلمانوں کے لئے مسائل کیے کیا ہی کہ فلمی اشتہار چھاپ کر ہنڑا یا جسم سلامانوں کو سینما پہنچا۔"

"صرف مسلمان ہی کیوں؟ غیر مسلم ہی تھا۔"

تے لئے غیر مسلموں کو مسلم بنایا تھا؟"

"اے دا... میں نے تو کا" وہ تو رسول تھے جماعت

اسلامی کیا رسولوں کی جماعت ہے؟"

سوال یہ ہے کہ غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی خواہش رکھنا اور اس خواہش کے تحت علم و شاستری اور امن اتنیں رکھنا اور اس خواہش کے تحت علم و شاستری اور امن اتنیں پیش کرنا یا ان لوگوں کے سوا کسی کو حضرت زکر اور تسباہ کن مخصوص ہو سکتا ہے جو اسلام سے تہذیل سے نفرت رکھتے ہوں۔" "یرہ کام تو سبے طریقہ کر لیں اور تنہ ہی کے ساتھ اللہ کے اس رسول نے زندگی بھر کیا تھا جس کی رسالت پر ناٹلی مدیرہ کم نے کم ظاہر ہیں تو ایمان رکھتے ہی ہیں۔"

"اے رہا ہم رہستان میں کرو ڈیا کر طرف غیر مسلم بنتے ہیں۔ ان سب کو کوئی مسلمان بنانے گا۔"

"جب کئے ہیں خدا کے آخری رسول نے دعوت اسلام کا آغاز کیا تو وہ اکیلا ہی تھا۔ پورا الحکم پوری دنیا غیر مسلم ہی سے آباد تھی۔"

"تم تو ہر بات میں خدا اور رسول لے دوڑتی ہو۔ یہی تو زہر ہے جماعت اسلامی دماغوں میں اُنمارتی ہے۔" "پھر کیا یعنی اور ما رکس کے والے دینے چاہئیں۔ آپ ذرا دیکھتے تو ان صاحبے "صالح" کے لفظ پر کام لگائے ہیں۔ یعنی جماعت اسلامی الگرید کرداریوں کا دروازہ بند کرنا یا ہاتھی سے تو یہ صاحب ڈرتے ہیں کہ ہمیں ان کے فلمی اشتہار ہی بند نہ ہو جائیں۔"

"تم سمجھی نہیں۔ یہ تو آخر بڑی ہی باشی ہے تاک، غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔"

"جماعت اسلامی تو اتنی دیواری نہیں ہے کہ تبدیلی مذہب کے معاملے میں جبرا و تشدید کا تمہر بھی کر سکے مگر ہاں فاضل بڑی نہ ضرور ایسا ہی ہونز کرنا چاہا ہے۔"

"مگر مجھے تو ایک بہت بڑے ادمی کے ارد لی نے بتایا تھا کہ جماعت اسلامی غیر مسلموں کو اندہ باندہ کر کلہ ٹھوکنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اچھا اگر نہیں رکھتی تو سکونت الہیہ پسے

چائے کے دوران تیسرا نے پھر چھا چلا یا۔ تراشہ اس کے باقاعدہ ہیں تھا۔

"منا آپ نے۔ وہ جو مدیر صاحب خزانے پر تھا کہم نے بارہا جماعتِ اسلامی کو سمجھایا۔ تو یہا کیا سمجھایا۔ منہ کے قابل ہے۔ انہوں نے سمجھایا کہ وہ مسلمانوں کی تیکی اور پرہیزگاری کی طرف رہنمائی کرے۔ ان کے ذمہ بھی اور سماجی مستشوون کو سمجھاتے کی جدوجہد کرے۔ انہیں اچھا مسلمان بنانے کے لئے دین کی تعلیم و تربیت عام کرے۔۔۔"

"اے تو ماں تھے پر میں طالکر کیوں پڑھ رہی ہو۔ یہ کیا اُمری ہاتھیں ہیں؟"

"ذر اتما شر تدوین کھنٹے۔ جماعتِ اسلامی کے ناصح مشق و صاحب بیٹھے چلے ہیں جو خود روزانہ فلموں کے بالصور اشتہار چھاپ کر پرہیزگاری کے رویکارڈ تو شے کے رہے ہیں۔۔۔ نا انہوں ان عجوبہ!"

"بیر تو اپنا اپنااظنڈھے ہے۔ اب کیا تمیر کہو گی کہ جو روزہ نہ رکھو وہ افطاری بھی نہ کھاتے۔۔۔ میں پوچھتا ہوں جو مشورہ فیصلہ ماریہنے جماعت کو دیا ہے وہ بجاۓ خود کیا برائے؟"

"میں پوچھتی ہوں جماعت اس کے سوا اور کوئی کیا رہی ہے۔ اس کا سفر بھر کیا تھی اور پرہیزگاری کی مسلسل دعوت کے سوا فلمی اشتہاروں اور محسن تصویروں سے مزمن ہے۔ اس نے مسلمانوں اور بڑوں کے لئے جو فضائی اور غیر فضائی گتائیں تیار کی ہیں کیا وہ مسلمانوں کے اس عظیمہ مذہبی و سماجی منشے سے برآ رہا است. تعلق ہیں رکھتیں کہ اس سکولوں کے اسکولوں میں ہر یا غیر کو تعلیم دی جا رہی ہے۔ کیا وہ اچھا مسلمان بنانے کے لئے شب و روز تعلیم و تربیت میں کوشش نہیں ہے۔۔۔ پھر آخر ناصح مشق کیا راں لاپ رہے ہیں؟"

"ہو سکتا ہے یہ سارے کام جماعت نے ان کے گھلنے کے بعد ہی کئے ہوں۔۔۔"

"جی نہیں۔۔۔ کئے کہاں۔۔۔ وہ تو فرمائے ہیں کہ۔۔۔"

"جائے ہیں گروہ اور دو اخبار نہیں دیکھتے۔۔۔ اور دو اخباروں کے اشتہارات فقط مسلمانوں ہی کو رواج بخاست دھکھانے کا کام نہیں تھا۔۔۔"

"میں نے خود ایک ہندو بھائی کے باقاعدہ میں اور دو اخبار دیکھا تھا۔۔۔"

"وہ حلواں ہو گا۔۔۔ مگر کہاں غیر مسلم حلواں بھی اور دو رذی مشکل ہی سے خریدتے ہیں۔۔۔ غالباً خوشی والے ہو گا۔۔۔"

"اچھا ب معاف کرو۔۔۔ میری کھوپڑی انٹے کی طرح نہ رہی ہے۔۔۔"

"تو آپ تبصرہ کب لکھ لیتے ہیں؟"

"پھر وہی تبصرہ۔۔۔ نہیں لکھوں گا۔۔۔ نہیں لکھوں گا۔۔۔"

مگر صحیح جب آنہ گھلی تو تیسرا پھر وہی تراشہ لئے بیٹھی تھی۔۔۔

"لئے چھاڑ کر چکنکو۔۔۔ میں جھلکا یا۔۔۔ اس کی وجہ سے رات بھر بھٹکتے ہیں۔۔۔ والی حورتوں کے خواب آتے نہیں ہیں۔۔۔ چائے نہیں بناؤ گی؟"

"وہ بھی رکھی ہے۔۔۔ آپ نماز تو پڑھ لیجھتے۔۔۔"

"مراد تو ہے صدم آشنا بھٹک کیا ملے کا نمازیں۔۔۔"

"سائبہ" میرے محبوب "بڑی شاندار قلم ہے۔۔۔"

"صحیح صبح اللہ رسول کا نام لیجھتے۔۔۔ پھر آپ کو تبصرہ بھی لکھتا ہے۔۔۔"

"اپنا سر لکھتا ہے۔۔۔ تبصرے پر میں ایک ہزار بارعت بھیجا ہوں۔۔۔"

"غیر اٹھ جائیگے۔۔۔"

نماز تو خود پڑھی۔۔۔ پڑھتا تو دہاں بیوی چائے بھی نہ دیتی۔۔۔ مگر ماں میں تیرے محبوب "کی بیر و اٹن سادھتا کا تصویر تھیجھے کے گردے سے چکارا اور "ولاد" کی نشکن پیٹ والی پہلوان حسینہ تو میں کھوپڑی کی جو طبی پر دھماچو کھڑی مچائی رہی۔۔۔ کبستے فلم دیکھنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔۔۔ مگر اس نامرا و تراشہ نے آتش شوق کو چھڑ کا کے رکھ دیا تھا

ہنس لکھو سکتے۔ میری رگوں میں بھی گرم اپدودر ہا ہے۔“

”اچھا آپ پے اختمامیہ فقرہ بھی دیکھا؟“

”اختمامیہ؟۔ الحمد للہ۔ اختمامیہ ضرور شناو۔“

”فرماتے ہیں۔“ ہندوستان جمہوری ملکتے ہیاں خالیہ
رائے کے اختلاف کو برداشت کیا جاتے اسی لئے پنڈت نہرو کی
طرف سے جماعتِ اسلامی پر سنگین الزامات کے باوجود نہ اس سر
پاہندی لگائی گئی اور نہ اس طرح پر نیان کیا گیا جیسے ان نوں پکڑا
میں کیا جاہر ہا ہے۔“

”ٹھیک ہی تو ہے۔ ایسیں کیا دھکلانا چاہتی ہو؟“

”یہ دھکلانا چاہتی ہوں کہ جی سمجھی پڑے تھہدار لوگ
بھی کو ٹھہدار علیہ میں فرق نہیں کریاتے۔ سنگین الزامات کے باوجود
جماعتِ اسلامی کا عدالت کے اعلان سے باہر ہنا صرخاً اس
بات کی دلیل تھی کہ الزامات کی کوئی بیناد نہیں ورنہ کیا جمہوریت
کی بھی تعریف ہے کہ اس میں سنگین حرامہ کے ترکیبیں سے کوئی
آنکھی باز پرس سکی جایا کرے؟“

”پنڈت نہرو نرم دل ہیں۔“

”نرم دلی بے انصافی کا آم ہیں۔ اگر سنگین الزامات
کی الزام لگائے والوں کے دماغوں سے باہر بھی کوئی حققت
ہے تو ان کا پہلا فرض ہونا چاہیے کہ جو لوگوں کو گورن سے پکوڑ کر
عدالت میں لا لیں۔“

”لامیں کے سنبھلی رہو پہلے نبھ تھا سبھی اسی کا ہو گا۔“
”کسی کا بھی ہو۔ جو جنم کو سترانہ میں انصاف ہے
اور کسی پہا من شہری پر ہونا اسکی الزامات ماند کر کے گوں ہو جائی
صریح نا انصافی۔ واصلی جب آدمی سرکی بجائے معدے سے
سوچتے ہے تو اس کی زندگی نرالی ہوتی ہے۔“

(مازندہ صحبت باقی)

”مگر جماعتِ اسلامی اپنی روشن پر فاقہم ہے۔“ — یعنی
نا خل دیر کا ہجوب و غریب مشاہدہ ہے ہے کہ جماعتِ اسلامی
نہ پر میزگاری کی دعوت نے رہی ہے نہ دینی تعلیم و تربیت
سے اسے کوئی واسطہ ہے بلکہ دفتر میں بھی حکومتِ اہمیہ کا قطب
مینار بنارہی ہے۔“

”نیک بخت یہ تو اپنے اپنے نظریات ہیں۔ تم نے نہیں شنا
حدید ترین تحقیق یہ ہے کہ دین و اخلاق کا موجودہ تصور در اہل
بھی سازش ہے۔ نماز، روزہ، دعایت، ضمیر، رب، طاعکو سے
ہے۔ مسجد یا کوئی بھی جہادت گاہ بنا اہمی سرے سے نہ رہا۔
تعلیمات کے خلاف ہے۔ مان لو خالص دین کے نزدیک
پرہیزگاری کی اسم اللذجورت کے نگل پیٹ سے شروع ہوتی
ہو۔ مان لو وہ فلسفہ یہ کہ دینی تعلیم و تربیت کا پہاڑیز تصور
کرتے ہوں۔ بات نہ کاٹو۔۔۔ قریبہ سامنے موجود ہے۔
— سادھنا کا ٹیلیفون دل والوں کے نام۔ اس فقرے کا
کیا مطلب ہوا۔ ای ناکاہل دل یعنی اس پنچ درجے کے
روحانی لوگوں ہی ہو سکتے ہیں جو سادھنا یا اسی جسمی نسبی اور
فلی جینہ کا ٹیلیفون سننے کی توفیق رکھتے ہوں۔“

”آپ پر نیما سوار ہے۔“

”وہ تو ہو گا۔ میں دکھادوں گا تھاں سے بھیسا بھی
”فولاد“ دیکھنے تو ضرور ہی جائیں گے۔ وہ نگل پیٹ کی پرہیز ہے۔“

”خداؤ اپنے سچے۔“

”وہ تو تم سے بھی سمجھے گا۔ اچھا ہے تاؤ جماعتِ اسلامی
سیکولر ازم کی مخالفت جو کرتی ہے تو کیا اس سعدی بھیجاں
ناتھ پیدا نہیں ہوتے جو کی طرف ادھیجنے میں توجہ دلانی
گئی ہے؟“

”کون کہتا ہے جماعتِ اسلامی سیکولر ازم کی مخالفت کرتی
ہے۔ مگر سیکولر ازم ہے کہاں؟ کیا سیکولر ازم بھی ہے کہ...“

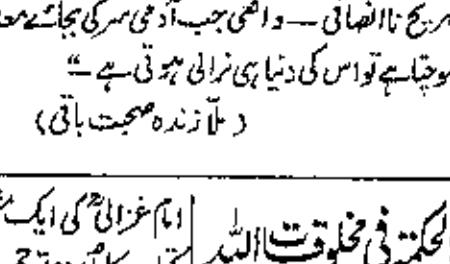
”بیس اب تم نصابِ ایام اور وغیرہ وغیرہ میں باشیں لے
بیٹھو گی خدا کے لئے دماغ نہ چاٹو۔“

”ضرور چاٹوں گی۔ ورنہ آپ بصراً لکھتے۔“

”بصراً تو اب کی تھاں سے بھیکے فرشتے بھی جو سے
مکتبہ تھا تھی۔ دیوبند (ریپلی)“

مجلد تین روپے ۲۵ پیسے

مکتبہ تھا تھی۔ دیوبند (ریپلی)



كتاب کا امداد و ترجیح۔

فٹ حکی اکان

مترجمہ کتبہ شیخ الہند

شیخ الاسلام علامہ شیعیر احمد عثمانی رح کی شہرہ آفاق تفسیر کے ساتھ

انگریزی نہان میں

پڑھنے لکھنے طقوں میں کوئی ہوگا جس نے شیخ الہند کے حقائقہ اور علمائے عثمانی کی چاہیڑہ تفسیر کی شہرت کا حال نہ سنا ہوگا۔ یہ تفسیر اپنی خصوصیات کے باعث یگانہ بھی کہی گئی ہے۔ اختصار میں جامیعت، گویا کوئی میں دریا۔ لیکن انگریزی ترجمہ پر شفقت رکھنے والوں کے لئے اس کے انگریزی ترجمے کی بھی ضرورت شدت سے فسوس کی جا رہی تھی۔ اسی بنیاد پر اس ضرورت کو پورا کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ پورا ترینہ و تفسیر ایک ساتھ چھپا پنا تو دو دو جو سے فراد شوار موسوس ہوا۔ اول یوں کہ پورے کو انگریزی کے قالب میں ذہاناً کافی وقت چاہتا ہے اس طرح شایقین کو طویل انتظار نہ ہوگا۔ دوسری یوں کہ اس کی قیمت بھی کافی ہو گی جس کے باعث کم استطاعت شایقین اسے حاصل نہ کر سکتے۔ لہذا طے یہ کہا گیا ہے کہ ہر را ایک پارہ شائع کیا جائے اور میری صرف تین روپے رکھا جائے۔

خصوصیات :-

کاغذ اعلیٰ سفید۔ لمحاتی چھپائی عکس۔ پوری یہ بلاکس۔

قواعد :- جو لوگ پائی خرچ کا پارہ یہ پندرہ روپے میٹھی گی ارسال فرمائیں گے انھیں ہر طورہ ہم اپنے خرچ سے بھیجیں گے ورنہ عام حالات میں خریداروں کو ڈاک خرچ کا پارہ خود اتحادیہ ٹرے گا۔

جو حضرات پورے کے تین ٹپاروں کا ہدایہ ٹوٹے روپے ایک سال کو ارسال فرمائیں گے انھیں ڈاک خرچ چھوڑنے کے علاوہ ہم اپنی وہ مطبوعات بھی منت میں کر سیگے جن کی اشاعت کا پروگرام ساختے ہے۔

منی آرڈر بھیج کر اپنے آرڈر بک کرائے تاکہ پہنچا پہنچی کے آرڈر کی تفصیل ہو سکے

**مکتبہ مطابق نمبر ۵۶ شرف آباد، بہارہاؤ سنگ سوسائٹی
کراچی**

(ہندستان میں پیسے اس پیسے پر بھیجئے... مکتبہ جلی دیوبند روپ)

چند بیش قیمت کتابیں

جو روز رو زہرہ ملین

جیت امام ابن القیم مصنفہ:- عجمہ العظیم عہدہ الاسلام شرف الدین استاد جامعۃ

القاهرة۔ مترجمہ:- حافظ سید رشید احمد ارشد۔ ایم۔ لے۔ آٹھویں صدی کے شہر عالم امام ابن القیم کے شاگرد رشید اور رفیق حافظ ابن القیم الجزیری کی سوانح عمری اور فتوحہ اعتماد، اور نصوفت برآن کے بیش بہا افکار کا جو پھر وہ گران قدر کتاب جس کی تصنیف پر جامعۃ القاہرہ مصریہ مصنف کو اسلامیات کی اعلیٰ ترین سنا عطا کی۔ بارہ بیس

حضرت عمر وابن العاص مصنفہ:- تحقیق حضرت عمر بن العاص

مترجمہ:- محمد احمد پانڈھی۔ آنحضرت صلیم کے محابی

صفیت اول کے پسالہ عظیم انشود فاتح مصر اسلام کی اس الفلاحی تخصیت کے حیرت انگریز مغرب کا اگ خلافات و دانعتاش کا جمیوعہ یہ بے نظیر علمی کارنامہ ہے۔ بڑا اس تر صفات ہے۔ سید کاغذ۔ مجلہ قیمت پونے گیارہ روپے مکمل تین حصے۔

تاریخ اسلام مصنفہ:- سوراخ اسلام مولانا اکبر شاہ

خاں خیب آبادی۔ بھلہ جھنہ:- ہمدرد سالٹ آئیکی کی خلافت راشدہ نک۔ دوسرا حصہ:- ہمدرد نی امیر سے لے کر خلافت نی جیاس مصر ک۔ تیسرا حصہ:- جیوہیہ اندلس بیویہ، عثمانیہ اور مغولان چلکری تمام مسلمان حکومتوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ مکمل ہر سر حصہ چھندیں ہیں۔

تاریخ غزنیاط مکمل علم و دعا سٹ کا مکمل تذکرہ اور مکمل حصہ اول گیارہ روپے۔ حصہ دم فوری پچھترے ہے۔ حصہ سوم بارہ روپے۔ حصہ چہارم بارہ روپے۔ الک الک حصے۔

جیت ابوحنیفہ ایام عظیم کے علم و فضل مدارک مصر کے علیل الفقدر تحقیق استاذ ابوذر هزرہ کی لا جواب تایف جس کا اُردو ترجمہ رواں اور سلیس ہے۔

جیت ابن تیمیہ ایک از امیر بھی استاذ ابوذر هزرہ فاضلہ نہ تجویز کیے، بمصرانہ تقدیم، مبسوط و مفصل۔

قیمت مجلہ ایکیس روپے۔

جیت امام احمد ابن حنبل ایڈوشن هر ہر ہی کے سر ہے۔ وہ علم و تحقیق کا دریا اور بصیرت و فراست کا بدر ہے۔ اعمّر کے تذکرے لکھنے کا حق یہ ہے کہ اٹھویں نے حق ادا کر دیا ہے۔ قیمت نو روپے۔

اسلامی معاشیات مولانا امداد ناظر حسن گیلانی کی وہ مشہور کتاب جو اُردو میں اپنے موضوع کی خاص الخاص تایف سمجھی گئی ہے۔

قیمت مجلہ بارہ روپے۔

زاد المعاویہ حکاہ حضور میں۔ مصنفہ:- اذظاح ابن قیم تیرت آنحضرت صلیم بردنیا کی مشہور اور مستند اور عظیم الشان کتاب۔ یہ تاریخ کا وہ مأخذ ہے کہ جس کو نظر انداز کر کے تیرت کے موضع پر لکھا ہی ہیں

جاسکتا۔ قیمت مکمل چار حصہ چوالیں روپے پچھترے ہے۔

اسعد گیلانی کی چند کتابیں

خلاص راہیں ایک روپی پتھر پریے
لائفار ایک روپی پتھر
ذرات درخشاں ایک روپی پتھر
حکایات جنوں درود پریے
مولانا سورودی سے مٹئے سائنس پریے
آدم کے نہیں ہیں ایک روپی پتھر پریے
قصویریں سواتین روپے
اویحی دوکانیں مصنف صدیق الحسن گیلانی ایک روپی پتھر
مرتبہ اسعد گیلانی

ضروری نوٹ [ان آٹھ کتابوں کی جموںی قیمت پریے پوہنچ پریے پر مصروف بندراہ روپے کو گی۔

مکتبہ تجھیٰ (دیوبند) (بجپ)

مولانا ابوالکلام آزاد کی کتابیں

صلائے رفت نہیں روپے
غبار خاطر پانچ روپے
السانیت بوت کے دروازے پر سائنس پریے
الہان کی جیات صائم سائنس پریے
تبرکات آزاد سائنس پریے
صلائے حق سوادر روپے
ضروری نوٹ ان چھ کتابوں کی جموںی قیمت پونے پوہنچ پریے ہوتی ہے۔ لیکن ایک ساتھ لفب کرنے پریسٹ مرغی میں پہنچ پیش کر رہا ہے گا۔

آردو فارسی طالش نزی

آردو سے فارسی بنانے کے لئے ایک مختصر لیکن اجم اور مفید طالش نزی قیمت بارہ آنے۔

فوری آرام اور تسکین کے لیے

جو شنینا

ٹپی یونانی کے مشہور نرم جوشاندہ کا ایک سرکش
جو شنینا زکام کا مکمل علاج ہے یہ ساریں
کی نالیوں کو کھوتا ہے۔ کھانی۔ چیزوں اور جراثت
کو روکتا ہے۔ اور تسکین بخشتا ہے۔
ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھیں۔

بمدرد دواخانہ (وقت)
فریلی - کانپور - پختہ



اپ کا تقویاً ۲۰ سالہ پر انا خادم

درست مختصر

ہزاروں تعلیفی خطوط میں سے ایک تازہ خط

منجانب:- نواب صنف درج گنج بہادر محمد صابر قلی خان امیریا است محمد گڑھ

محمد گڑھ اڈ۔ امیر گنج بھوپال
امیر گنج بھوپال (س۔ ب۔ ہ)

محترمی اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں ۱۹۵۷ء سے آپ کلبے مثال سر مر درست نجف استعمال کر رہا ہوں، پہلی بار جب ہنسنے رسالہ "تجلی" میں اس کا اشتیار دیکھا تو علائی کرم اور بزرگان دین نے اس کی جو تعریف کی ہے اُس سے تاثر ہو کر میں نے اُس کی ایک ششی منگو اکر استعمال کی۔ دو ہمیں ہی میں نمایاں فائدہ محسوس ہوا۔ چشمہ جو اسی سال پہلی بار لیا تھا اور اُس کا عادی ہوتا جا رہا تھا، وہ آنکھوں پر بھاری محسوس ہونے لگا اور اُس کی ضرورت بالکل باقی نہیں رہی۔ اپنے کئی اعزاز و احباب کو سر مر درست نجف "خرید کرو ایسا اور بفضلہ تعالیٰ جس کو جو خدا تھا آنکھوں کی تھیں سب رفع ہو گئیں۔ جبرت ہوتی ہے کہ اُس کے استعمال سے جسم کا نمبر گرا جاتا ہے اور بعد ازاں میں واضح دنیا میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سر مر کو میں دو توکیا بزرگان دین کی کرامت ہی تصویر کرتا ہوں۔ عزت آشنا فرشی بہادری لال حسپ، میرے بہائی عینِ معمد ہیں، ان کے ساتھ تو بہادر آپ کی خط و کتابت رہتی ہے اور یہاں آپ کے سرے کو لکھا پسند کیا جاتا ہے اور اُس سے کیسے کیسے فائدہ ظہور میں آئے ہیں آپ کو برائی معلوم ہوتے رہتے ہوں گے۔ میرے پاس سر مر قریب الختم ہے اہم ازدراہ ہر بانی روشنیاں ایک لیکٹر لدائی اور چار عدد عمده صفات سلائیاں بذریعہ دی پی جلد اسال فرمائیں مشکور فرمائیں۔ محمد صابر درست

دار الفیض حماں دیوبند

احصولہ اس کو طبع و پہنم
ایک صفحہ کوئی بھی نہیں بخواہی

ایک تولہ پچھہ مانے
ایک پیچھے پیچے تین پورے
غلب کرنے کو طبع اس کی معاف

ہماری مخصوص جستی سلائی صرف ۱۲ نئے پیسے میں لیجئے

لطفیں کتاب پر

نام کتاب	نام صحف	نام کتاب	نام صحف	نام کتاب	نام صحف
فلسفہ دعا	پروفیسر نصیل احمد عارف	النبی الحبیم	سید منظار احسن گیلانی	قرآن میں تعلیمات رکوڈ	مولانا عقیل حرشیج
-	-	سید محمد انور شاہ قمر	حضرت اوزرا	ضبط و لادت	محمد عقیل عثمانی
۱۰	مولانا عبد الباطن	۲۵	حیات اوزرا	۲۵	مولانا عقیل حرشیج
-	سید محمد انور شاہ قمر	۲۵	وصایا حداد	۲۵	محمد عقیل عثمانی
۲۵	صفحت عزیز الرحمن	۲۵	حضرت عزیز الرحمن	۲۵	ضبط و لادت
۲۵	سلام امشر صدقی جو نوری	۲۵	سلام امشر صدقی جو نوری	۲۵	چوریت اوزری محکم
۵	سید ابو الحسن ندوی	۵	ہندستانی سلام	۵	ترجم عبد الوہاب ظہوری
-	»	۵	تاریخ دعوت والرست	۵	بد الدین ابن جعفر
۵	»	۱	حصہ دوم	۱	ام احمد بن حبیل ر
-	»	۲	» سوم	-	کتاب الصلوة
-	مولانا علی میان ندوی	۲۲	مولانا علی میان ندوی	-	السائیت کے تقاضے
۳۴	ٹیکنون ادعا کا مقابلہ	۲۵	نشان راہ	۲۵	ہلال عثمانی
-	»	۱	سلام افجهہ تانی پوری	۱	حضرت اور اسلام
۳۶	»	۱	اسد گلاني	۱	شیخ سید احمد حسید
-	»	۱	پکار	۱	مقبول احمد سید ہاروی
۱۰	محمد اسد رسانی پیر پڑھیں	۱	طونان سے ساحل تک	۱	سنتہ حبیث اللہ
۵	محمد اسد رسانی پیر پڑھیں	۱	محمد بن عبد الوہاب	۱	محمد حنفی اللہ
۲	سعود عالم ندوی ر	۱	اشرف الجواب	۱	درودیشی کیا ہے؟
۵	مولانا محمد اشرف علی صنعت خازی	۱	تبلیغ دین	۱	قرآن کیا سمجھاتا ہے
۳	تجدد الاسلام امام غزالی	۱	محکمات	۱	سلاطین ہند کی علم پروردی
۳	علماء عبد اللہ العادی	۱	تصویحات	۱	ہروئی ہر گریہ دا
۲	محمد نظر الدین صدقی بی اے	۱	قرآن میں تعلیمات رکوڈ	۱	پھلکے عالی سائل
۱	کوہنا منی شفیع صاحب	۱	قرآن میں تعلیمات رکوڈ	۱	آنکرہ حیثیت
۱	مولانا حمیت عثمانی	۱	چارے عالی سائل	۱	مجنون کیا ہے؟
۳	اب الحصیل	۱	قرآن اہداقبال	۱	پھارے سیفیر
۲	مولانا عبد الماجد رکہ رضا صاحب شیخ المحدثین	۱	حکایات عصا بہج	۱	فلسفہ دعجم
۲	مولانا محمد رکہ رضا صاحب شیخ المحدثین	۱	مودودی عبد العزیز ر	۱	کوہنا مورودی اور یوسف
۲	مولانا عبد السلام ندوی	۱	الصالح العقلیہ	۱	تذکرہ اولیاء رہنما
۳	حکیم الامت مولانا اشرفت علی صنعتی	۱	قرآن اہداقبال	۱	سکھی ہاتیں
۳	مولانا عبد السلام ندوی	۱	حکایات عصا بہج	۱	خصوصی مسلمین
۱	مولانا عبد السلام ندوی	۱	مودودی عبد العزیز ر	۱	محکمات
۱	مولانا عبد السلام ندوی	۱	الصالح العقلیہ	۱	حقوق الاسلام
۱	مولانا عبد السلام ندوی	۱	قرآن اہداقبال	۱	تذکرہ حضرت امام غزالی
۱	چند	۱	حکایات عصا بہج	۱	دار دو ترجیح
۱	مکتبہ تحلی و یوبندیو، پی	۱	مودودی عبد العزیز ر	۱	مولانا اسلام الحنفی

نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب
اسلام کیا ہے؟	دین و شریعت	آدمیتی پڑھنے (چار حصے)	اسلام اور اجتماعیت	جیو ۵۰
دین و شریعت	تذکرہ مجدد الف ثانی (۲)	اسلامی تہذیب اور اس کے مکتبات خواجہ سعید صوم سرہندی درخواستات مولانا محمد ایاس	آدمیت اور جماعت	-
تذکرہ مجدد الف ثانی (۲)	مذکورہ مکتبات مولانا محمد ایاس	اصول سیادی	اصول اسلام	-
مذکورہ مجدد الف ثانی (۲)	ملفوظات مولانا محمد ایاس	رسائل مسائل حصہ اول	آدمیت اور جماعت	-
ملفوظات مولانا محمد ایاس	مولانا ایاس کی دینی وحوت	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
مولانا ایاس کی دینی وحوت	قرآن آپ سے کہا گتا ہے	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
قرآن آپ سے کہا گتا ہے	برکات رمضان	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
برکات رمضان	شہزادی حقيقة	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
شہزادی حقيقة	شاہ عبداللہ شہید پرہل بدر علیہ السلام	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
شاہ عبداللہ شہید پرہل بدر علیہ السلام	مسکن قویت	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
مسکن قویت	تعلیمات	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
تعلیمات	السان اور اس کے سائل	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
السان اور اس کے سائل	اخلاقی ہماںیاں مکمل چار حصے	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
اخلاقی ہماںیاں مکمل چار حصے	عام حلوبات پانچ حصے	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
عام حلوبات پانچ حصے	فن تعلیم تربیت	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
فن تعلیم تربیت	خطبات مکمل پانچ حصے	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
خطبات مکمل پانچ حصے	قرآن کی پارہیزادی اصلاحیں	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
قرآن کی پارہیزادی اصلاحیں	تشریفات	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
تشریفات	فرضہ اقامت دین	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
فرضہ اقامت دین	حقیقت ناقان	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
حقیقت ناقان	حقیقت توہیہ	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
حقیقت توہیہ	دعوت دین	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
دعوت دین	مسلمان ہند کا تحریر علی	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
مسلمان ہند کا تحریر علی	اساس دین کی تیسی	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
اساس دین کی تیسی	اخلاقی مسائل میں احترام کی راہ	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
اخلاقی مسائل میں احترام کی راہ	پور قرآن	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
پور قرآن	حقیقت شرک	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
حقیقت شرک	اسلام ایک نظریں	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
اسلام ایک نظریں	قرآن کا تعارف	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-
قرآن کا تعارف	پنکہ مکتبہ تجلی۔ دیونشن دینی	رسائل دینیات	آدمیت اولیہ دوم	-

اپنی کتابیں

باندیلوں کا سلسلہ رائے شریعت | جہاد میں باختصار
بھروسی خور لوگوں کو

باندیلوں کا رکھنے کی دینی اعلیٰ جیشیت۔ کتاب کے مصنف کا ایک خط
اور مولانا ابوالکلام آزاد کا جواب بھی شامل ہے۔ فرمودہ ہے
خلاصہ اشرف السوانح | مولانا اشرف علیؒ کے حکایات و
سوانح | سوانح | دور دیے۔

خاصی سلیمان | شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پڑتے
کار و توجہ۔ چالیس مرود بعنون کا رد مسئلہ کتب نق کے
حوالوں سے۔ مجلد دو روپے - ۱/-

الوسیله | شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؓ کی مشہور کتاب
جس میں نہایت شرح و سلط کے ساتھ بتایا گیا
ہے کہ قرآن میں وَ ابْتَوِيْ إِلَيْكُمُ الْوَسِيْلَةُ كہ کہ اثر نے جس
وسیلے کی طرف توجہ دلائی ہے وہ آؤ گی ہے۔ مجلد دو روپے۔

سوانح خواجہ یعنی الرئیسی | خواجہ میں الحشمت کی اور
اگریز سوانح حیات۔ جو احمدی کی خاک میں استراحت فرمائی
ہیں۔ سارے ہے چار روپے - ۲۵/-

الفتن | شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؓ کے ایک روح نماز
رسالے کا رد و توجہ جس میں کرانٹ ایڈی
کی علامات اور ولایت کی حقیقت پر لا جواب گفتگو کی گئی ہے
مجلد سیصین کوچار روپے - ۱/-

فارابی | مسلم شافعی حکم ابوالنصر فارابی کے علم و فضل ان کی بولنے
کی حکایات تجدید نفس و منطق کے مفصل بیکل حالات
پوچھنے دور روپے - ۱۶۵/-

اشرف الجواب | مولانا اشرف علیؒ کا جواب بعض سوالوں کی
جواب مکمل دو حصے سارے ہے چار روپے - ۳۷۵/-

کیا ہم مسلمان ہیں؟ | شخص کوہ کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ
شپاروں کا جمود۔ سوز و گداڑوں کی ایت

اخلاص دردار دل کشی کا گنجینہ قیمت جلد سوادور روپے - ۱۶۵/-

تفسیر سورہ لور | از، مولانا سید ابراہیل علیؒ مودودی۔ سیرت
و اخلاق کو سنوارنے والی آسمانی برایات
پرشیل سورہ لور کی تفسیر بلیغ، الفیں اور حلقہ ان
مجلد چار روپے - ۱۴/-

رحمہ للحا میں صلی اللہ علیکم | مسروک کائنات میں انشہ علیہ وسلم
کی سیرت سبار کر پر قاضی سیحان

سنفور پورٹی کی شہرو آفان کتاب کا مختصر تعارف یہ ہے کہ
اپنی علم لے علی اعتبراء مسئلہ مسئلہ مانتے ہیں اور اندازیاں
و لکھنی، رچاؤ اور در دلست کے لحاظے سے یہ اپنا جواب
آپ ہے۔ سوز و گداڑیں دو بابا اسلام بھرا اور نکھرا ہوا
مکر، عبارتیں روان، شکفتہ اور دلنشیں۔ دلت سے یہ حقیقی
کتاب نایاب تھی اب خاصے اہمیت کے ساتھ تین جلدیں میں
شائع کی گئی ہے۔ قیمت تکلیفی مجددیں روپے - ۲۰/-
و مجلد تین جلدیں میں بھیں روپے - ۶۰/-

محمد رسول اللہ | شہپور مصری مصنف قریق الحکیم
کی کتاب کا عمدہ توجہ، مکالہ کے
انداز میں بھی ہوئی حضور کی سیرت مقدسر مسیح دلچسپ اور
برکیف۔ قیمت پانچ روپے - ۱۵/-

ابو بکر صدیق رضی | مصنف، محمد بن عیاں مصری
تجدد، شیخ احمد راوی تیجی۔ پانچ روپے

عظیم | مصنف، محمد بن عیاں مصری
عمر فاروق اول ترجیح، جیسا شر. قیمت اسی

منہاج العابدین دار و دار، امام زریانی کی سیستے الحسینی
تصنیف حجۃ البیکری پر نکد نہ کا جیات، مخلاصہ اور کلقوہ کا جو تجویز جلد آٹھویں پر

شاد عبد القادر جیلانی کے شہر سرہ آفاق

غلیۃ الطالبین مصلحان علیہ السلام کا اہم اس کام سلسلیں ترجمہ

ساختہ ساختہ، لاجواب تخفہ۔ دفعہ جلد دو میں قیمت تک ۲۰۰ روپے

سلم شریف اردو و نجع عربی اکنام پر مشریف کا بھی اور قدر

یعنی۔ بلکہ اس کی جو شرح، شرح نویگی کے نام سے شعبہ رہے

اوہ تمام مدارس میں چل رہی ہے اس کا بھی ترجمہ ساختہ میں شاہی

تعمیت فخر ترقیہ۔ ترجمے کے ساختہ اصل تن بھی۔ مکمل چھوٹے جلد دوں

میں۔ ہدایہ اڑتا لیں روپے ۴۸/-

ابن ماجہ اردو کامل اکنام سے شعبہ رہنے کا میں کل کیک

ابن ماجہ بھی ہے۔ اس کا عام فہم اردو ترجمہ صرف اڑتا ہے میں

رکھات تراویح ارجحات تراویح کی تعداد پر محمد شہید علنا

حصیب الرحمن الاعظی کی سیر حاصل کتاب

دلائی قویہ سے مزین اور تحقیق سے ملا اہل قیمت فڑھ رہی ۱۵۰..

معمر کردین ویساست کا نام موضع کے نئے اور صرف

کاتاں حسن کلام کے لئے کافی تعارف ہے قیمت ملائیں روپے

مولانا مودودی

ایک تعارف کی خصیت سکھی و ختنی لتوش۔ تین روپے

امام مظلوم سیدنا عثمان شہید علما کی محکماۃ دامت برحمات

آپ کے اوصاف، مناقب، ایضاً زات، گراءں کی روایتوں کی

تزوید اور سند روایتوں کی تفصیل۔ اردو میں اس سلسلہ پر

واضھا کتاب دھھوں میں۔ قیمت دس روپے۔ ۷۰/-

اخبار الاغیار حضرت شیخ عبدالحق محمد شہید دہلوی کی شہادت

کتاب کا اردو ترجمہ جمعہ میں تقریباً تین سو

اویار دھوفیہ کے دل آور بند کرے۔ زینت قرط اس میں

قیمت مجید بارہ روپے ۱۲/-

الاوب المفرد امام انجمنی کی اس نسیں کتاب کا اردو ترجمہ

امیں میں روزمرہ کام آئندہ والی صیغہ نجح کی

ہن۔ اخلاق، معاملات، معاشرت، تجارت۔ سب کے لئے

مشعل رہا۔ قیمت مجید بارہ روپے۔ ۷۰/-

اسلام کاظماً اعدل استاد سید قطب کی اس نظر انگریز کتاب

کا ترجمہ جو اسلام کے نظام اعدل پر علم و

تفہیم کی روشنی ذائقی ہے۔ مجید جو روپے۔

فتح القیب شیخ عبد القادر جیلانی کے مقالات کا

اردو ترجمہ ذائقی روپے۔ ۲۵/-

فاس ان کا توحید سیکھوں سخوات کا یہ تبر ماضی

قربیں میں بڑی شہرت پا چکا ہے

اب پھر شائع کیا گیا ہے بدعت و زندگی کے روادارست کے

اثبات میں بے نظیر ہے جو حق کے علاوہ کے معاہدین کو مزین

سائنس سے چار در ویسے دعویٰ میں پانچ روپے شاہی تھیں فواد قطب

کریں دروز پھر پہنچ کی طرح ختم ہو جائیگا اور فرمائیں بیکار کرنے

پڑیں گے۔

حضرت مجید والفقی کے فرمادات کی روشنی

رو پد عت ایں بعض ایسی بدعتات کا رد جو عمومی میں نہیں

خواص میں بھی بخوبی و مردیج ہوئی تھیں قیمت سو اربیب ۱۳۵/-

ذوق الذاریۃ شیخ فتح علی کی مشہور کتاب ہر ایکی مسند اردو شرح

تک تین جز چھپے ہیں۔ فی جز دو رسیہ۔ تین جز ایک کتاب طلب کرنے

والوں کو مصروف ڈاک سافٹ۔

ت سوس القسر آن فتحیم کی بوس کا پیغام۔ الفاظ اصطلاحات

کے ذریعی بحث سے مزین اور ضرف و نحو کے متعدد تکھات سے

مالا مال۔ قرآن کو سمجھ کر ٹھنے کی خواہش رکھنے والوں کی سیکھی

قیمت فخر ترقیہ۔ مجلد آٹھ روپے۔ ۸/-

شاراق الالوار اردو و نجع عربی

۲۶۲۴ قیمت احادیث کا جمود۔ مجلد نئے۔ پڑی جو دو رسیہ

اصح السیر

از مولانا ابو البرکات داناب پوری۔ قیمت محمد دس روپے

پتھر، مکتبہ تحمل۔ دیوبند۔ یو، پی

عمرو بن العاص اس صحابی رسول نبی مصطفیٰ توارکے بھی خود افسوس کے رسول نبی مدرس اسلام کے خطاب سے توازن رکھنے پر اگر اور مستند بحد سواد درد پے ۲/۲۵
صحیفہ **عمر بن منبه** حضرت الامیر رہنما مر کیا ہوا نبوی کے دلائی شان کتاب ہیں۔ سارے ہی تین روپے پچھے رسول کی سچی تعلیم تزندگی کے مختلف شعبوں پر تصنیف تعلیمات رسالت کا ایسا انفراد

مجوہ سر قمیت محمد فیض صدر دبیر ۱/۵۰
مقالات شیخ الہند اسی کی حقیقت اور ایمان و دیانت کے عوذ کر کے لئے پیش کرتا ہے صحابی کے سلسلے میں تکی طہران شہر و سر قرآن کولانا محمد الحسین شیخ الہند کے علم سے قمیت ایک بزریہ ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک از سوانا سو دنام درودی پڑھنے پر بھی شیخیت کیا ہے؟ ارشادات قرآن و سنت سے ہم آہنگ پڑھنے و نصیح تو ضمیح سواد درد پے ۲/۲۵
محمد بن عبد الوہاب سوائج مولانا اشرف علی زندگانی کے علم سے قمیت پونے تین روپے ۲/۴۵
کرامات صحابہ قمیت فیض صدر دبیر ۱/۵۰

محاسن اسلام اسلام کی خوبیوں پر مولانا اشرف علی شوہر بیوی اولاد پڑوی غرض ہر ایک کے حقوق کی تفصیل رسالہ سماع و مزا بریجی شان کتاب ہے۔ اردو جملہ فہم بحد درد پے ۲/۴۵
عقبات اسیل شہید کی شہر کتاب ترجمہ از مولانا ساطر احسن گیلانی سارے ہے دس روپے ۱/۵۰
زبدۃ manusک حج اور الحج اور پڑھنے میں کتاب مصنفوں استاد اسلام اسائزہ مولانا شیخ احمد شوہری۔ پڑیہ بحد آنحضرت پے ۸/-

حست الوفہ فخر الحمد شیخ مولانا اشرف شاہ صاحب کا غصل قمیت چادر دپے ۲/-

آئینہ ناز صرف نہادی کے نہیں بلکہ پانچوں ایک اسلام کی تفصیل مع سائل حصہ دریہ

حکیم الاسلام کی مجلسیں مولانا اشرف علی رحم کی رفعہ ناز جماں کا پردیش کیف تذکرہ

قیمت دور دپے ۲/-

تحقیق مزید خلافت معاویہ بزید کے صفت بخار بحد احمد عبدالی کا نقشی شانی جو بہت سا نعمود سواداپ کے غوفکر کے لئے پیش کرتا ہے صحابی کے سلسلے میں تکی طہران بحق شیخیت کی پہنچ کے لئے یہ کتاب بسکری بینادیں مہما کرنی ہے۔ قمیت بحد آنحضرت پے ۷/-

بہشتی زیرِ مکمل دليل کون پڑھا کھا آدمی ہے جس نے مولانا اشرف علی کی اس پیشہ اور مقبول ترین کتاب کا نام نہ سنا ہوگا۔ ہر مسلم ان گھر کے لئے ایک شخصی، عورتوں کا شیری، مردودن کے لئے مستقل رہنما۔ اس کا لذہ اور صاف تھرا ایڈیشن ہم سے طلب فرمائیے۔ وجدلوں میں مکمل ہاڑہ درد پے ۲/۱۰ بحد پندرہ درد پے ۱/۵۰

حقوق اسلام اپنے وقت کے زبردست عالم تااضی شمار اشرف بیانی پنجاںی مفسدہ ترین تصنیف جس میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کی روشنی کس کیس کا کیا حق ہے اللہ رسول صاحب اعلیٰ والدین اقرباً رحیم شوہر بیوی اولاد پڑوی غرض ہر ایک کے حقوق کی تفصیل رسالہ سماع و مزا بریجی شان کتاب ہے۔ اردو جملہ فہم بحد درد پے بدعوت کیا ہے؟ میں ایک شہر و نصیل کتاب عرس قوالی تیجہ جملہ الاما کر کے لئے جلن۔ بحد تین روپے ۱/۳
اسلام تواریخ نہیں پھیلا اسلام کی شہادتیں اور اتفاقات ۱/۵ نئے پیسے

نہایت نفیس عکسی قرآن اور حماں میں

آڑو میں صرف وہ نمبر کھدینا کافی ہے جو ہر ایک کے ساتھ وجہ ہے

حوالہ ترجمہ ۲۵ [۱] ترجمہ: مولانا فتح محمد صاحب
حال ترجمہ [۲] حاشیہ پر مختصر تفسیر: زمین سبز
کاغذ والا تی۔ سائز جعلی سے نصف۔ مجلد پلاٹک کو
ہی گپارہ روپیے۔ ۱۱-

حوالہ ترجمہ ۳۰ [۲] ترجمہ: شیخ اہلہ سنت مولانا محمود الحسن رح
حال ترجمہ [۳] تفسیر: مولانا شیخ احمد عثمانی رح
زمین خانی۔ سائز $\frac{2}{3}$ سے کچھ بڑا۔ غیر مجلد بارہ روپے ۱۷
مجلد ریگزین سائز ستہ تیرہ روپے داس کامنہ زمین بھج گیکے
حوالہ ترجمہ ۳۲ کاغذ نفیس دھبیوٹ۔ سائز جعلی سے نصف
حال بلا ترجمہ [۴] حروف کافی روشن۔ ہر سطر کے بعد
لائی۔ مجلد کچھ ہی پانچ روپے۔ ۵/-
حال سوا [۵] باکل ۲۲ جیسی بس فرق یہ ہے کہ ہر سطر کے
بعد لائی نہیں ہے۔ مجلد پلاٹک ہی پانچ روپے۔ ۵/-

حوالہ ترجمہ ۳۶ [۶] پاکست سائز پکناد (باپیل پیپر) سفر کے لئے
خاص تھے۔ مجلد پلاٹک کو۔ ہی محدث چار روپے۔ ۱/-
حال علیک بلا ترجمہ [۷] بہت ہی مختصر سائز حائل
مسدہ مجلد پلاٹک کو۔ ہی دروپے۔ ۲/-

حوالہ ترجمہ ۳۸

ترجمہ: شاہ عبد العالیٰ محدث دہلوی۔ کاغذ آڑو
طباعت نکسی۔ کتابت مددہ۔ زمین سبز، سائز $\frac{2}{3}$ بوجلی
سے نصف، مجلد کچھ ہی دروپے۔ مجلد پلاٹک کو
گیارہ روپے۔ مجلد جرمی سائز بارہ روپے۔ ۱۱/۵
پتھر سکتبہ جعلی۔ دریوبند۔ یو، پی

قرآن [۸] اہ ترجمہ: شیخ اہلہ سنت مولانا شیخ احمد عثمانی رح
یہ مقبول توین ترجم قرآن مجید کچھ دون سے نایاب
نمہا۔ الحمد لله رب کچھ نہیں ہتا ہوئے ہیں۔ نفیس ایڈیشن۔
ہر یہ مجلد ۲۵ روپے (کاغذ کے فرق سے مجلد ۱۸ روپے)

قرآن دو ترجمے والا علیک [۹] مولانا اشرف علی رح
حاشیہ پر مستند تفاسیر کا خلاصہ۔ آغاز میں انہیں و صحابہؓ کے احوال
مقدوسہ سورتوں کے خواص، عزوات کے تذکرے اور ایسی
نوچ کی دیگر صیہی میزبانی اردو میں دی گئی ہیں۔ لکھائی جھیلی
لنسیں۔ کاغذ اعلیٰ آرت ہیپر۔ دبیر: زمین سبز۔

ہی مجلد ریگزین پکناد روپے۔ مجلد جرمی سائز بارہ روپے
ہی قرآن نسبتاً بڑے کاغذ پر داس کا نمبر ۶ ہے، ہر یہ مجلد ریگزین
تیرہ روپے۔ مجلد جرمی سائز بسول روپے۔ یہی قرآن کچھ اونچے
کاغذ پر داس کا نمبر ۶ ہے، زمین خانی مجلد ریگزین بارہ روپے
مجلد جرمی سائز بندہ روپے۔

قرآن ایک ترجمہ والا علیک [۱۰] ترجمہ: مولانا اشرف علی رح
سائز جعلی سے کچھ بڑا۔ کاغذ والا تی سفید۔ آغاز قرآن میں بہت سی
میزبانیں۔ شناسورتوں کے خواص، ان ناموں کی تفصیل و قرآن
میں آئندہ ان مقامات کا لفظ جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے
مجلد ریگزین کا ہدیہ بارہ روپے۔ ۱۱/۵

مجلد جرمی سائز بندہ روپے۔ ۱۱/۵۰

قرآن پاکستانی ترجمہ ۱۱/۵۰ کاغذ کٹت پیر والا تی۔ کتابت طباعت
بلے لفیر۔ ہر سطر کے بعد لائی حروف
کشادہ جعلی سائز کٹزدار نگاہ والوں کے لئے بہت مددہ
مجلد ریگزین ہر یہ آٹھ روپے۔ ۸/-
چرمی سائز بے گیارہ روپے۔ ۱۱/۵۰

چین اور روس کی زندہ تصویر میں

آزادی کی نیتیں [مصنف] ارونڈی کام آزادی کے آزادی کی نیتیں میں تصور میں خونی نگ آئیزیاں ہوئیں ہیں ان کی معلوم افراد کیلئے کہ جیس سائنس ماٹر کے ایڈیٹر ارونڈی کی نہم کی زبانی۔ مہمودی سماج کے جدید روحانیات کا دلول اگر تجزیہ صفات لالا صفات قیمت صرف آنہ کرنے۔ ۸۔

ادب میں ترقی پہنچی ایک کیمیل مکینا پہنچت ایک بھی چھاپ بھیان۔ جاذب توجہ حیثیت اک پتھر کے دلوتا قیمت ایک روپیہ۔ ۱۶۔

انیس سوچ داسی [مصنف] جاریج آرڈیل۔ میس سوچ داسی میں تجدد۔ سیدیل داسی شہزادہ دستائی نژاد مشریع صنیف جاریج آرڈیل کا دشمناناق نادل جس سنبھلی ورب میں ایک دیوالی تھا۔ اروڈ کا خوبصورت ایڈیٹر آرت پیپر کی آنہ تصویر دو سو تین میٹھا ۲۰۰ صفات قیمت ۲۵۔

چین کے مسلمان [کروڑوں مسلمان کیا ہوئے] ایک زین کا دستا دریزی تذکرہ صفتہ بھیں پیے۔ ۱۲۵۔

سویٹ نظما کی چھوکنجیاں ایک نیجدہ اور جیاری کتاب جی تھے حقی و تعلق دلائل پر مشتمل بھی ہے اور حقیقت افراد کی صفات لالا صفات قیمت صرف ایک روپیہ۔ ۱۶۔

آزادی کا ادب کا عجسون وہ بھیں یہک تحریق مقام کے تحت چھاپا گیا۔ مجلہ تین روپے۔ ۲۱۔

سرگزشت امام [چین کے ایک سلم امام کی جنگیز سرگزشت امام] میں پناہ گزیں ہوا۔ نہایت دلپسہ اور سوویت روس کی حقیقت دو حصے درد پے۔

مکتبہ تجلی دیوبند۔ یوپی پتہ۔

کیونز مکی بھلی کتاب اسکے محل و مفہوم دیابت درج ہیں قیمت ایک روپیہ جس میں کیوڑہ سے سعنی سیکڑوں سوالات مصنف۔ اور تفسیر کو شمل میں روز مرجم۔ گوپاں سنت سابق کیوں نہ داشت آر تھر کو شمل کا بلند پایہ نظر پا تی تاول جس کا زعہ الدو کے صاحب طراز ادب حباب گوپاں سنت نہ کیا ہے۔ ایک ایسے ملک کی کہانی جو آدمیش وادی القابوں کے باخھ میں پڑ کر حفت بستے بنتے چشم من گیا۔ صفات ۲۹۶ صفات۔ لیکن سوار و پیر۔ ۱/۲۵۔

عنان بطور اداری جیں میں سلا لوں پر کیا گذری ۹۹ ایک بھانی ایک اداری نگسی بہتر رہا۔ اداری عترت ایگزیڈ استان۔ ایک روپیہ کیونز م اور کسان کی کا سب کو شش جو پشاور دناد بڑی توں سے منون ہے۔ قیمت ڈھانی روپیہ۔ ۱/۲۵۔

عالی سیاست میں جمہوریت [مصنف] پیر اسن کیٹیا کے سابق ذریعہ جاہد اتحادی سمجھا کے سابق صدر سٹریٹری پیر اسن کے جو عالمانہ مقابلوں کا گورنر میں الاقوایی سماج جمہوریت کے کرد اور جمہوری اصولوں کی کام فرمائی کے امکانات کا سیر ماں جنگیز کو جو وہ میں الاقوایی سیاست کے پڑھ کر روحانیات کو سمجھنے کے لئے اس تھرسی کتاب کا مطالعہ انہیں پڑھنے پے صفات لالا صفات قیمت صرف آنہ کرنے۔ ۱۵۔

آزادی کی طرف ایک روپی افسر کی آپ بھی جو جاگ کارکرہ میں پناہ گزیں ہوا۔ نہایت دلپسہ اور سہرت اک۔ قیمت تین روپے۔ ۳۔

لیسن اپنے لگ اور غیر وابدرا اند۔ ایک روپیہ ۱/۔